تفسیر الفرقان

مؤلف ڈاکٹر اسلامی محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

جلد چہارم

سورہ بقرہ آیت ۲۵۴ تا ۲۸۶

سورہ آل عمران آیت ۱ تا ۳۷

تفسیر الفرقان

مؤلف
ڈاکٹر اسلامی محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا

جلد چہارم

سورہ بقرہ آیت ۲۵۴ تا ۲۸۶

سورہ آل عمران آیت ۱ تا ۳۷

جملہ حقوق طباعت واشاعت محفوظ ہیں

نام کتاب========= تفسیر الفرقان

نام مصنف=========محمد طاہر بھٹی چک قاسمکا

صفحات ========= ۵۰۰

قیمت ========= 0

موبائل نمبر

03477172726 , 03030144460

ایڈریس

چک قاسمکا تحصیل وضلع بہاولنگر، پنجاب پاکستان

E-mail:Tahirbhatti697@gmail.com

فہرست

نمبر شمار	عنوانات
13	راہ خدا میں مال خرچ کرنے کی تاکید
18	آیت الکرسی کے مفردات جملوں کی تفسیر
20	کرسی کی تفسیر
21	آیت الکرسی کے فضائل
28	شان نزول: لا اکراہ فی الدین“
28	دین میں جبر نہ ہونے کی تحقیق
35	شان نزول: ولی الذین امنوا“
39	ربط آیات
39	حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور نمرود کے درمیان مباحثہ
43	چار بڑے بادشاہ
45	تباہ شدہ بستی اور اس کے پاس گزرنے والے شخص کی تحقیق

شان نزول	53
شان نزول	57
شان نزول: الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ“	63
خرچ کے بعد احسان نہ جتائے	64
حلال روزی تلاش کرنے کی فضیلت	66
علم سیکھنا بڑا ھدیہ ہے	74
صدقہ باطل ہونے کی اچھی مثال ہے	87
شان نزول	91
حرام مال سے صدقہ کرنے کا وبال	94
عشر کا بیان	95
عشر کے نصاب میں فقہاء کے نظریات	96
عشر کے نصاب میں ائمہ ثلاثہ کا نظریہ	96
عشر کے نصاب میں امام ابوحنیفہؒ کا نظریہ	97
عشر کی ادائیگی کا حکم	101

شہد میں عشر کی مقدار	106
اونٹ کی زکوۃ کا نصاب	107
مختلف اموال پر زکوۃ کا نصاب	111
صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم	114
عمر بن عبدالعزیزؒ کا حکم نامہ	116
زکوۃ میں عمدہ مال دینا	119
زکوۃ میں گھٹیا چیز نہ دی جائے	120
زکوۃ میں درمیانے درجہ کا جانور	125
پاکیزہ مال سے حج کرنے کی فضیلت	128
شان نزول: یا ایھا الذین امنوا انفقوا	131
قرآن پڑھنے کی فضیلت	138
دو آدمیوں پر غبطہ جائز ہے	144
حضرت عائشہؓ کا کثرت عطیہ کا واقعہ	149
گناہ کی نذر پوری کرنا لازم نہیں	152

156	نذر کی چار قسمیں ہیں
161	شان نزول
169	شان نزول: (آیت) "لیس علیک"۔
173	کافر پر صدقہ کرنا جائز ہے
175	شان نزول
182	شان نزول: (آیت) "الذین ینفقون اموالھم"
185	عمدہ مال خرچ کرنے کی فضیلت
188	ربا کا لغوی معنی
188	ربا کا اصطلاحی معنی
190	ربا الفضل کی تعریف اور اس کی علت کے متعلق مذاہب اربعہ
193	سود خوری کی مذمت
203	سود خور کے لیے دائما دوزخ کی وعید کی توجیہ
204	سود کا کم ہونا اور صدقہ کا بڑھنا
209	ربط آیات

شان نزول: (آیت) ”یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا“	210
سود پر وعید کے متعلق احادیث	212
شان نزول: فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب	215
شان نزول (آیت) ”وان کان ذو عسرۃ“	222
قرآن مجید میں نازل ہونے والی آخری آیت	227
شان نزول	233
قرض کے لین دین کے وقت گواہ بنانا	234
ایک عورت کی گواہی معتبر نہیں	239
بچوں کی گواہی	240
گواہ شہادت کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے	240
گواہ کو اور تحریر لکھنے والے کو نقصان نہ پہنچائے	242
شان نزول: وان تبدوا ما فی انفسکم“	256
شان نزول	265
شان نزول	271

سورہ آل عمران	277
وجہ تسمیہ	277
تعارف	278
شان نزول	278
خلاصہ مضامین	282
فضائل سورہ آل عمران	287
حروف مقطعات علم کی تحقیق	289
شان نزول: (آیت) ”نزل علیک الکتب بالحق (الخ)	297
قرآن مجید کا کتاب حق ہونا	298
توراۃ کا معنیٰ، مصداق اور لفظی تحقیق	299
اصل توراۃ کے مشمولات	300
موجودہ توراۃ کے متعلق یہودی اور عیسائی علماء اور مفکرین کا نظریہ	301
حوادث روزگار کے ہاتھوں توراۃ کا تلف ہو جانا	301
توراۃ کی نشاۃ ثانیہ	302

موجودہ توراۃ کی تصدیق کے متعلق قرآن مجید کی آیات	310
انجیل کا لفظی معنیٰ، مصداق اور لفظی تحقیق	324
انجیل کی تاریخی حیثیت اور اس کے مشمولات	325
انجیل کے متعلق قرآن کی آیات	325
احکام اسلام بہ مقابلہ تعلیمات انجیل	330
خالقِ کل	335
آیات محکمات اور متشابہات کے ذکر کی مناسبت	341
محکم کا لغوی اور اصطلاحی معنی	342
متشابہہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	343
زائغین (جن کے دلوں میں کجی ہے) کا مصداق	345
آیات محکم و متشابہ	349
والرسخون فی العلم کی تعریف	354
خلف وعد کا محال ہونا اور خلف وعید کا جائز ہونا	363
جہنم کا ایندھن کون لوگ	365

آخرت میں اموال واولاد کام نہیں آئیں گے	367
قوم فرعون کے ذکر کی خصوصیت	370
شان نزول: (آیت) "قل للذین کفروا (الخ)	371
شان نزول	374
متقیوں کا تعارف	399
الوہیت ربانی کی شہادت	408
شان نزول	408
علماء دین کی فضیلت	409
اسلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی	414
اہل کتاب کے اختلاف کا بیان	415
شان نزول	421
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سری شہادت	424
یہود کے جرائم پر سزاؤں کا ترتب	428
کافروں کے اعمال اکارت ہیں	429

شان نزول: (آیت) "الم ترالی الذین اوتوا (الخ)	430
یہود کی بے بسی	434
شان نزول: (آیت) "قل اللہم ملک الملک (الخ)	438
شان نزول: (آیت) "لایتخذ ال مومن ون"۔ (الخ)	451
بدعقیدہ لوگوں سے معاملات کی ممانعت کے متعلق احادیث	453
دلوں کا راز داں	461
شان نزول	466
شان نزول	476
عمران کی بیوی کی نذر ماننے کی تفصیل	480
عقیقہ کے متعلق احادیث' آثار اور اقوال تابعین	486
حضرت زکریاؑ کا حضرت مریمؑ کی کفالت کرنا	496

غیبی مدد سے کھانے کا انتظام ۴۹۹

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقۡنَٰكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَ يَوۡمٞ لَّا بَيۡعٞ فِيهِ وَلَا خُلَّةٞ وَلَا شَفَٰعَةٞۗ وَٱلۡكَٰفِرُونَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ٢٥٤﴾

(اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! خرچ کرو اس سے جو کچھ ہم نے تمہیں بخشا ہے اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ دوستی کام آئے گی اور نہ کسی کی سفارش نفع پہنچائے گی۔ اور جو لوگ کافر ہیں وہی اپنے اوپر ظلم ڈھانے والے ہیں۔

راہ خدا میں مال خرچ کرنے کی تاکید

سابقہ آیات میں مسلمانوں کو بدن کے ساتھ جہاد کرنے پر برانگیختہ کیا تھا اور چونکہ جہاد اور قتال کے لیے مال کو خرچ کرنا بہت ضروری ہے اس لیے ان آیات میں مال خرچ کرنے کو بیان فرمایا ہے اور اس حکم کو قیامت کے دن کی یاد دلا کر مزید موکد فرمایا ہے۔ دنیا میں تو انسان اپنے آپ کو مصیبت اور تکلیف سے بچانے کے لیے بعض چیزیں خرید لیتا ہے، کبھی کوئی دوست اس سے تکلیف دور کر دیتا ہے کبھی کسی کی سفارش سے اس سے مصیبت ٹل جاتی ہے، لیکن قیامت کے دن کوئی خرید و فروخت ہو سکے گی نہ کسی کی دوستی کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہاں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کونسا خرچ مراد ہے' بعض علماء نے کہا: اس سے قتال اور جہاد میں خرچ کرنا مراد ہے۔ بعض علماء نے کہا: اس سے زکوۃ اور صدقات فرضیہ مراد ہیں اور صدقات نفلیہ مراد نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خرچ نہ کرنے پر وعید فرمائی ہے اور نفل کے ترک کرنے پر وعید نہیں ہوتی لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس آیت میں وعید نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے صرف یہ فرمایا ہے کہ قیامت کا دن آنے سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور جب تک تم دنیا میں ہو آخرت کے لیے منافع حاصل کرو' کیونکہ ان منافع کا آخرت میں حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

آخرت میں دوستی اور سفارش سے مسلمانوں کے انتفاع کا بیان:

ہر چند کہ اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کسی شخص سے دوستی کام نہیں آئے گی نہ کسی کی کسی کے لیے سفارش کام آئے گی لیکن قرآن مجید کی دوسری آیات سے یہ متعین ہو گیا ہے یہ محرومی صرف کفار کے لیے ہے اور مسلمانوں کی مسلمانوں سے دوستی بھی کام آئے گی اور سفارش بھی قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "الاخلآء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین۔ یعباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون۔ الذین امنوا بایتنا وکانوا مسلمین۔ (الزخرف: ٦٩۔٦٧)

ترجمہ: متقین کے سوا گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ اے میرے بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غم گین ہو گے۔ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور ہمارے احکام کے تابع رہے۔

اور مسلمانوں کی شفاعت کے متعلق فرمایا:

(آیت) "ولایشفعون الالمن ارتضیٰ"۔ (الانبیاء:۲۸)

ترجمہ: اور (فرشتے) صرف اس کی شفاعت کرتے ہیں جس (کی شفاعت) پر اللہ راضی ہو۔

اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰکُمۡ: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس نے انھیں جو رزق دیا ہے اس میں سے اس کے راستے میں خرچ کریں، ارشاد فرمایا: (وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ فَیَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِیۡۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ) [المنافقون:۱۰] "اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے، پھر وہ کہے اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔"

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! (میرے راستے میں) خرچ کر، تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔" [۱]

سیدہ اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا: "خرچ کرتی رہو اور گن گن کر نہ رکھو، ورنہ اللہ بھی تمھیں گن گن کر دے گا اور (مال کو) روک کر نہ رکھو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے (ہاتھ) روک لے گا۔" [۲]

مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡہِ وَلَا خُلَّۃٌ وَّلَا شَفَاعَۃٌ: یعنی قیامت کے دن خرید و فروخت نہیں ہوگی، اس دن کوئی روپیا پیسا سے نہ جنت خرید سکتا ہے اور نہ دوزخ سے بچ سکتا ہے۔ اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آئے گا۔ نیز اس دن اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کی گئی سفارش بھی کام

۱۔ [بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الأھل۔۔ الخ: ۵۳۵۲]

۲۔ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الانفاق: ۱۰۲۹۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب التحریض علی الصدقۃ: ۱۴۳۳]

نہیں آئے گی۔ ارشاد فرمایا: (قُلۡ لِّعِبَادِيَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَ يَوۡمٌ لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ وَلَا خِلٰلٌ) [ابراہیم:۳۱] ”میرے بندوں سے جو ایمان لائے ہیں، کہہ دے کہ وہ نماز قائم کریں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا ہے، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی۔“ اور فرمایا: (اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ كُفَّارٌ فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِهِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افۡتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ وَّمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ) [آل عمران:۹۱] ”بیشک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین عملوں کے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“ (۱)

وَالۡكٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ: کافروں نے کفر و شرک کر کے اتنا بڑا ظلم کیا کہ اس سے بڑا کوئی ظلم یا گناہ نہیں، انھوں نے کفر کر کے اللہ تعالیٰ کے دائمی عذاب کو مول لیا۔

سیدنا ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ان لوگوں کو (جہنم میں سے) نکال لو

۱۔ [مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته:۱۶۳۱]

جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، چنانچہ وہ لوگ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے۔
“۔ ١

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زکوۃ کا منکر کافر ہے، چنانچہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے منکرین زکوۃ سے جہاد کیا، جس طرح کفار سے جہاد کیا جاتا ہے۔

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿٢٥٥﴾ ﴾

اللہ ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے سب کا قائم رکھنے والا ہے۔ نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اسی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے جو سفارش کرے اس کے حضور اس کی اجازت کے

١

بغیر؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جو وہ چاہے۔ حاوی ہے اس کا اقتدار آسمانوں پر اور زمین پر۔ اور نہیں تھکاتی ہے اسے ان دونوں کی حفاظت۔ اور وہ بلند ہے اور عظیم ہے۔

آیت الکرسی کے مفردات جملوں کی تفسیر

اللہ: یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ ذات جو واجب الوجود (قدیم بالذات) ہو تمام صفات کمالیہ کی جامع ہو اور تمام نقائص سے بری ہو اور عبادت کی مستحق ہے۔

الحی: جو ہمیشہ سے از خود زندہ ہو' اپنی حیات میں کسی کا محتاج نہ ہو' اور ہمیشہ زندہ رہے' اور کبھی اس پر موت نہ آئے۔

القیوم: جو از خود قائم ہو' دوسروں کا قائم کرنے والا ہو' جو تمام کائنات کو قائم رکھے ہوئے ہے اور ان کے نظام کی تدبیر فرماتا ہے۔ (آیت) ومن ایٰتہٖ ان تقوم السمآء والارض بامرہ"۔ (الروم: ۲۵) اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں"۔

اونگھ اور نیند سے بری: تھکاوٹ اور سستی سے غفلت کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ اونگھ ہے اور یہ نیند کا مقدمہ ہے اور نیند کا معنی ہے: دماغ کے اعصاب کا ڈھیلا پڑ جانا جس کے بعد علم اور ادراک معطل ہو جاتا ہے اور حواس کا شعور اور ادراک بھی موقوف ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ معنی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے غفلت محال ہے' اور اس عظیم کائنات کا موجد اور اس کے نظام کو جاری رکھنے والا

ہے اور ہر آن اور ہر لمحہ اس کائنات میں تبدیلی اور تغیر واقع ہو رہا ہے اور اس کے علم اور اس کی توجہ سے ہو رہا ہے' وہ ہر وقت ہر چیز کے ہر حال کا عالم ہے' بے خبر اور سونے والا نہیں ہے۔

آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز اس کی ملکیت ہے: تمام آسمانوں اور زمینوں کی مخلوق' سب اس کے بندے اور اس کی ملکیت ہیں' ہر چیز اس کی قدرت اور اس کی مشیت کے تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) "ان کل من فی السموت والارض الا اتی الرحمن عبدا"۔ (مریم: ۹۳)

ترجمہ: آسمانوں اور زمینوں میں ہر ایک رحمان کے حضور عبد بن کر حاضر ہوگا۔

اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور شفاعت نہیں ہوگی: اللہ تعالیٰ کی عظمت' جلالت اور اس کی کبریائی کا یہ تقاضا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اس کے حضور شفاعت نہیں کر سکے گا' حشر کے دن تمام انبیاء' رسل' اولیاء' علماء اور شہداء اللہ تعالیٰ کے جلال سے سہمے ہوئے ہوں گے اس دن ہمارے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد ﷺ! اپنا سر اٹھائیے' آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی' آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہوگی' پھر اللہ تعالیٰ ایک حد مقرر فرمائے گا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس حد کی مطابق شفاعت فرمائیں گے۔

اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور لوگوں کو اتنا ہی علم ہے جتنا اس نے دیا: اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کے ماضی' حال اور مستقبل کو محیط ہے' وہ دنیا اور آخرت کے تمام امور کو تفصیلا جانتا ہے' اس کو ایک ذرہ کا علم بھی غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے' مثلاً ایک ذرہ کو کتنے انسانوں' کتنے جانورروں' کتنے جنات اور کتنے فرشتوں نے دیکھا' اس ایک ذرہ کی دیگر ذرات کے ساتھ کتنی نسبتیں ہیں' اس پر کتنے ہوا کے جھونکے اور کتنے

بارش کے قطرے گزرے، اس میں کتنے فائدے، کتنے نقصانات، کتنی حکمتیں ہیں، اس ذرہ کی کتنی عمر ہے، وہ کہاں کہاں رہا اور ایسی بیشمار وجوہ ہیں، تمام کائنات کا علم تو الگ رہا ایک ذرہ کے متعلق اللہ کا علم کتنا وسیع ہے انسان کی عقل اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی، مخلوق کو اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا وہ عطا فرماتا ہے۔

کرسی کی تفسیر

اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے: کرسی کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں، کرسی سے مراد علم ہے، اسی وجہ سے علماء کو بھی کراسی کہتے ہیں، یا اس لیے کہ انسان کرسی پر ٹیک لگاتا ہے اور اعتماد کرتا ہے اور علماء کا اعتماد بھی علم پر ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ کرسی سے مراد عظمت ہے، ایک قول یہ ہے کہ کرسی سے مراد ملک اور حکومت ہے۔ امام مقدسیؒ نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا کہ اللہ کی کرسی تمام آسمانوں اور زمینوں کو محیط ہے اور وہ اس طرح چرچراتی ہے جیسے نیا پالان سواروں کے بوجھ سے چرچراتا ہے۔ [۱]

کرسی کے متعلق حافظ سیوطیؒ نے بہت احادیث ذکر کی ہیں، ہم ان میں سے چند احادیث ذکر کر رہے ہیں:

امام ابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اگر سات آسمانوں اور سات زمینوں کو بچھا دیا جائے تب بھی وہ کرسی کے مقابلہ میں اس طرح ہیں جیسے ایک انگشتری کسی وسیع میدان میں پڑی ہو۔

امام ابن جریرؒ، امام ابن مردویہؒ اور امام بیہقیؒ نے حضرت ابوذرؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کرسی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر! سات آسمان اور سات زمینیں کرسی کے مقابلے میں اس طرح ہیں جیسے کسی جنگل میں انگوٹھی کا چھلہ پڑا ہو اور عرش کی فضیلت کرسی پر اس طرح ہے جیسے جنگل کی فضیلت اس انگوٹھی کے چھلے پر ہے۔

۱۔ (الاحادیث المختارہ ج ۱ ص ۲۲۸، مطبوعہ مکتبۃ النھضۃ الحدیثۃ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۰ھ)

امام ابوالشیخؒ نے ابو مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ کرسی عرش کے نیچے ہے۔ ①

علامہ آلوسی حنفیؒ لکھتے ہیں:

کرسی کا معنی ہے: جس پر کوئی شخص بیٹھے اور بیٹھنے کے بعد اس میں جگہ نہ بچے اور یہاں یہ کلام بہ طور تمثیل ہے' ورنہ کوئی کرسی ہے نہ کوئی بیٹھنے والا' اکثر متاخرین نے یہی کہا ہے تاکہ اللہ کے لیے جسم ہونا لازم نہ آئے' اور احادیث میں بھی استعارہ ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور حق وہی ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور تو ہم جسمیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات کا انکار لازم آئے گا اور متقدمین نے یہ کہا کہ یہ متشابہات میں سے ہے اور حقیقت میں اس سے کیا مراد ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ ②

آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت اللہ کو نہیں تھکاتی:

آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت اللہ پر بھاری اور دشوار نہیں ہے بلکہ اللہ کے نزدیک بہت سہل اور آسان ہے' وہ ہر چیز کو قائم رکھنے والا اور ہر چیز کا محافظ اور نگہبان ہے' وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے' اس کا ارادہ اٹل ہے اور جس کا وہ ارادہ کر لے اس کو ضرور کر گزرتا ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے اور ہر شے سے بلند اور برتر ہے۔ اور وہی سب سے عظیم ہے' کبریائی اور بڑائی اسی کو زیبا ہے۔

آیت الکرسی کے فضائل

حافظ سیوطیؒ بیان کرتے ہیں:

۱۔(الدرالمنثور ج ۲ ص ۳۱۳' ۳۱۲۔ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

۲۔(روح المعانی ج ۳ ص ۱۰' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

امام احمدؒ ‘امام مسلمؒ ‘امام ابوداؤدؒ اور امام حاکمؒ ‘ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے (امتحانا) سوال کیا کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ انھوں نے کہا: آیۃ الکرسی! آپ نے فرمایا: اے ابوالمنذر! تم کو یہ علم مبارک ہو۔

امام بخاریؒ نے اپنی "تاریخ" میں‘ امام طبرانی اور امام ابونعیمؒ نے مستند راویوں سے روایت کیا ہے: حضرت ابن الاسقع بکریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن مجید کی کوئی سی آیت سب سے عظیم ہے؟ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: (آیت) "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم"۔ (البقرہ: ۲۵۵) اور پوری آیت پڑھی۔

امام بیہقیؒ نے "شعب الایمان" میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کو پڑھا‘ اللہ تعالیٰ اس کو دوسری نماز تک اپنی حفاظت میں رکھتا ہے اور آیت الکرسی کی حفاظت صرف نبی‘ صدیق یا شہید ہی کرتا ہے۔

امام بیہقیؒ نے "شعب الایمان" میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کو پڑھے اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہوگی اور وہ مرتے ہی جنت میں داخل ہو جائے گا۔ [۱]

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ سورہ بقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآنی آیات کی سردار ہے وہ جس گھر میں پڑھی جائے اس سے شیطان نکل جاتا ہے۔ [۲]

۱۔ (امام نسائی از حضرت ابوامامہ‘ سنن کبریٰ ج ٦ ص ٣٠‘ عمل الیوم واللیلۃ ص ٤٩‘ امام طبرانی از حضرت ابوامام‘ المعجم الکبیر ج ٨ ص ١١٤‘ مسند الشامیین ج ٢ ص ٩‘ کتاب الدعاء ص ٢١٤‘ امام ابن السنی‘ عمل الیوم واللیلۃ ص ٤٣‘ حافظ الہیثمی‘ مجمع الزوائد ج ١٠ ص ١٠٢)

۲۔ (مظہری بحوالہ ترمذی وحاکم ١-٣٦١)

حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ آیت الکرسی ثواب کے اعتبار سے چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ [1]

امام بخاریؒ ' امام نسائیؒ ' اور امام ابونعیمؒ نے " دلائل " میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے زکوۃ کی حفاظت پر مامور کیا' ایک شخص آیا اور مٹھی بھر طعام لے جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے جاؤں گا' اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو' میں محتاج اور عیال دار ہوں اور مجھے بڑی سخت ضرورت تھی' میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ صبح کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے ابو ہریرہؓ گزشتہ رات کے تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس نے اپنی سخت حاجت بیان کی' مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' آپ نے فرمایا: وہ جھوٹا ہے اور وہ پھر آئے گا' مجھے یقین ہو گیا کہ وہ پھر آئے گا تو میں اس کی گھات لگا کر بیٹھا' وہ آیا اور مٹھی بھر طعام لے جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ کے پاس لے جاؤں گا' اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو' میں ضرورت مند اور عیال دار ہوں' میں دوبارہ نہیں آؤں گا' مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا' صبح کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: گزشتہ رات کے تمہارے قیدی کا کیا ہوا'؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے اپنی اور اپنے عیال کی سخت مجبوری بیان کی' مجھے ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا آپ نے فرمایا: وہ جھوٹا ہے اور پھر آئے گا۔ میں تیسری رات پھر اس کی گھات میں بیٹھا' وہ آیا اور پھر مٹھی بھر کے طعام لے جانے لگا' میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: آج آخری بار ہے' میں تجھ کو ضرور

۱۔ (مظہری بحوالہ مسند احمد ۳۶۱-۱)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے جاؤں گا' تو یہ کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا اور پھر آجاتا ہے' اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو میں تم کو چند ایسے کلمات بتاتا ہوں جن سے تم کو نفع ہوگا' میں نے پوچھا: وہ کون سے کلمات ہیں؟ اس نے کہا: جب تم بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھنا تو صبح تک اللہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تمہارے پاس صبح تک شیطان نہیں آئے گا' صبح کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ہے تو وہ جھوٹا لیکن یہ بات اس نے سچ کہی ہے۔ (۱)

امام ابن الضریسؒ نے حضرت قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص بستر پر لیٹ کر آیۃ الکرسی پڑھتا ہے صبح تک دو فرشتے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ (۲)

علامہ ابن منظور افریقیؒ لکھتے ہیں:

کرسی لغت میں اس چیز کو کہتے جس پر ٹیک لگا کر بیٹھا جاتا ہے' ثعلب نے کہا: کرسی وہ ہے جو عرب کے نزدیک بادشاہوں کی کرسی کی حیثیت سے معروف ہے (ٹیک لگانے کی قید سے کرسی تخت سے ممتاز ہوگئی)۔ (۳)

علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں:

زمخشریؒ نے کہا ہے کہ کرسی وہ ہے جس پر بیٹھنے کے بعد مقعد سے زائد جگہ نہ بچے (یہ تخت اور کرسی میں فرق ہے' تخت پر بیٹھنے کے بعد جگہ باقی رہتی ہے اور کرسی میں نہیں رہتی)۔ (۴)

۱۔[بخاری، کتاب الوکالۃ، باب إذا وکل رجلاً فترک الوکیل شیءا۔۔الخ:۲۳۱۱، ۵۰۱۰]

۲۔(الدرالمنثور ج۱ ص ۳۲۷۔۳۲۲ "مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

۳۔(لسان العرب ج ۶ ص ۱۹۴ مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ' قم' ایران ۱۴۰۵ھ)

۴۔(عمدۃ القاری ج۱ ص ۶۶' ج ۹ ص ۲۳۷' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

سیدنا موسیٰ اور خضر (علیہ السلام) کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ایک چڑیا نے سمندر میں ایک یا دو ٹھونگے مارے، تو خضر (علیہ السلام) نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا کہ میرے علم اور آپ کے علم نے اللہ کے علم سے کم نہیں کیا مگر جتنا اس چڑیا کے ٹھونگے نے سمندر سے کیا ہے۔ [۱]

قرآن مجید' احادیث اور آثار سے کرسی پر بیٹھنے اور چار زانو بیٹھنے کا جواز:

قرآن مجید سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کرسی پر بیٹھتے تھے:

(آیت) "ولقد فتنا سلیمن والقینا علی کرسیہ جسدا"۔ (ص:٣٤)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا۔

رسو اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت جبرائیلؑ کو ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا' امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس وقت میں جا رہا تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی' میں نے نظر اوپر اٹھائی تو دیکھا کہ جو فرشتہ میں نے حرا میں دیکھا تھا وہ زمین وآسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ [۲]

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خود بھی کرسی پر بیٹھے ہیں' امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو رفاعہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچا' اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک مسافر آیا ہے وہ دین کے متعلق سوال کر رہا ہے وہ نہیں جانتا کہ اس کا دین کیا ہے؟ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خطبہ چھوڑ کر میری

١۔[بخاری، کتاب العلم: باب مایستحب للعالم،۔۔الخ:۱۲۲]

٢۔(صحیح بخاری ج ١ص ٣' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ١٣٨١ھ)

طرف متوجہ ہو گئے حتی کہ میرے پاس آئے' ایک کرسی لائی گئی' آپ اس پر بیٹھ گئے' میرا گمان ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے' پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ کے دیئے ہوئے علم سے مجھے دین کی تعلیم دی پھر آ کر اپنا خطبہ مکمل کیا۔ (۱)

علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کرسی پر اس لیے بیٹھے تھے کہ سب لوگ آپ کا کلام سنیں اور آپ کی زیارت کریں۔ (۲)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھر میں بھی کرسی تھی' امام احمدؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: گزشتہ رات میں نے گھر میں آہٹ سنی تو باہر جبرائیل (علیہ السلام) تھے' میں نے کہا: آپ گھر کے اندر کیوں نہیں آتے؟ کہا: گھر میں کتا ہے' میں نے گھر جا کر دیکھا تو کرسی کے نیچے حسن کے کتے کا بچہ تھا۔ (۳)

حضرت عمرؓ بھی کرسی پر بیٹھے تھے' امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

ابو وائلؓ بیان کرتے ہیں کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا اور کہا: اس بیٹھنے کی جگہ پر حضرت عمرؓ بھی بیٹھے تھے۔ (۴)

اور متعدد احادیث میں ہے کہ حضرت علیؓ بھی کرسی پر بیٹھے تھے امام نسائیؒ روایت کرتے ہیں:

۱۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

۲۔ (علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ' (شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ) اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۲ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۸۰' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

۳۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۷' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ)

۴۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

عبد خیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے لیے کرسی لائی گئی اور وہ اس پر بیٹھے۔ (۱)

امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک غزوہ میں بھیجے ہوئے بارہ صحابہؓ کے متعلق فرمایا: وہ شہید ہوگئے، ان کے چہرے جنت میں چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے تھے ان کے لیے سونے کی کرسیاں لائی گئیں۔ (۲)

کرسی پر بیٹھنے کے جواز کو بیان کرنے کے بعد اب ہم چارزانو (آلتی پالتی مار کر) بیٹھنے کا جواز بیان کر رہے ہیں۔

امام ابوداؤدؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اچھی طرح سورج نکلنے تک چارزانو بیٹھے رہتے تھے۔ (۳)

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (۲۵۶)

دین میں کوئی جبر نہیں ہے ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے تو جو کوئی بھی طاغوت

۱۔ (سنن نسائی ج۱ ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی) امام نسائی نے اس حدیث کو دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام احمد نے بھی اس کو دو سندوں سے روایت کیا ہے۔ (مسند احمد ج۱ ص ۱۳۹۔۱۲۲، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

۲۔ (مسند احمد ج۳ ص ۱۳۵، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ)

۳۔ (سنن ابوداؤد ج۲ ص ۳۱۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور ۱۴۰۵ھ)

کا انکار کرے اور پھر اللہ پر ایمان لائے تو اس نے بہت مضبوط حلقہ تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

شان نزول: لا اکراہ فی الدین"

امام ابوداؤدؒ، نسائیؒ اور ابن حبانؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے، ایک عورت کے ہاں پیدا ہونے والا لڑکا زندہ نہیں رہتا تھا تو اس نے یہ منت (نذر) مانی کہ اگر اس کا لڑکا زندہ رہا تو وہ اسے یہودی بنادے گی جب یہودیوں کا قبیلہ بنونصیر جلاوطن کیا گیا تو وہ بچہ بھی انصار کی اولاد میں سے ان کے ساتھ جا رہا تھا، انصار بولے ہم تو اپنی اولاد کو نہیں چھوڑیں گے (یعنی یہود کے ساتھ جانے نہیں دیں گے بلکہ اس کو اپنی جماعت میں شامل کریں گے) اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ دین میں زبردستی نہیں۔

اور ابن جریرؒ نے سعیدؒ یا عکرمہؒ کے واسطہ سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ (آیت) "لا اکرہ فی الدین"۔ انصار میں سے ایک شخص حسین نامی سالم بن عوف کی اولاد کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، ان کے دولڑکے نصرانی تھے اور یہ مسلمان تھے، انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ اگر وہ دونوں نصرانیت کے علاوہ اور کسی دین کو قبول نہیں کرتے تو ان کو اسلام لانے پر مجبور کروں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

دین میں جبر نہ ہونے کی تحقیق

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

اس سے پہلے آیت الکرسی میں اللہ عزوجل کی صفات بیان کی گئی تھیں، اور یہ بتایا گیا تھا کہ تمام آسمانوں میں صرف اسی کی سلطنت ہے اور آسمانوں اور زمینوں کی حفاظت سے اس کو تھکاوٹ نہیں ہوتی اور اس کو ہر چیز کا علم ہے، اور جب انسان نے یہ جان لیا تو پھر اس کے اسلام قبول کرنے اور اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور انسان اگر اس کائنات میں غور و فکر کرے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والا اور اس کو باقی رکھنے والا وہی رب عظیم ہے، اب اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ اللہ کی ذات وصفات کو جاننے کے بعد انسان از خود اس پر ایمان لانا چاہیے اور اس کے لیے کسی جبر واکراہ کی ضرورت نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ منشاء نہیں ہے کہ لوگ جبرا اسلام میں داخل ہوں۔

(آیت) "ولوشاء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعا، افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین"۔ (یونس: ۹۹)

ترجمہ: اور اگر آپ کا رب چاہتا تو زمین میں جتنے لوگ ہیں سب ہی ایمان لے آتے تو کیا آپ لوگوں ایمان لانے پر مجبور کریں گے۔

(آیت) "وقل الحق من ربکم فمن شآء فلیؤمن ومن شآء فلیکفر"۔ (الکھف: ۲۹)

ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیے کہ یہ حق (ہے) تمہارے رب کی طرف سے سو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

امام ابن جریرؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک قبیلہ بنو سالم بن عوف کے حصین نامی ایک شخص کے دو بیٹے نصرانی تھے اور وہ خود مسلمان تھے' انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا کہ ان کے بیٹے اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں کیا وہ ان کو جبراً مسلمان کریں تو یہ آیت نازل ہوئی کہ دین میں جبر نہیں ہے۔ ١

"دین میں جبر نہیں ہے" (البقرہ:٢٥٦) اس آیت کے متعلق علماء تفسیر کا اختلاف ہے' بعض علماء نے کہا: یہ آیت اس دور میں نازل ہوئی جب کفار سے جہاد اور قتال کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' جب ان کی زیادتیوں پر معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم تھا' اور یہ حکم تھا کہ ان کی برائی کو اچھائی سے دور کرو اور عمدہ طریقہ سے ان سے بحث کرو' اور جب جاہل مسلمانوں سے بات کرتے تو وہ سلام کہتے۔ اور جب جہاد اور قتال کی آیات نازل ہوئیں تو ان آیات کا حکم منسوخ ہوگیا' جہاد اور قتال کی بعض آیات یہ ہیں:

(آیت) "یایھا النبی جاھدا لکفار والمنفقین واغلظ علیھم"۔ (التوبہ:٧٣)

ترجمہ: اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

(آیت) "فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم"۔ (التوبہ:٥)

ترجمہ: پس تم مشرکین کو جہاں بھی پاؤ انھیں قتل کردو۔

(آیت) "وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ"۔ (الانفال:٣٩)

ترجمہ: اور کافروں سے قتال کرتے رہو حتی کہ کفر کا غلبہ نہ رہے اور (پورا) دین صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔

١۔ (جامع البیان ج ٣ ص ١٠' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ١٤٠٩ ھ)

امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی گواہی دیں جب وہ ایسا کرلیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے ماسوا حق اسلام کے اوران کا حساب اللہ پر ہے۔ [۱]

اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ آیت اہل کتاب کے ساتھ مخصوص ہے یعنی جو لوگ کسی دین کو ماننے والے ہیں ان پر دین اسلام کو قبول کرنے کے معاملہ میں جبر نہیں کیا جائے گا اور رہے کفار اور بت پرست جن کا کسی آسمانی دین سے تعلق نہیں ہے تو ان کے اور ہمارے درمیان صرف تلوار ہے' وہ اسلام قبول کرلیں ورنہ ان کو قتل کردیا جائے گا' اس کے برخلاف یہود و نصاریٰ اگر جزیہ ادا کردیں تو ان سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا امام ابن جریرؒ کا بھی یہی نظریہ ہے اوراس کی تائید حسب ذیل احادیث سے ہوتی ہے' امام ابن جریرؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ حکم دیا گیا کہ جزیرہ عرب میں بت پرستوں سے قتال کریں اس لیے آپ نے ان سے "لا الہ اللہ" یا تلوار کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کیا' اور باقی لوگوں سے جزیہ کو قبول کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: دین میں جبر نہیں ہے۔

زید بن اسلم نے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ میں دس سال رہے اور آپ کسی شخص پر دین میں جبر نہیں کرتے تھے اور مشرکین آپ سے قتال کرنے کے سوا اور کسی بات کو نہیں مانے' تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے قتال کرنے کی اجازت دی۔ [۲]

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۲' ۱۱ مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفیؒ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اہل کتاب جب جزیہ ادا کردیں تو وہ اہل اسلام کے حکم میں داخل ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مشرکین عرب سے تلوار یا اسلام کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں کیا اور جو مشرک بھی یہودی یا نصرانی ہوجائے اس کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ ①

غیر مسلم سکالرز اور مستشرقین، اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، اس سے مرعوب ہو کر ہمارے بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ بتادیا گیا ہے کہ "دین میں جبر نہیں ہے اور جہاد کا حکم صرف مدافعانہ جنگ کے لیے ہے یعنی جب کوئی قوم مسلمانوں پر حملہ آور ہو تو وہ اپنے تحفظ اور دفاع کے لیے جہاد کریں حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔

یہ آیت کریمہ دین اسلام کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور اس میں اس بات کا بیان ہے کہ دین اسلام کی صداقت کے دلائل و براہین واضح ہیں، اس لیے ضرورت ہی نہیں کہ کسی کو اس میں داخل ہونے پر مجبور کیا جائے۔ اگر کوئی شخص اس میں داخل ہوتا ہے تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے اسے حق قبول کرنے کی توفیق دی اور اگر وہ کفر کی راہ اختیار کرتا ہے تو گویا اللہ نے اس کے دل کی روشنی چھین لی اور اس کی آنکھ اور کان پر مہر لگادی۔

اب اگر ایسے آدمی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور بھی کیا جائے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ حق قبول کرنے کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ آگے فرمایا کہ دین اسلام آنے کے بعد لوگ دو جماعتوں میں بٹ

۱۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۴۵۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

گئے۔ایک جماعت نے اسلام قبول کیا اور طاغوت کا انکار کیا تو اس نے دین کی اصل اور بنیاد کو مضبوطی سے تھام لیا اور دوسرے لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور طاغوتی طاقتوں سے رشتہ استوار کیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔تاریخ شاہد ہے کہ مجاہدین اسلام نے جب بھی کوئی شہر یا علاقہ فتح کیا تو وہاں کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ انھیں اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے دین پر رہیں اور جزیہ دیں، اسلامی حکومت ان کی حفاظت کرے گی۔

جہاد سے متعلق آیات کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ اسلامی حکومت کو دشمنان اسلام کی سازشوں سے محفوظ کر دیا جائے، اللہ کا دین غالب ہو، شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہو اور کسی دشمن کی طرف سے خطرہ ہو تو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے دفاع میں پیش قدمی کی جائے۔اس لیے بعض لوگوں کا یہ خیال، کہ یہ آیت آیات جہاد کے ذریعے منسوخ ہے، صحیح نہیں۔اسی طرح مرتد کا قتل بھی اس آیت کے خلاف نہیں ہے، اس لیے کہ اسلام میں داخل ہونے پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا، لیکن جب ایک شخص اپنی مرضی سے اس میں داخل ہو گیا تو اگر وہ چوری کرے گا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر شادی شدہ ہو کر زنا کرے گا تو اسے رجم کر دیا جائے گا، تاکہ مسلم معاشرہ کو اس کی اور اس جیسوں کی انارکیوں اور شر وفساد سے بچایا جائے۔اسی طرح حاکم وقت کا یہ فرض ہے کہ اگر کوئی شخص دوبارہ کفر کو قبول کر لے تو اسے قتل کر دے، تاکہ مسلم معاشرہ کو مذہبی انتشار سے بچایا جائے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اسلام قبول کرنے سے پہلے انصار میں سے) اگر کسی عورت کے بچے زندہ نہ رہتے تو وہ یہ نذر مان لیتی تھی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اس کو یہودی بنا دے گی۔پھر جب بنونضیر (کے یہود) کو جلاوطن کیا گیا تو ان میں انصار کے کئی لڑکے بھی تھے۔انصار نے کہا، ہم ان کو

نہیں چھوڑیں گے (ہم ان کو زبردستی مسلمان بنائیں گے) اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

(لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ)۔ [1]

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ: "طاغوت" سے مراد کسی چیز کا اپنی حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔ تمام باطل معبود طاغوت ہیں کیونکہ انھیں حد سے بڑھا کر اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیا گیا۔ شیطان کو بھی اسی لیے طاغوت کہتے ہیں۔ جو شخص لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنی بندگی اور اطاعت کرواتا ہے وہ بھی طاغوت ہے۔

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى: سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں، باغ کے وسط میں ایک ستون ہے اور اس ستون کے اوپر والے حصہ پر ایک حلقہ ہے۔ کسی نے مجھ سے کہا اس پر چڑھو۔ میں نے کہا، میں نہیں چڑھ سکتا۔ اتنے میں ایک خادم آیا، اس نے میرے کپڑے اٹھائے تو میں اس ستون پر چڑھ گیا اور اس حلقہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ جب میں جاگا تو اس وقت تک میں اس حلقہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے یہ خواب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: "وہ باغ اسلام ہے، وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ حلقہ "العروۃ الوثقی" یعنی مضبوط کڑا ہے اور اے عبداللہ! تم اسلام کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے یہاں تک کہ تمھیں موت آ جائے۔ [2]

۱۔ [أبوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی الأسیر یکره علی الإسلام: ۲۶۸۲]

۲۔ [بخاری، کتاب التعبیر، باب التعلیق بالعروة والحلقة: ۷۰۱۴]

﴿ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ ﴾

اللہ ولی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لاتے ہیں۔ وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اولیا طاغوت ہیں' وہ ان کو روشنی سے تاریکیوں کی طرف لاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں آگ والے۔ اور یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

شان نزول: ولی الذین امنوا"

ابن جریرؒ نے عبدۃ ابن ابی لبابہؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ وہ حضرات ہیں جو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لائے اور پھر جب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے تو آپ پر یہ ایمان لائے، ان ہی حضرات کے بارے میں یہ آیت مبارکہ اتری ہے۔

اور مجاہدؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک جماعت حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لائی تھی اور ایک جماعت نے ان کا انکار کیا تھا، جب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبعوث ہوئے تو جن لوگوں

نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا انکار کیا تھا، وہ آپ پر ایمان لے آئے اور جو حضرت (علیہ السلام) پر ایمان لائے تھے، انھوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا انکار کردیا، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ [۱]

اندھیرے سے اجالے کی طرف اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کی رضامندی کے طلبگار کو وہ سلامتی کی راہنمائی کرتا ہے اور شک وشبہ کے کفروشک کے اندھیروں سے نکال کر نورحق کی صاف روشنی میں لا کھڑا کرتا ہے، کفار کے ولی شیاطین ہیں جو جہالت وضلالت کو کفروشرک کو مزین کر کے انھیں ایمان سے اور توحید سے روکتے ہیں اور یوں نورحق سے ہٹا کر ناحق کے اندھیروں میں جھونک دیتے ہیں، یہی کافر ہیں اور ہمیشہ یہ دوزخ میں ہی پڑے رہیں گے، لفظ نور کو واحد لانا اور ظلمات کو جمع لانا اس لیے ہے کہ حق اور ایمان اور سچا راستہ ایک ہی ہے اور کفر کی کئی قسمیں ہیں، کافروں کی بہت سی شاخیں ہیں جو سب کی سب باطل اور ناحق ہیں جیسے اور جگہ ہے آیت (وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ)۔ الانعام:153) میری سیدھی راہ یہی ہے تم اسی کی تابعداری کرو اور، اور راستوں پر نہ چلو ورنہ اس راہ سے بھٹک جاؤ گے۔ یہ وصیت تمہیں تمہارے بچاؤ کیلئے کردی اور جگہ ہے آیت (وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ)۔ الانعام:1) اور بھی اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حق ایک ہی ہے، اور باطل میں تفرق وانتشار ہے، حضرت ایوب بن خالد فرماتے ہیں، اہل ہوا یا اہل فتنہ کھڑے کئے جائیں گے جس کی چاہت صرف ایمان ہی کی ہو وہ تو روشن صاف اور نورانی ہوگا اور جس کی خواہش کفر کی ہو وہ سیاہ اور اندھیروں والا ہوگا، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ [۲]

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔ تفسیر ابن کثیر

آیت: نمبر ۲۵۷ ۔قولہ تعالیٰ (آیت) "اللہ ولی الذین امنو"۔الولی فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل ہے۔ علامہ خطابیؒ نے کہا ہے: الولی الناصر ینصر عبادہ المؤمنین۔ یعنی الولی کا معنی مددگار ہے وہ اپنے مومن بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (آیت) "اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور"۔ اللہ تعالیٰ مددگار ہے ایمان والوں کا نکال لے جاتا ہے انھیں اندھیروں سے نور کی طرف) اور مزید فرمایا: (آیت) "ذلک بان اللہ مولی الذین امنوا وان الکفرین لا مولی لھم"۔ ترجمہ: (محمد) یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار ہے اور کفار کا کوئی مددگار نہیں۔

حضرت قتادہؒ نے کہا ہے: الظلمات سے مراد گمراہی اور نور سے مراد ہدایت ہے اور اسی معنی کو ضحاکؒ اور ربیعؒ نے بیان کیا ہے۔ اور حضرت مجاہدؒ اور عبدۃ بن ابی لبابہؒ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد (آیت) "اللہ ولی الذین امنو"۔ یہ ایسی قوم کے بارے میں نازل ہوا جو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ ایمان لائے اور جب حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے تو انھوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کفر کیا، پس یہی انھیں نور سے اندھیروں کی جانب نکالنا ہے۔ ابن عطیہؒ نے کہا ہے: گویا یہ اعتقاد رکھنے والے نے نور معتقد میں محفوظ رکھ دیا اور اس سے اندھیروں کی جانب نکل گیا۔ آیت کا لفظ اس تخصیص مستغنی ہے، بلکہ یہ تو ہر کفر کرنے والی جماعت میں مترتب ہوتا ہے جس کے بعض افراد ایمان لے آئے ہوں جیسا کہ عرب (۱) (المحرر الوجیز، جلد۱، صفحہ ۳۴۵ دار الکتب العلمیہ) اس لیے کہ ان میں سے جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ اس کا مددگار ہے اور اس نے اسے کفر کی تاریکی سے نور ایمان کی طرف نکال دیا اور جس نے نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) داعی مرسل کی تشریف آوری کے بعد کفر کیا تو اس کا شیطان اسے گمراہ کرنے والا ہے، گویا کہ اس نے اسے ایمان سے نکال دیا، جبکہ وہ اس کے

لیے تیار اور اس میں داخل ہونے کے اہل تھا اور اس نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کا حکم لگا دیا، ایمان سے پھیرتے ہوئے، اس سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کرتا ہے۔اور حسنؒ نے اولیاء ھم الطواغیت پڑھا ہے، مراد شیاطین ہیں۔ واللہ اعلم۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ﴿٢٥٨﴾ ﴾

کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیمؑ سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، اس لیے کہ اللہ نے اسے حکومت دی تھی، جب ابراہیمؑ نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے، اس نے کہا میں زندگی بخشتا اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا پھر اللہ تو سورج کو مشرق سے لاتا ہے، پس تو اسے مغرب سے لے آ، تو وہ جس نے کفر کیا تھا حیرت زدہ رہ گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں

دیتا۔

ربط آیات

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور کفار کا ذکر فرمایا تھا کہ اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے ،ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جنہوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے۔ان کے ساتھ طاغوت یا شیطان ہیں، جو انھیں ایمان کی روشنی سے نکال کر کفر کے اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں، گویا دو قسم کے گروہوں کا ذکر ہوا۔ایک اولیاء الرحمن یعنی وہ لوگ جن کا ولی اللہ تعالیٰ خود ہے۔ وہ رحمن کے دوست ہیں اور دوسرا گروہ اولیاء الشیطان کا ہے، جنہوں نے طاغوت کو اپنا دوست بنا رکھا ہے۔آج کے درس سے شروع ہونے والے رکوع میں اللہ جل جلالہ نے انھیں دو قسم کے گروہوں کے متعلق بات کی وضاحت کے لیے تین مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ ج میں مسئلہ توحید، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حیات بعد الموت کا مسئلہ اچھی طرح سے سمجھایا ہے۔پہلی آیت میں اللہ نے اپنی قدرت اور ضعف کو سمجھایا ہے اور ساتھ توحید خالص کی وضاحت فرمائی ہے۔دوسری اور تیسری آیت میں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا مسئلہ بیان فرمایا ہے اور توحید کا ذکر کیا ہے اس طرح ان آیات کو پہلی آیات کے ساتھ ربط ہے۔

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور نمرود کے درمیان مباحثہ

امام ابن جریرؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کے سامنے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اللہ کے رب ہونے پر

دلیل پیش کی تھی اس کا نام نمرود بن کنعان تھا' یہ زمین پر پہلا بادشاہ تھا' اس نے بابل میں قلعہ بنایا تھا اور یہ پہلا شخص تھا جو اللہ کی ربوبیت پر دلیل قائم ہونے کے بعد زمین پر لاجواب اور حیران ہوا۔

زید بن اسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ زمین پر سب سے پہلا بادشاہ نمرود تھا' لوگ اس کے پاس خوراک طلب کرنے کے لیے جاتے تھے ایک دن لوگوں کے ساتھ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) بھی اس کے پاس گئے' وہ لوگوں سے پوچھتا تمہارا رب کون ہے؟ لوگ کہتے کہ آپ ہیں' حتیٰ کہ جب وہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس سے گزرا تو پوچھا: تمہارا رب کون ہے؟ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: جو لوگوں کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے؟ اس نے کہا: میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں' حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال' تو وہ کافر حیران اور لاجواب ہو گیا' پھر اس نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو خوراک اور طعام دیئے بغیر واپس کر دیا' واپسی میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا ایک ریت کے ٹیلہ سے گزر ہوا' انھوں نے سوچا کیوں نہ میں کچھ ریت کپڑے میں باندھ کر لے جاؤں تاکہ گھر والوں کو' کوئی بندھی ہوئی چیز دیکھ کر تسکین ہو' گھر جا کر انھوں نے گٹھڑی کو رکھ دیا' اہلیہ نے کھول کر دیکھا تو وہ بہترین طعام تھا' حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے جان لیا کہ یہ طعام انھیں اللہ نے دیا ہے' پھر اللہ نے بادشاہ کی طرف ایک فرشتہ بھیجا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے' اللہ اسے اس کے ملک پر برقرار رکھے گا' نمرود نے کہا: میرے سوا اور کون رب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس تین بار فرشتے کو بھیجا اس نے ہر بار انکار کیا پھر فرشتے نے اس سے کہا تم تین دن کے اندر اپنے سب لوگوں کو جمع کر لو سب لوگ جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر مچھر چھوڑ دیئے مچھروں نے ان لوگوں کا گوشت کھا لیا اور خون پی لیا اور وہ لوگ صرف ہڈیوں کا پنجر رہ گئے اللہ تعالیٰ نے

ایک مچھر اس کے نتھنے کے ذریعہ اس کے دماغ میں بھیج دیا چار سو سال تک نمرود کے سر کو ہتھوڑوں سے کوٹا جاتا تھا' چار سو سال تک وہ اس عذاب میں مبتلا رہا' لوگ اس کو دیکھ کر رحم کھاتے تھے' بالآخر وہ مرگیا' یہ وہی شخص ہے جس نے آسمان کی جانب ایک قلعہ بنایا تھا' اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بیشک ان سے پہلے لوگوں نے فریب کیا تو اللہ نے ان کی عمارت بنیادوں سے اکھاڑ دی' سو ان پر ان کے اوپر سے چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں سے انھیں وہم وگمان بھی نہیں تھا۔

ربیع ؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے تو نمرود نے دو آدمیوں کو بلایا' ایک کو چھوڑ دیا اور دوسرے کو مار دیا' حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: بیشک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال تو پھر وہ کافر حیران اور لاجواب ہوگیا۔

سدی ؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو آگ سے نکال کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا' اس سے پہلے وہ بادشاہ کے سامنے پیش نہیں ہوئے تھے' بادشاہ نے ان سے بات کی اور پوچھا: تمہارا کون ہے؟ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' نمرود نے کہا میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں' اس نے چار آدمیوں کو بلایا اور ان کا کھانا پینا بند کردیا' جب وہ بھوک سے مرنے لگے تو اس نے ان میں سے دو آدمیوں کو کھلایا اور پلایا' وہ زندہ رہے اور باقی دو کو بدستور بھوکا رکھا' وہ مرگئے تب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے جانا کہ اس کو اپنی سلطنت میں اقتدار حاصل ہے اور وہ اس طرح کے کام کرسکتا ہے' تب پھر انھوں نے کہا: بیشک میرا رب سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اس کو مغرب سے نکال' یہ سن کر وہ حیران اور لاجواب ہوگیا' اس نے کہا: یہ شخص مجنون ہے اس کو لے جاؤ' کیا تم نے نہیں دیکھا اس نے تمہارے خداؤں پر جرات کی اور انھیں توڑ دیا

اورآگ اس کو جلانہیں سکی اور نمرود کو یہ ڈر تھا کہ وہ اپنی قوم کے سامنے رسوا ہو جائے گا' پھر اس نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو نکالنے کا حکم دیا۔ [۱]

میں (مفسر) کہتا ہوں: ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے ابوصالح ؒ سے بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) طعام لانے کے لیے چلے اور آپ اس پر قادر نہ ہو سکے، تو آپ سرخ موٹی ریت کے پاس سے گزرے تو آپ نے اس سے بورے بھر لیے اور پھر اپنے گھروں والوں کی طرف واپس لوٹ آئے، تو انھوں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ سرخ گندم ہے پس انھوں نے اسے کھولا تو اسے سرخ گندم ہی پایا اور جب اس میں سے کچھ کاشت کی تو جڑ سے شاخ کے سرے تک سٹہ نکلا جو دانوں سے بھرا ہوا تھا۔ [۲]

ابن المنذرؒ نے ابن جریج ؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے لفظ آیت "الم تر الی الذی حاج ابرہم" کے بارے میں روایت کیا کہ یہ نمرود بن کنعان تھا جس نے ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ مناظرہ کیا تھا۔ لوگ گمان کرتے تھے کہ یہ پہلا آدمی تھا جو زمین میں بادشاہ بنا تھا۔ اس کے پاس دو آدمی لائے گئے ان میں سے ایک کو قتل کر دیا گیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا گیا۔ اور کہنے لگا میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اور اس نے کہا کہ میں اس طرح زندہ کرتا ہوں یعنی جس کو چاہتا ہوں قتل کر دیتا ہوں۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ ہم یہ بیان کیا کرتے تھے کہ وہ بادشاہ تھا جس کو نمرود بن کنعان کہا جاتا تھا، وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے زمین میں ظلم کیا، اور اس نے بابل شہر میں محل بنوایا تھا ہم کو یہ بیان کیا گیا کہ اس نے دو آدمیوں کو بلوایا ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو زندہ چھوڑ دیا۔

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۸۔۱۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱٤٠٩ھ)

۲۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۶، صفحہ ۳۳۰، حدیث نمبر ۳۱۸۱۹، الزمان للثقافۃ والعلوم مدینہ منورہ)

اور کہنے لگا میں زندہ کرتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اور قتل کر دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں۔

چار بڑے بادشاہ

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " قال انا احی وامیت" سے مراد ہے کہ نمرود نے کہا میں قتل کر دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اور زندہ کر دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں یعنی اس کو زندہ چھوڑ دیتا ہوں۔ اور اس کو قتل نہیں کرتا ہوں۔ اور فرمایا زمین کے بادشاہ اس کے مشرق کے اور اس کے مغرب کے چار آدمی رہے ہیں دو مومن تھے دو کافر تھے۔ سلیمان بن داؤدؑ اور ذوالقرنینؒ دونوں مومن بادشاہ تھے۔ اور بخت نصر اور نمرود بن کنعان دونوں کافر بادشاہ تھے۔ ان کے علاوہ پوری زمین کا کوئی بادشاہ نہیں بنا۔ [۱]

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ جب ابراہیم (علیہ السلام) آگ میں سے نکل آئے تو ان کو بادشاہ کے پاس لے جایا گیا، اس سے پہلے وہ اس کے پاس نہیں گئے تھے، اس نے آپ سے بات کی اور کہا تیرا رب کون ہے؟ آپ نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، نمرود نے کہا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں، (جیسے) میں چار آدمیوں کو گھر میں داخل کرتا ہوں وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ بھوک سے ہلاک ہونے کے قریب آتے ہیں (پھر ان میں سے) دو کو میں کھلاتا ہوں اور پلاتا ہوں لہٰذا وہ دونوں زندہ رہتے ہیں اور دو کو میں اس طرح بھوکا رکھتا ہوں تو وہ دونوں مر جاتے ہیں۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے جان لیا کہ وہ اسی طرح کرتا ہے (پھر) اس سے فرمایا میرا رب سورج کو مشرق سے لاتا ہے اور تو اس کو مغرب سے لے آ تو (یہ بات سن

۱۔ تفسیر الدر منثور

کر) وہ کافر حیرانی میں پڑ گیا۔ اور کہنے لگا یہ شخص پاگل ہے اس کو نکال دو۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس نے اپنے جنون کی وجہ سے تمہارے معبودوں پر اتنی جرات کی کہ اس کو توڑ دیا۔ (اسی لیے) اس کو آگ نے نہیں کھایا یا بادشاہ کو خوف ہوا کہ قوم کے سامنے کہیں ابراہیم اسے رسوانہ کریں۔

ابوالشیخؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واللہ لا یھدی القوم الظلمین" سے مراد ہے (اللہ تعالیٰ قوم کو ہدایت نہیں فرماتے) ایمان کی طرف۔ ①

﴿ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٥٩﴾ ﴾

یا اس شخص کی طرح سے جو گزرا ایک بستی پر اور وہ اس حال میں تھی کہ چھتوں پر اس

۱۔ تفسیر الدر منثور

کی دیواریں گری پڑی تھی، یہ شخص کہنے لگا کہ اللہ کیونکر زندہ فرمائے گا اس بستی کو اس کی موت کے بعد، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک مردہ رکھا پھر اسے اٹھا دیا، اس سے سوال فرمایا کہ تو کتنے عرصہ تک ٹھہرا رہا۔ اس نے کہا کہ میں ایک دن یا ایک دن سے کم ٹھہرا ہوں، فرمایا بلکہ تو سو سال تک ٹھہرا رہا ہے، سو تو دیکھ لے اپنے کھانے کو اور پینے کی چیز کو وہ سڑی گلی نہیں ہے اور دیکھ لے اپنے گدھے کو، اور تاکہ ہم تجھے نشانی بنا دیں لوگوں کے لیے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف ہم ان کو کیسے جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر گوشت پہنا دیتے ہیں، سو جب اس پر یہ سب کچھ ظاہر ہو گیا تو کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا جو واقعہ بیان کیا تھا' اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کو ثابت کرنے کا بیان تھا' اور اس واقعہ میں قیامت کے بعد لوگوں کو زندہ کرنے اور حشر کو ثابت کرنے کا بیان ہے۔

تباہ شدہ بستی اور اس کے پاس گزرنے والے شخص کی تحقیق

جو شخص اس تباہ شدہ بستی کے پاس سے گزرا تھا وہ کون تھا؟ اس کے متعلق مفسرین کے کئی اقوال ہیں' امام ابن جریرؒ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سلیمان بن بریدہؒ 'قتادہؒ 'ربیعؒ' عکرمہؒ 'سدیؒ 'ضحاکؒ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: وہ حضرت

عزیر (علیہ السلام) تھے۔

وہب بن منبہ ؒ، عبید بن عمیرؒ اور ابن وہبؒ نے کہا کہ وہ ارمیاہ بن حلقیا یعنی حضرت خضر (علیہ السلام) تھے۔

امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نبی (علیہ السلام) کے تعجب کا ذکر کیا ہے کہ اللہ مرنے کے بعد لوگوں کو کیسے زندہ فرمائے گا اور اس نبی کے نام کی تعیین نہیں کی، ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت عزیرؑ ہوں اور ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت خضر (علیہ السلام) ہوں، اس لیے ہمیں بھی اس کی تعیین کے درپے نہیں ہونا چاہیے۔ [۱]

علامہ ابوالحیان اندلسیؒ لکھتے ہیں:

حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، عکرمہؒ، ابوالعالیہؒ، سعید بن جبیرؒ، قتادہؒ، بن ربیعؒ، ضحاکؒ، سدیؒ، مقاتلؒ، سلیمان بن بریدہؒ، ناجیہ بن کعبؒ اور سالم خواصؒ نے کہا: وہ حضرت عزیر (علیہ السلام) تھے۔

وہبؒ مجاہدؒ، ابن عمیرؒ، بکر بن مضرؒ، ابن اسحاقؒ اور نقاشؒ نے کہا: وہ حضرت ارمیاہ یعنی خضر (علیہ السلام) تھے۔

حسن بصریؒ نے کہا کہ وہ ایک کافر تھا جو گدھے پر سوار تھا، اس کے پاس انجیر کی ایک ٹوکری تھی، مجاہدؒ نے مکیؒ سے نقل کیا ہے وہ بنو اسرائیل کا کوئی شخص تھا، ایک قول یہ ہے کہ وہ لوط (علیہ السلام) کا غلام تھا، ایک قول یہ ہے کہ وہ شعیاءؑ تھے۔

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۲۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

حضرت عزیرؑ کا جس تباہ شدہ بستی سے گزر ہوا تھا‘ اس کے متعلق وہب ؒ‘ قتادہ ؒ‘ ضحاک ؒ‘ عکرمہ ؒ اور ربیع ؒ نے کہا ہے کہ وہ بیت المقدس کا شہر تھا‘ یا بیت المقدس سے دو فرسخ نو انگریزی میل) کے فاصلہ پر انگوروں کے باغ کی ایک بستی تھی‘ ضحاک ؒ نے کہا: وہ ارض مقدسہ تھی‘ ابن زید ؒ نے کہا: یہ وہ بستی تھی جس سے لوگ طاعون سے ڈر کر بھاگے تھے‘ حضرت ابن عباس ؓ نے کہا: وہ دیر ھرقل تھا‘ کلبی ؒ نے کہا: شابور آباد تھا‘ سدی ؒ نے کہا: وہ سلما یا ذ تھا۔ [۱]

امام ابن جریر ؒ نے عکرمہ ؒ سے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ جس بستی کے پاس سے حضرت عزیرؑ گزرے تھے وہ بیت المقدس کے قریب ایک بستی تھی جس کو بخت نصر نے تباہ کر دیا تھا۔ [۲]

میں (محمد طاہر) کہتا ہوں کہ واللہ اعلم۔ اللہ جانتا ہے کہ کون تھا۔

اسحاق بن بشر ؒ، ابن عساکر ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ کعب ؒ، حسن ؒ اور وھب ؒ سے اور بعض کی روایت بعض سے زیادہ ہے کہ عزیر (علیہ السلام) نبی، نیک بندے اور حکیم تھے ایک دن وہ اپنی زمین کی طرف نکلے جس کی دیکھ بھال کرتے تھے جب واپس لوٹے تو ایک دن ویران جگہ پر پہنچے جب دو پہر کا وقت تھا اور ان کو گرمی محسوس ہوئی وہ اپنے گدھے پر اس ویران جگہ میں داخل ہو گئے اپنے گدھے سے اترے ان کے پاس ایک ٹوکری تھی جس میں انجیر تھا اور دوسری میں انگور تھے وہ اس ویران جگہ کے سائے میں اترے اور ایک پیالہ نکالا اور اس میں انگوروں کو نچوڑا پھر سوکھی روٹی نکالی جو ان کے پاس تھی اس روٹی کو پیالے میں ڈالا تا کہ یہ بھیگ جائے اور آپ کھا سکیں پھر اپنی گدی کے بل لیٹ گئے اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگالی پھر ان گھروں کی چھتوں کی طرف دیکھا اور جو کچھ ان میں تھا اس کو بھی دیکھا اور وہ گھر اپنی

۱۔ (البحر المحیط ج ۲ ص ۶۳۲ مطبوعہ دار الفکر‘ بیروت‘ ۱۴۱۲ھ)
۲

چھتوں پر گرے ہوئے تھے حالانکہ اس کے رہنے والے ہلاک ہو چکے تھے۔ اور بوسیدہ ہڈیوں کو دیکھ کر فرمایا لفظ آیت "انی یحی ھذہ اللہ بعد موتھا" (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو موت کے بعد ان کو کیسے زندہ فرمائیں گے) اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو زندہ فرمائیں گے) لیکن اس کو بڑے تعجب سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیج کر ان کی روح کو قبض فرما لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو سو سال تک موت میں رکھا، جب ان کو سو سال ہو گئے تو بنی اسرائیل میں کئی تبدیلیاں ہو گئی تھیں (پھر) اللہ تعالیٰ نے عزیر (علیہ السلام) کے پاس ایک فرشتے کو بھیجا اس نے ان کے دل کو بنایا تا کہ اس کے ذریعہ ہر چیز کو سمجھ لیں، اور آنکھوں کو بنایا تا کہ ان کے ساتھ دیکھ سکیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مردوں کو زندہ فرماتے ہیں۔ اس نے آپ کے دوسرے اعضاء مکمل کر لیے اور آپ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، پھر ان کی ہڈیوں کو گوشت، کھال اور بال پہنائے گئے، پھر ان میں روح پھونکی گئی تو وہ ہر چیز کو دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ تو فرشتے نے کہا (یہاں) کتنی مدت رہے۔ انھوں نے فرمایا ایک دن۔ اس وجہ سے کہ آپ دن کے شروع میں دوپہر کے وقت سوئے تھے۔ اور دن کے آخر میں ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا اٹھے تھے۔ پھر کہا یا دن کا کچھ حصہ (یہاں سویا ہوں گا) اور مجھے ایک دن پورا نہیں ہوا۔ فرشتے نے ان سے کہا بلکہ آپ سو سال (یہاں) لیٹے رہے۔ اب آپ اپنے کھانے اور پینے کی طرف دیکھ لیں۔ یعنی خشک روٹی اور انگوروں کا رس جو پیالے میں تھا یہ دونوں چیزیں اپنی حالت پر پڑی ہیں نہ انگوروں کے رس میں کوئی تغیر ہوا اور نہ خشک روٹی میں کوئی تبدیلی آئی۔ اسی کو فرمایا لفظ آیت "لم یتسنہ"۔ یعنی لفظ آیت "لم یتغیر" (کہ ان میں کوئی تغیر نہیں ہوا) اور اسی طرح انجیر اور انگور بھی اپنی حالت پر تھے (کوئی ان میں تبدیلی نہیں آئی تھی) گویا آپ نے دل میں ان سب باتوں کو عجیب سمجھا، فرشتے نے کہا آپ نے

میری بات کو عجیب سمجھا ذرا آپ اپنے گدھے کی طرف دیکھئے۔ جب گدھے کی طرف دیکھا تو اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی تھی، کھوکھلی ہو چکی تھیں فرشتے نے گدھے کی ہڈیوں کو آواز دی ان ہڈیوں نے آواز کو سنا تو ہر طرف سے اکٹھی ہونی شروع ہوئیں، فرشتے نے ہڈیوں کو جوڑ دیا۔ عزیر (علیہ السلام) دیکھ رہے تھے، اور پھر فرشتے نے ان ہڈیوں کے رگیں اور پٹھے بنائے پھر ان پر گوشت چڑھایا پھر اس پر کھال اور بالوں کو اگایا پھر اس میں فرشتے نے روح پھونک دی۔ تو گدھا اپنے سر اور کان کو آسمان کی طرف اٹھائے اور ہینگتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ اسی کو فرمایا لفظ آیت " وانظر الی حمارک ولنجعلک ایۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحما " یعنی اپنے گدھے کی ہڈیوں کی طرف دیکھئے سب اپنی جگہ پر جڑ گئی ہیں یہاں تک کہ جب ہڈیوں کا ڈھانچہ تیار ہو گیا تو فرمایا دیکھو کس طرح ہم اس کو گوشت پہناتے ہیں (پھر فرمایا) لفظ آیت " فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر " یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں مردوں کو زندہ کرنے وغیرہ میں۔ وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر اپنے محلہ میں آئے۔ لوگوں نے ان کو نہ پہچانا اور نہ انھوں نے لوگوں کو پہچانا اور انھوں نے اپنے گھر کو بھی نہ پہچانا آپ چلتے چلتے اپنے گھر کے پاس پہنچے، وہاں ایک اپاہج اندھی بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی جس کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور وہ ان کی لونڈی تھی، جب عزیر (علیہ السلام) وہاں سے نکلے تو وہ بیس سال کی تھی۔ اس وقت وہ ان کو پہچانتی اور سمجھتی تھی، عزیر (علیہ السلام) نے اس سے فرمایا اور اے بڑھیا، کیا یہ گھر عزیر کا ہے، اس نے کہا ہاں اور رونے لگی اور کہا اتنے سال میں کوئی ایسا شخص نہیں جس نے عزیر کا ذکر کیا ہو اور لوگ عزیر کو بھول گئے، انھوں نے فرمایا میں عزیرؑ ہوں، اس نے کہا سبحان اللہ عزیرؑ کو تو ہم سو سال سے گم کر چکے ہیں، اس کا کہیں ہم نے ذکر نہیں سنا، انھوں نے پھر فرمایا میں عزیرؑ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سو سال تک موت دی، پھر مجھ کو زندہ فرما

دیا، بڑھیا نے کہا عزیر ایسا آدمی تھا، جس کی دعا قبول کی جاتی تھی، وہ مریض کے لیے اور مصیبت والے کے لیے عافیت اور شفاء کی دعا کرتا تھا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ میری آنکھیں لوٹ آئیں اور میں تجھ کو دیکھ لوں، اگر تو عزیر ہے تو میں تجھ کو پہچان لوں گی، انھوں نے اپنے رب سے دعا کی اور اپنے ہاتھ کو اس کی آنکھوں پر پھیرا۔ تو اس کی آنکھیں ٹھیک ٹھاک ہو گئیں، انھوں نے (پھر) اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا، اللہ تعالیٰ نے اس کی ٹانگیں ٹھیک کر دیں اور وہ صحیح طور پر کھڑی ہو گئی، گویا رسی کھل گئی اس نے آپ کو دیکھا اور کہنے لگی میں گواہی دیتی ہو بلا شبہ تو عزیر ہے۔ وہ عورت بنی اسرائیل کے محلہ کی طرف گئی۔ وہ لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک شیخ عزیر (علیہ السلام) کے بیٹے بھی تھے جن کی عمر ایک سو اٹھارہ سال تھی، اور وہ ان کے پوتے بھی بوڑھے تھے وہ بھی مجلس میں (موجود) تھے۔ عورت نے ان کو آواز دی۔ اور کہا یہ عزیر (علیہ السلام) تمہارے پاس آچکے ہیں۔ انھوں نے اس عورت کی بات کو جھٹلایا۔ وہ عورت کہنے لگی میں فلاں عورت تمہاری باندی ہوں۔ انھوں نے میرے لیے اپنے رب سے دعا کی تو میری آنکھیں لوٹ آئیں اور میری ٹانگیں بھی ٹھیک ہو گئیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سو سال تک ان کو موت دی پھر ان کو زندہ فرما دیا، لوگ اٹھ کھڑے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہو کر دیکھنا شروع کیا ان کے بیٹے نے کہا میرے والد کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک سیاہ علامت تھی، ان کے کندھوں کو کھولا گیا تو وہ عزیر ہی نکلے۔ بنی اسرائیل نے کہا ہمارے درمیان کوئی بھی توراۃ کا حافظ نہیں تھا، ان احادیث کا جو ہم کو عزیر (علیہ السلام) کے علاوہ دوسروں نے بیان کیں اور بخت نصر نے تورات کو جلا دیا تھا، اس میں کوئی چیز باقی نہ رہی سوائے اس کے جو لوگوں نے یاد کر لی تھی پس آپ ہمارے لیے توراۃ کو لکھ دیجیے۔ آپ کے والد ''سروخا نے''

بخت نصر کے دور میں توراۃ کو دفن کر دیا تھا ایک ایسی جگہ میں جو سوائے عزیر (علیہ السلام) کے کوئی نہیں جانتا تھا۔ عزیر (علیہ السلام) ان کو ساتھ لے کر اس جگہ پر گئے اس کو کھودا اور توراۃ کو نکالا کتاب کے اوراق بوسیدہ ہو چکے تھے اور لکھائی مٹ چکی تھی آپ ایک سایہ کے نیچے بیٹھ گئے اور بنی اسرائیل بھی ان کے اردگرد بیٹھے تو آپ نے توراۃ کو نئے سرے سے لوگوں کے لیے لکھا آسمان سے دو ستارے نازل ہوئے اور ان کے پیٹ میں داخل ہو گئے (ان کی برکت سے) توراۃ (پھر سے) یاد ہو گئی اور انھوں نے بنی اسرائیل کو لکھوا دی اس وجہ سے یہودیوں نے کہا عزیر (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے اسی قول کی وجہ سے ستاروں کا اترنا اور توراۃ کی تجدید اور بنی اسرائیل کے لیے آپ کا قیام تھا اور آپ نے حزقیلؑ کے دور میں عراق کی زمین میں ان کے لیے توراۃ لکھی تھی اور وہ بستی جس میں ان کی وفات ہوئی اس کو سابر آباد کہا جاتا ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لفظ آیت "ولنجعلک ایۃ للناس" یعنی بنی اسرائیل کے لیے آپ کو نشانی بنایا کیونکہ آپ چالیس سال کی عمر میں وصال فرما گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو جوان اٹھایا جیسا کہ آپ موت کے دن تھے۔

فریابیؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے عبداللہ بن عبید بن عمیرؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "او کالذی مر علی قریۃ" کے بارے میں روایت کیا کہ یہ گذرنے والے نبی تھے جن کا نام ارمیاؑ تھا۔

عبدالرزاقؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ، ابو الشیخؒ نے العظمہ میں وہب بن منبہؒ سے روایت کیا کہ جب بیت المقدس کو کھنڈر بنا دیا گیا اور کتابوں کو جلا دیا گیا اور ایک پہاڑ کے کونے میں کھڑے ہو کر فرمایا لفظ آیت "انی یحی ہذہ اللہ بعد موتھا" اللہ تعالیٰ نے ان کو سو سال تک موت دے دی پھر اس کو زندہ کیا اور پہلی

حالت پر آباد کیا۔ آپ ہڈیوں کی طرف دیکھ رہے تھے کہ کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ جڑتی ہیں
پھر ہڈیوں کی طرف دیکھا کہ ان کو پٹھے اور گوشت کیسے پہنایا جاتا ہے (پھر فرمایا) لفظ آیت "فلما تبین لہ
قال اعلم ان اللہ علی کل شی ءقدیر" (یعنی جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے) پھر فرمایا
لفظ آیت "فانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنہ" اپنے کھانے اور پینے کی طرف دیکھو کہ وہ خراب نہیں ہوا
اور ان کا کھانا انجیر تھے ایک ٹوکری میں پانی تھا مٹکے میں۔ ١

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٦٠﴾

اور جب (حضرت) ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ: اے میرے پروردگار! مجھے دکھلا دے
کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: کیا تجھے اس کا یقین نہیں؟
ابراہیمؑ نے جواب دیا: کیوں نہیں! لیکن میں اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔ اللہ

١۔ تفسیر الدر منثور

تعالیٰ نے فرمایا: اچھا تو چار پرندے لو اور انھیں اپنے ساتھ مانوس کرلو۔ پھر ان کا ایک ایک جز ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو۔ پھر انھیں پکارو، وہ تمہارے پاس دوڑتے چلے آئیں گے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب اور حکمت والا ہے۔

شان نزول

ابن عباسؓ، سعیدؒ اور السدیؒ کا قول ہے کہ جب اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا خلیل یعنی دوست بنایا تو موت کے فرشتے نے اپنے رب سے اس بات کی اجازت مانگی کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آ کر انھیں یہ خوش خبری دیں چنانچہ موت کے فرشتے نے ان کے پاس آ کر کہا کہ میں آپ کو یہ خوش خبری دینے آیا ہوں کہ اللہ نے آپ کو اپنا خلیل بنا لیا ہے حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور پوچھا کہ اس کی علامت یعنی ثبوت کیا ہے موتے کے فرشتے نے کہا کہ اللہ آپ کی دعا کو قبول کرے گا اور آپ کے کہنے پر مردوں کو زندہ کرے گا اس کے بعد فرشتہ چلا گیا پھر حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ رب ارنی کیف تحی الموتی۔ یعنی اے رب مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا اللہ نے کہا کہ کیا تجھے اس بات پر ایمان یعنی یقین نہیں ہے حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ ہاں کیوں نہیں لیکن سوال اس لیے کیا تاکہ میرے دل کو میرے اس علم پر اطمینان حاصل ہو کہ تو میرے دعا قبول کرے گا اور جب میں سوال کروں تو تو مجھے میری پوری طلب دے گا نیز یہ کہ تو نے مجھے اپنا خلیل یعنی دوست بنا لیا ہے۔ [۱]

امام ابن جریرؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

۱۔ تفسیر اسباب نزول قرآن محمد علی نیشاپوری ۴۶۵ھ

ابن جریجؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ایک راستہ سے گزر رہے تھے' انھوں نے دیکھا کہ راستہ میں ایک مردہ گدھا پڑا ہوا ہے جس کا گوشت نوچ نوچ کر درندے اور پرندے کھا رہے ہیں' جب درندے چلے گئے اور پرندے اڑ گئے اور اس مردہ گدھے کی صرف ہڈیاں باقی بچ گئیں تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو تعجب ہوا وہ کہنے لگے: اے میرے رب! مجھے یقین ہے کہ تو اس گدھے کو ان درندوں اور پرندوں کے پیٹوں سے جمع کرے گا' اے میرے رب! تو مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ کو اس پر ایمان نہیں ہے؟ عرض کیا: کیوں نہیں! لیکن خبر معائنہ کی طرح نہیں ہے۔ [۱]

قرآن مجید میں جن چار پرندوں کو ذبح کر کے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا بیان ہے اس کی تفسیر میں امام ابن جریرؒ نے روایت کیا ہے:

مجاہدؒ نے بیان کیا ہے کہ یہ چار پرندے مرغ' مور' کوا اور کبوتر تھے۔ [۲]

علامہ بیضاویؒ نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں کبوتر کی جگہ گدھ کا ذکر ہے' اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ نفس انسانی کو حیات ابدیہ اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنی شہوات اور حسن وزیبائش کو ذبح کر دے جو مور کی صفت ہے اور دوسروں پر حملہ کرنے کے جذبہ کو فنا کر دے جو مرغ کی صفت ہے اور نفس کی خساست اور گھٹیا پن کو دور کر دے جو کوے کی صفت ہے اور اپنی خواہشات کو جلدی پورا کرنے کی عادت کو دور کر دے جو کبوتر کی صفت ہے' روایت ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان پرندوں کو ذبح کر دیں' ان کے پر نوچ ڈالیں اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو خلط ملط کر دیں' پھر

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۳۳' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ۱٤۰۹ھ)

۲۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۳۵' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ۱٤۰۹ھ)

ان منتشر اجزاء کو مختلف پہاڑوں پر ڈال دیں، پھر ان کو بلائیں، جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے ان کو بلایا تو وہ اجزاء متمیز ہوئے اور ہر جسم کے اجزاء آپس میں مل گئے اور اخیر میں ان کے ساتھ ان کا سر جڑ گیا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر انسان حیات ابدیہ چاہتا ہے تو وہ اپنے بدن کی طاقت کو ٹکڑے ٹکڑے کردے (غالباً اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ کے احکام سے روگردانی اور سرکشی کی طاقت کو ٹکڑے ٹکڑے کردے) پھر جب وہ اپنے بدن کو احکام شرعیہ پر عمل کرنے لیے بلائے گا تو وہ اس کی اطاعت کرے گا اور اس کو دائمی حیات حاصل ہو جائے گی۔ [۱]

میں (محمد طاہر) کہتا ہوں کہ اصل میں یہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کے متعلق ابراہیم (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے اللہ! میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کیا اس حقیقت پر تمہارا ایمان نہیں ہے؟ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اے رب! میرا ایمان ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرے گا اور انھیں نیکی اور بدی کا بدلہ دے گا، لیکن اس حقیقت کے بارے میں عین الیقین کا درجہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندوں کو پکڑ کر انھیں اپنے ساتھ مانوس کرو، پھر انھیں ذبح کر کے ان کے مختلف اعضاء کو مختلف پہاڑوں پر رکھ دو، پھر انھیں بلاؤ اور وہ تمہارے پاس اڑتے چلے آئیں گے۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے ایسا ہی کیا اور وہ سب اڑتے ہوئے ان کے پاس آگئے۔ اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کے بارے میں شبہ نہیں تھا کہ اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے، بلکہ ان کا مقصود یہ تھا کہ قدرت الٰہیہ کا مظاہرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مزید سکون قلب اور عین الیقین حاصل کریں۔

۱۔ (انوار التنزیل ص۶۰، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع، مصر)

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اپنی آنکھوں سے معاملہ دیکھنے والا اور صرف خبر سننے والا (بلحاظ اطمینان) برابر نہیں ہوتے۔" ①

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ابراہیم (علیہ السلام) شک میں مبتلا ہوتے تو ہم لوگ اس کے زیادہ قریب تھے اور جب ہم شبہ نہیں کرتے ہیں تو ابراہیم (علیہ السلام) کیسے شبہ کر سکتے ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ہم ابراہیم (علیہ السلام) کی نسبت شک کے زیادہ حق دار ہیں۔ جب انھوں نے کہا: (رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ)[البقرۃ: ۲٦۰] "اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا اور کیا تو نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں اور لیکن اس لیے کہ میرا دل پوری تسلی حاصل کر لے۔" ②

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲٦۱﴾ ﴾

ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو اس سے سات بالیاں اگیں۔ ہر بالی میں سو سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جس

۱۔ [ابن حبان: ٦۲۱۳، ٦۲۱٤۔ مستدرک حاکم: ۲/ ۳۲۱، ح: ۳۲۵۰۔ مسند أحمد: ۱/ ۲۷۱، ح: ۲٤٤۷]

۲۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب (وإذ قال إبراهم رب أرني كيف تحي الموتى): ٤۵۳۷]

کے لیے چاہتا ہے بڑھا تا ہے اور اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

شانِ نزول

روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان بن عفانؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جب لوگوں کو صدقہ پر ابھارا جس وقت آپ نے غزوہ تبوک کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا، تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ چار ہزار لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پاس آٹھ ہزار تھے۔ تو میں نے اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے چار ہزار رکھے ہیں اور چار ہزار میں نے اپنے رب کو بطور قرض پیش کر دیئے ہیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بارک اللہ لک فیما امسکت و فیما اعطیت (اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے اس میں بھی جو تو نے (گھر والوں کے لئے) روک لیا اور اس میں بھی جو تو نے پیش کر دیا) اور حضرت عثمانؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی تیاری کا سامان میرے ذمہ ہے جس کے پاس تیاری کا سامان نہیں ہے، تو ان دونوں کے بارے یہ آیت نازل ہوئی۔ ۱

اس مثال کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھانا چاہا ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں اس کی رضا کے حصول کے لیے خرچ کرے تو اسے دوگنا چوگنا اجر وثواب حاصل ہوتا ہے، کیونکہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک عطا کیا جاتا ہے۔ جس طرح ایک دانہ بونے سے سات سو دانے پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک چیز دینے سے سات سو چیزوں کے دینے کا ثواب ملتا ہے، یعنی

۱۔ تفسیر قرطبی

اللہ تعالیٰ ثواب کوئی گنا کر دیتا ہے۔

ارشاد فرمایا: (مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا كَثِیۡرَةً)[البقرۃ:۲۴۵] ”کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے۔“ اور فرمایا: (اِنَّ الۡمُصَّدِّقِیۡنَ وَالۡمُصَّدِّقٰتِ وَاَقۡرَضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمۡ وَلَهُمۡ اَجۡرٌ كَرِیۡمٌ)[الحدید:۱۸] ”بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا، انھیں کئی گنا دیا جائے گا اور ان کے لیے باعزت اجر ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جس نے اللہ کے راستے میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کیا تو اسے جنت کے دروازے سے بلایا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! ادھر آ، یہ دروازہ بہتر ہے۔ پس جو نمازی ہوا تو اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو مجاہد ہوا تو اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا، جو صدقہ دینے والوں میں سے ہوا تو اسے صدقہ کے باب سے بلایا جائے گا، جو روزہ داروں سے ہوا اسے باب الریان سے پکارا جائے گا۔ ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اگر کوئی ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے بھی بلایا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں، لیکن کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا کہ جسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ فرمایا: ”ہاں، اور مجھے امید ہے کہ اے ابو بکر! تو انھی میں سے ہوگا۔“[۱]

۱۔[بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، بابٌ: ۳۶۶۶۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل من ضم إلی الصدقة غیرہا من أنواع البر: ۱۰۲۷]

سیدنا خریم بن فاتک ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی راہ (جہاد) میں کوئی نفقہ دے تو اس کا اجر سات سو گنا (تک) لکھا جائے گا۔“ [۱]

سیدنا ثوبان ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”افضل دینار جسے کوئی آدمی خرچ کرتا ہے، وہ ہے جو وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ دینار جو اللہ کے راستے میں اپنی سواری پر خرچ کرے اور وہ جو اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔“ [۲]

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اللہ صرف پاک مال قبول فرماتا ہے، تو جس نے پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ دیا تو اللہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس کی اس طرح نشوونما کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ چیز پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔“ [۳]

سیدنا ابو مسعود ؓ بیان کرتے ہیں، ایک شخص ایک اونٹنی لے کر آیا جس کو لگام ڈالی ہوئی تھی، اس نے کہا یہ اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”تم کو اس کے بدلے میں سات سو اونٹنیاں ملیں گی، جن میں سے ہر ایک لگام ڈالی ہوئی ہوگی۔“ [۴]

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ابن آدم کے ہر عمل کو

۱۔ [ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی فضل النفقة فی سبیل الله: ۱۶۲۵۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب النفقة فی سبیل الله: ۳۱۸۸۔ مستدرک حاکم: ۲/ ۸۷، ح: ۲۴۴۱]

۲۔ [مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل النفقة علی العیال والمملوک: ۹۹۴]

۳۔ [بخاری، کتاب الزکوة، باب لا یقبل الله صدقة من غلول: ۱۴۱۰۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب: ۱۰۱۴]

۴۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الصدقة فی سبیل الله وتضعیفها: ۱۸۹۲]

اس طرح بڑھا دیا جاتا ہے کہ ایک نیکی کا دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ثواب ملتا ہے۔"[۱]

حافظ سیوطیؒ بیان کرتے ہیں:

امام طبرانیؒ نے حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے ایک شخص گزرا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب نے اس کے حسن اور اس کی تندرستی کو دیکھ کر کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کاش یہ شخص اللہ کی راہ میں ہوتا' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اگر یہ شخص اپنے چھوٹے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے جارہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں ہے' اگر یہ اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کے لیے جارہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں ہے' اگر یہ اپنی ضروریات میں خود کو سوال سے روکنے کے لیے جارہا ہے تو یہ اللہ کی راہ میں ہے اور اگر یہ لوگوں کو دکھانے اور فخر کے لیے جارہا ہے تو یہ شیطان کی راہ میں ہے۔

امام احمدؒ اور امام بیہقیؒ نے "سنن کبری" میں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں کسی زائد چیز کو خرچ کیا اس کو سات سو گنا اجر ملے گا اور جس نے پانی ذات پر اور اپنے اہل پر خرچ کیا اور کسی مریض کی عیادت کی یا راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹادی تو اس کو دس گنا اجر ملے گا اور جب تک روزہ کو باسد نہ کرے وہ اس کے لیے ڈھال ہے اور جس شخص کو اللہ کسی جسمانی بیماری میں مبتلا کرے تو اس کو بھی اجر ملے گا۔

امام بیہقیؒ نے "شعب الایمان" میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال کی سات قسمیں ہیں دو عمل واجب کرتے ہیں' دو عملوں کا

۱۔[مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام:۱۱۵۱]

بدلہ ایک مثل ہے‘ ایک عمل کا بدلہ دس گنا ہے‘ ایک عمل کا بدلہ سات سو گنا ہے اور ایک عمل ایسا ہے کہ اس کے ثواب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا‘ رہے وہ دو عمل جو واجب کرتے ہیں تو جو شخص اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے کہ اس نے اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کی ہو اور شرک بالکل نہ کیا ہو اس کے لیے جنت واجب ہے اور جس نے اللہ سے اس حال میں ملاقات کی ہو کہ اس نے شرک کیا ہو اس کے لیے دوزخ واجب ہے۔ (اور جن دو کاموں کا ایک مثل اجر ہے تو) جس نے برا کام کیا اس کو ایک برائی کی سزا ملے گی اور جس نے نیکی کا صرف ارادہ کیا اس کو ایک نیکی کا اجر ملے گا‘ (اور جن کاموں کا سات سو گنا اجر ہے تو) جس نے اللہ کی راہ میں ایک درہم خرچ کیا اس کو سات سو درہموں کا اجر ملے گا اور جس نے اللہ کی راہ میں ایک دینار خرچ کیا اس کو سات سو دیناروں کا اجر ملے گا‘ اور روزہ اللہ کے لیے ہے اس کے عامل کے ثواب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

امام ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ کسی آدم کو اللہ کی راہ میں بھیجتے ہیں یا کسی آدمی پر خرچ کرتے ہیں‘ پھر اس پر احسان رکھتے ہیں اور اس کو ایذاء پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں: میں نے اللہ کی راہ میں اتنا اتنا خرچ کیا‘ اللہ کے نزدیک اس عمل کا شمار نہیں ہوگا‘ اور جو لوگ کسی کو دے کر یہ کہتے ہیں کہ کیا میں نے تم کو فلاں فلاں چیز نہیں دی تھی وہ اس کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہؒ ‘امام احمدؒ ‘امام ابن المنذرؒ اور امام بیہقیؒ نے ”شعب الایمان“ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: احسان جتانے والا‘ ماں باپ کا نافرمان‘ عادی شرابی‘ جادو پر ایمان رکھنے والا اور کاہن جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

امام بزارؒ اور امام حاکمؒ نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تین شخصوں کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا: ماں باپ کا نافرمان، عادی شرابی اور کچھ دے کر احسان جتانے والا۔ [۱]

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے فرزند حضرت عبداللہؒ نے فرمایا ہمیں حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت پہنچی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں آقا علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ انسان کی ایک نیکی کا بدلہ دس نیکیوں جتنا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ سات سو گنا تک بھی عطا فرماتے ہیں۔

ابن جریرؒ ابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ جس شخص نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہجرت پر بیعت کی اور مدینہ منورہ میں آپ کے ساتھ رکے اور آپ کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں گیا تو اس کی ایک نیکی سات سو گنا تک کردی جائے گی اور جس نے اسلام پر بیعت کی تو اس کی ایک نیکی دس کے برابر ہوگی۔

ابن ماجہؒ نے اور ابن ابی حاتمؒ نے عمران بن حصینؓ سے روایت کیا کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا جس نے جہاد کے لیے اللہ کے راستہ میں پیسے بھیجے اور خود اپنے گھر میں مقیم رہا تو اسے رہ درہم کے بدلہ میں سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جس نے خود اللہ کے راستہ میں جہاد کیا اور اس کی رضامندی میں خرچ بھی کیا تو اس کے ہر درہم کے بدلہ میں قیامت کے دن سات لاکھ درہم کا ثواب ملے گا پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت "واللہ یضعف لمن یشاء"

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے۔ [۲]

۱۔ (الدرالمنثور ج۱ ص۲۳۹-۲۳۶، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

۲۔ تفسیر الدر منثور

﴿ اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًی ۙ لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۶۲﴾ ﴾

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کے راستے میں پھر اس کے پیچھے نہ احسان جتاتے ہیں نہ دل آزاری کرتے ہیں ان کے لیے ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس اور نہ تو ان کے لیے کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم گین ہوں گے۔

شان نزول [1]: الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ“

کہا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان ابن عفانؓ کے بارے میں نازل ہوئی، حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ نے بیان کیا ہے کہ جیش العسرہ (غزوہ تبوک) کی تیاری کے لیے حضرت عثمانؓ ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہوئے ہیں اور انھیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گود میں ڈال دیا، تو میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا آپ سے اپنا دست مبارک میں ان داخل کرتے ہیں اور انھیں الٹ پلٹ کر رہے ہیں اور فرما رہے: ماضر ابن عفان ماعمل بعد الیوم اللھم لاتنس ھذا الیوم لعثمان“ آج کے بعد ابن عفانؓ نے جو عمل بھی کیا وہ ان کے لیے نقصان دہ نہیں، اے اللہ تو آج کے دن عثمان کو نہ بھولنا،“ اور حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حضرت عثمانؓ کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے دیکھا ہے، آپ کہہ رہے تھے: یارب عثمان انی رضیت فارض عنہ

(اے عثمان کے رب! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی رہ) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسلسل دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (آیت) "الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لایتبعون ماانفقوا مناولااذی"۔ ۱

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنے اموال اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور صدقہ و خیرات کرنے کے بعد اس شخص پر کوئی احسان نہیں جتلاتے جسے انھوں نے دیا ہو۔ الغرض وہ کسی بھی قول یا فعل کے ساتھ احسان نہیں جتلاتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اجر خاص عطا فرمائے گا اور نہ انھیں مستقبل کا خوف لاحق ہوگا اور نہ ماضی کا غم۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اگر صدقہ نہیں کرسکتا تو اچھے الفاظ کے ساتھ معذرت کردے اور سائل کے اصرار اور بدتمیزی پر غصے ہونے کی بجائے مغفرۃ یعنی معافی اور درگزر سے کام لے اور سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ کتنا غنی ہے، پھر بھی کتنا بردبار ہے جو ہماری خطاؤں کے باوجود حلم سے کام لیتا ہے۔ ہمیں بھی اسی طرح حلم سے کام لینا چاہیے۔

خرچ کے بعد احسان نہ جتائے

(۱) عبد بن حمیدؒ اور ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا اللہ تعالیٰ نے (اس بات کو) جان لیا کہ لوگ اپنے عطیات کا احسان جتلاتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے) اس بات کو ناپسند فرمایا اور اس بارے میں پہلے ذکر فرمایا۔

(۲) ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ بعض لوگ اپنے میں سے کسی مرد کو اللہ کے راستہ میں بھیجتے تھے یا کسی آدمی پر خرچ کرتے تھے اور اس کو نفقہ دیتے تھے پھر اسی پر

۱۔ (اسباب النزول للواحدی، صفحہ ۸۱)، تفسیر قرطبی

احسان رکھتے تھے اور اس کو تکلیف دیتے تھے اور اس سے کہتے تھے میں نے اللہ کے راستہ میں اتنا خرچ کیا اس طرح اور اس طرح۔ اللہ کے نزدیک اس کا کوئی ثواب نہیں اور تکلیف دینا یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو کچھ دے اور پھر کہے کیا میں نے تجھ کو اتنا نہیں دیا تھا۔

(۳) ابن المنذرؒ اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) کہ ابن ابی شیبہؒ اور ابن المنذرؒ، حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے براء ابن عازبؓ سے پوچھا اے براء! تو کس طرح اپنی ماں پر خرچ کرتا ہے؟ اور وہ اپنے اہل وعیال پر کشادگی (سے خرچ) کرنے والے تھے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کونسا (خرچ کرنا) بہتر ہے؟۔ آپ نے فرمایا بلاشبہ تیرا خرچ کرنا اپنی بیوی پر اپنی اولاد پر اور اپنے خادم پر صدقہ ہے، (اور خرچ کرنے کے بعد) ان پر احسان نہ جتانا اور تکلیف نہ دینا۔

(٤) ابن ابی شیبہؒ اور ابن المنذرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو کچھ تم اپنے اہل وعیال پر بغیر فضول خرچی کے اور بغیر بخل کے خرچ کرو گے وہ اللہ کے راستہ میں ہے۔

(٥) الطبرانیؒ نے کعب بن عجرہؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک آدمی گذرا آپ کے اصحابؓ نے اس کی جلدی اور اس کے ہشاش بشاش ہونے کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! کاش یہ اللہ کے راستہ میں مجاہد ہوتا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر اپنی چھوٹی اولاد کے لیے محنت مزدوری کرنے کے لیے نکلا ہے تو وہ اللہ کے راستہ میں ہے اور اگر اپنے بوڑھے والدین کے لیے محنت مزدوری کرے تو وہ اللہ کے راستہ میں ہے اور اگر وہ اپنی جان کے لیے

محنت کرنے کو نکلا ہے تا کہ (دوسروں سے مانگنے سے) بچ جائے تو وہ اللہ کے راستہ میں ہے اور اگر وہ دکھاوے اور تفاخر کے اظہار کے لیے نکلا ہے تو وہ شیطان کے راستہ میں ہے۔

حلال روزی تلاش کرنے کی فضیلت

(٦) عبدالرزاقؒ نے المنصف میں ایوبؓ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے گزرا ایک ٹیلے کے اوپر سے (اس کو دیکھ کر) صحابہ (رض) نے کہا کتنے عمدہ جسم والا انسان ہے؟ کاش اس کا جسم اللہ کے راستہ میں ہوتا۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا (کیا تمہارا یہ خیال ہے) کہ مقتول ہی صرف اللہ کی راہ میں ہوتا ہے؟ پھر فرمایا جو شخص زمین میں نکلے تا کہ وہ (رزق) حلال طلب کرے اور وہ اس کے ذریعے سے اپنے اہل وعیال کی کفالت کرے تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور جو آدمی اس لیے نکلے تا کہ وہ حلال (رزق) طلب کرے اور اس کے ذریعہ اپنے اہل وعیال کی کفالت کرے تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور جو آدمی رزق حلال کی طلب میں نکلے تا کہ اس سے اپنی جان کی کفالت کرے تو وہ بھی اللہ راستہ میں ہے۔

(٧) امام بیہقیؒ نے الشعیب میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ جو شخص اپنے والدین کے لیے محنت کرتا ہے تو وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کے لیے محنت کرتا ہے تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور جو شخص اپنی جان کے لیے محنت کرتا ہے تا کہ (مانگنے سے) بچ جائے تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور جو شخص تکبر اور بڑائی اور مال کو بڑھانے کے لیے محنت کرتا ہے تو وہ شیطان کے راستہ میں ہے۔

(٨) احمدؒ، بیہقیؒ نے اپنے سنن میں ابو عبیدہ بن جراحؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص اپنے بچے ہوئے مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے تو اس کے لیے سات سو گنا (کا ثواب) ہے اور جو شخص اپنی جان پر اپنے اہل وعیال پر (خرچ کرتا ہے) یا کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا راستہ سے کسی تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دیتا ہے تو اسے ایک نیکی کے بدلہ میں دس گنا ثواب ہے اور روزہ ڈھال ہے (گناہوں سے) جب تک کہ اس کو پھاڑ نہ دے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے جسم میں کسی تکلیف میں مبتلا کیا تو اس کے لیے (ثواب کا) حصہ ہے۔

(۹) ابن ابی شیبہؒ، بخاریؒ، مسلم ترمذی اور نسائیؒ نے ابو مسعود بدریؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور ثواب کی امید رکھتا ہے تو اس کے لیے صدقہ (کا ثواب) ہے۔

(۱۰) بخاری ومسلم نے سعد بن وقاصؓ سے روایت کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ تو ہرگز نہیں خرچ کرتا ایسا خرچ کرنا کہ جس سے تو اللہ کی رضا مندی چاہتا ہو مگر تو اس پر اجر دیا جائے گا یہاں تک کہ تو اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے گا تو اس کا بھی تجھے اجر ملے گا۔

(۱۱) احمدؒ نے مقدام بن معدیکربؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو تو اپنے نفس کو کھلاتا ہے تو تیرے لیے صدقہ ہے اور جو اپنی بیوی کو کھلاتا ہے وہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے اور جو تو اپنے خادم کو کھلاتا ہے وہ بھی تیرے لیے صدقہ ہے۔

(۱۲) الطبرانیؒ نے ابو امامہؓ سے رویت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص اپنی جان پر خرچ کرتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ سوال سے محفوظ رہے تو یہ صدقہ ہے اور جو شخص اپنی بیوی پر اپنی اولاد پر اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا تو یہ بھی صدقہ ہے۔ اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے

(١٣) الطبرانیؒ نے الاوسط میں جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو آدمی اپنی جان پر اپنے اہل وعیال پر اپنی اولاد پر اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کرتا ہے تو یہ صدقہ ہے۔

(١٤) احمدؒ اور ابو یعلیؒ نے عمرو بن امیہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے سنا کوئی آدمی اپنے اہل وعیال کو جو کچھ دیتا ہے تو یہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

(١٥) احمد وطبرانیؒ نے عرباض بن ساریہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا بلاشبہ آدمی اپنی بیوی کو پانی پلاتا ہے تو اس میں بھی (اس کے لیے) اجر ہے۔

(١٦) احمد طبرانیؒ نے ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اپنی دو بیٹیوں یا اپنی دو بہنوں یا اپنی قرابت دار دو لڑکیوں پر خرچ کرے اور ان پر خرچ کرتے ہوئے ثواب کی امید رکھے یہاں تک کہ وہ دونوں کو غنی کر دے یا دونوں کو سوال سے روک دے تو وہ دونوں اس کے لیے آگ سے پردہ ہوں گی۔

(١٧) طبرانی اور بیہقیؒ نے شعب میں عوف بن مالکؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس مسلمان کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان پر خرچ کرتا رہے یہاں تک کہ وہ اسے جدا ہو جائیں یا مر جائیں تو اس کے لیے آگ سے پردہ بن جائیں گی۔ ایک عورت نے کہا خواہ دو بیٹیاں ہوں فرمایا خواہ دو بیٹیاں ہوں وہ بھی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔

(١٨) بخاری، مسلم اور ترمذیؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ میرے پاس ایک عورت آئی اس

کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں، وہ (کچھ) مانگ رہی تھی میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا، میں نے وہی کھجور اس کو دے دی اس عورت نے اس کھجور کو دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دیا، اور خود اس میں سے کچھ بھی نہ کھایا، پھر کھڑی ہوگئی اور چلی گئی، نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے تو میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ واقعہ سنایا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس کو بیٹیاں دی گئیں پھر اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کے لیے آگ سے پردہ ہوں گی۔

(۱۹) مسلم ؒ نے حضرت عائشہ ؓ سے روایت کیا کہ میرے پاس ایک مسکینہ عورت دو بچیوں کو اٹھا کر لے آئی، میں نے ان کو تین کھجوریں دیں تو اس نے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی اور ایک کھجور کو کھانے کے لیے اپنے منہ کی طرف اٹھایا، اس کی دونوں بیٹیوں نے اس کھجور کو بھی مانگا، اس عورت نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے تاکہ ان دونوں کو کھلا دے، مجھے اس عورت کی یہ حالت دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، جو کچھ اس نے کیا تھا۔ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بتایا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے اس کے لیے جنت واجب کر دی یا اس کو کھجور کے بدلے آگ سے نجات دے دی۔

(۲۰) ابن ابی شیبہ ؒ، بخاری ؒ نے ادب میں، مسلم اور ترمذی ؒ نے انس ؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس آدمی نے اپنی دو بیٹیوں کی پرورش کی، یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں تو میں اور وہ جنت میں (ان دو انگلیوں کی طرح) اکٹھے داخل ہوں گے۔

بیٹیوں کی پرورش کا اجر

(۲۱) ابن ابی شیبہ ؒ، ابن حبان ؒ نے انس ؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا

جس آدمی نے دو یا تین بیٹیوں کی پرورش کی، یا دو تین بہنوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ مرگئیں یا وہ خود ان کو چھوڑ کر مر گیا، تو میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح اکھٹے ہوں گے اور آپ نے شہادت کی انگلی اور وہ جو اس سے ملی ہوئی ہے دونوں کو (ملا کر) اشارہ فرمایا۔

(۲۲) ابن ابی شیبہؒ، ابن ماجہؒ، ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس کسی مسلمان کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی نگہبانی یا اچھا سلوک کرتا رہے وہ دونوں (بیٹیاں) اس کو جنت میں داخل کر دیں گی۔

(۲۳) البزارؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس کسی مسلمان کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو، تو وہ دونوں (بیٹیاں) اس کو جنت میں داخل کر دیں گی۔

(۲٤) البزارؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے کسی ایک یتیم کی کفالت کی جو رشتہ دار نہیں تھا، تو میں اور وہ جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے اور اپنی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا اور جس نے اپنی تین بیٹیوں کے لیے کوشش کی (یعنی ان کی پرورش کی) تو وہ جنت میں ہو گا، اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے جو روزہ رکھنے اور قیام کرنے والا بھی ہو۔

(۲٥) ابن ابی شیبہؒ، ابو داؤدؒ، ترمذی، ابن حبانؒ نے ابن الخذریؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں ہوں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور دوسرے

لفظ میں یوں ہے کہ ان کو ادب سکھائے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور ان کا نکاح کرے تو اس کے لیے جنت ہے۔

(٢٦) ابن ابی شیبہؒ، احمد، بخاریؒ نے ادب میں، البزارؒ، طبرانیؒ نے اوسط میں بیہقیؒ نے شعب میں جابرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس کی تین لڑکیاں ہوں، ان کو اچھا ٹھکانا دے، ان پر رحم کرے ان کی کفالت کرے ان پر خرچ کرے تو اس کے لیے یقیناً جنت واجب ہوگی، کہا گیا یا رسول اللہ؟ اگر دو لڑکیاں ہوں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اگر دو لڑکیاں ہوں (تو بھی یہی ملے گا) راوی نے کہا بعض لوگوں کا خیال ہے اگر کوئی ایک کے بارے میں پوچھتا تو آپ ایک کا بھی (یہی) حکم فرماتے۔

(٢٧) ابن ابی شیبہؒ، حاکم اور بیہقیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس کی تین بیٹیاں ہوں، پھر وہ ان کی تکالیف اور ان کی خوشیوں پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ پر اپنی رحمت کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل فرما دیں گے اس آدمی نے (پھر) کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر دو بیٹیاں ہوں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا دو ہوں (تب بھی یہی خوشخبری ہے) اس آدمی نے (پھر) کہا یا رسول اللہ اگر ایک بیٹی ہو؟ آپ نے فرمایا اور ایک ہو اس کے لیے بھی یہی خوشخبری ہے۔

(٢٨) بخاریؒ نے ادب میں اور بیہقیؒ نے شعب میں عقبہ بن عامرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس کسی کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے ان کو کھلائے، پلائے اور

پہنائے اپنی پوری کوشش سے تو (قیامت کے دن) اس کے لیے آگ سے پردہ بن جائیں گی۔ [۱]

﴿ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ط
وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ ﴾

اچھی بات کرنا اور معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف دی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز اور نہایت بردبار ہے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى: نرمی سے بات کہنے کے سلسلہ میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا) [بنی إسرائیل: ٢٨] ”اور اگر کبھی تو ان سے بے توجہی کر ہی لے، اپنے رب کی کسی رحمت کی تلاش کی وجہ سے، جس کی تو امید رکھتا ہو تو ان سے وہ بات کہہ جس میں آسانی ہو۔“ اور فرمایا: (وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا) [النساء: ٨] ”اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔“ صدقہ کر کے احسان جتلانے کی ممانعت کے بارے میں کئی احادیث آئی ہیں۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا، ان کے

---

۱ تفسیر الدر منثور

لیے دردناک عذاب ہوگا۔۔ایک اپنے تہ بند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، دوسرا صدقہ دے کر احسان جتلانے والا اور تیسرا اپنے سودے کو جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا۔“ (۱)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”انسانوں پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں دو فرشتے نہ اترتے ہوں، ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جس نے تیری راہ میں خرچ کیا تو اسے اچھا بدلہ عطا کر اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے کا مال تلف کر۔“ (۲)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”تم کسی بھی معروف (نیکی) کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔“ (۳)

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ: سیدنا ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، جن وانس ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں، پھر مجھ سے مانگنا شروع کر دیں اور میں ہر انسان (اور جن) کو اس کی مانگی ہوئی چیز دے دوں تو جو خزانے میرے پاس ہیں ان میں کوئی کمی نہیں آئے گی، مگر اتنی جتنی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے (سمندر کے پانی میں) کمی آتی ہے۔“ (۴)

ابن ابی حاتمؒ نے عمرو بن دینارؒ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ

۱۔[مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار۔۔الخ:۱۰۶]

۲۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالیٰ: (وأما من أعطی واتقی):۱۴۴۲۔مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق والممسک:۱۰۱۰]

۳۔[مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء:۲۶۲۶]

۴۔[مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم:۲۵۷۷]

وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی صدقہ زیادہ محبوب نہیں (اچھی) بات کہنے سے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا لفظ آیت "قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذی"۔

ابن ماجہؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان آدمی علم حاصل کرے پھر وہ (دوسرے) اپنے مسلمان بھائی کو سکھائے۔

علم سیکھانا بڑا ہدیہ ہے

مرہبی نے فضل العلم میں اور بیہقیؒ نے شعب میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا۔ کسی مسلمان نے اپنے بھائی کو حکمت کے کلمہ سے بڑھ کر کوئی ہدیہ نہیں دیا اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ ہدیہ دیتا ہے یا اس کو ہلاکت سے بچا دیتا ہے۔

الطبرانیؒ نے سمرہ بن جندبؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس علم سے بڑھ کر لوگ کوئی صدقہ نہیں کر سکتے جو وہ (علم پڑھ کر) پھیلاتا ہے۔

الطبرانیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بہترین عطیہ وہ حق کا کلمہ ہے جس کو تو سنتا ہے پھر اس کو دوسرے مسلمان بھائی کی طرف لے جاتا ہے اس کو سکھاتا ہے۔

ابن المنذرؒ، ضحاک رحمۃ اللہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "قول معروف" کے بارے میں روایت کیا کہ یہ اچھا جواب دینا ہے (جیسے) کہتا ہے یرحمک اللہ (اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے لفظ آیت یرزقک اللہ (اللہ تعالیٰ تجھ کو رزق دے گا) اور سائل نہ ڈانٹے اور اس سے سخت کلامی نہ کرے۔

ابن جریرؒ نے علی ؓ کے طریقے سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا انھوں نے فرمایا غنی وہ ہے جو

اپنے غنا میں کامل ہو اور حلیم وہ ہے جو اپنے حلم میں کامل ہو۔ (۱)

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُبْطِلُوا۟ صَدَقَٰتِكُم بِٱلْمَنِّ وَٱلْأَذَىٰ كَٱلَّذِى يُنفِقُ مَالَهُۥ رِئَآءَ ٱلنَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۖ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُۥ وَابِلٌ فَتَرَكَهُۥ صَلْدًا ۖ لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا۟ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٢٦٤﴾ ﴾

اے ایمان والو اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع مت کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ چنانچہ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی چٹان پر کچھ مٹی پڑی ہو، پھر زور کی بارش پڑ کر اس کو بالکل صاف کر دے۔ ایسے لوگوں نے جو کمائی کی ہوتی ہے وہ ذرا بھی ان کے ہاتھ نہیں لگتی، اور اللہ (ایسے) کافروں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔

یہ ریا کاروں کے مقابلہ میں مخلص مومنوں کی دوسری مثال ہے، یعنی جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی

۱۔ تفسیر الدر منشور

کے لیے خرچ کرتے ہیں اور دل کے اس اطمینان کے ساتھ خرچ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا وافر اجر عطا فرمائے گا اور ان کا عمل ضائع نہیں ہوگا، ان کے خرچ کرنے کی مثال اس باغ کی سی ہے جو کسی پر فضا اور بلند مقام پر ہو، اگر اس پر زور کی بارش ہو تو دوسرے باغوں سے دگنا پھل دے اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ہلکی بارش، یا پھر شبنم ہی کافی رہے۔ اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو باغ سے، خلوص نیت کو باغ کے محل وقوع اور زرخیزی سے اور مال کی زیادتی اور کمی کو بارش اور شبنم سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح باغ کے محل وقوع اور زرخیزی کی وجہ سے بارش کی زیادتی اور کمی کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا ہر حال میں پھل پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح انسان کے خلوص نیت کی وجہ سے مال کی کثرت وقلت کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، مال کی کثرت ہو یا قلت انسان ثواب سے کسی حالت میں بھی محروم نہیں رہتا۔ ارشاد فرمایا: (وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) [التوبۃ:۱۲۱] ”اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا خرچ اور نہ کوئی بڑا اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں، مگر وہ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے، تاکہ اللہ انھیں اس عمل کی بہترین جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”آگ سے بچو! اگرچہ آدھی کھجور ہی کا صدقہ دے کر۔“ (۱)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ہر شخص قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔“ (۲)

۱۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ ...الخ:۱٤۱۷۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ:۱۰۱٦]

۲۔[مسند أحمد:٤/۱٤۷، ۱٤۸، ح:۱۷٤٦٦۔ ابن حبان:۳۳۱۰]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا: 1 انصاف کرنے والے حکمران۔ 2 ایسا نوجوان جس نے اپنے رب کی عبادت میں نشوونما پائی۔ 3 ایسا آدمی کہ اس کا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا ہے۔ 4 ایسے دو آدمی جو آپس میں محض اللہ کی خوشنودی کے لیے محبت کرتے ہیں، اسی پر ملتے اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ 5 ایسا آدمی کہ اسے کسی عزت دار اور خوبصورت وحسین عورت نے بدکاری کی دعوت دی، مگر اس نے (دعوت رد کرتے ہوئے) کہا کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ 6 ایسا آدمی کہ اس نے صدقہ اس قدر چھپا کر کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی بے خبر رہا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ 7 اور ایسا آدمی کہ جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ پڑے۔"[۱]

(۱) ابن ابی حاتمؒ نے، ربیعہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا یہ مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ مومن کے عمل کی مثال بیان فرمائی۔

(۲) مقاتل بن حیانؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ابتغاء مرضات" سے مراد ہے ثواب کی امید رکھتے ہوئے (عمل کرے)۔

(۳) حسنؒ سے روایت کیا کہ وہ نہیں ارادہ کرتے شہرت کا اور نہ دکھاوے گا۔

(٤) عبد بن حمیدؒ اور ابن جریرؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا کہ "وتثبیتا من انفسهم" سے مراد ہے تصدیق کرتے ہوئے اور یقین کرتے ہوئے۔

۱۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ بالیمین: ۱٤۲۳۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل إخفاء الصدقۃ: ۱۰۳۱]

(۵) ابن جریرؒ نے ابوصالحؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وتثبیتا من انفسھم" سے مراد ہے اپنے پاس سے یقین کرتے ہوئے۔

(٦) عبد بن حمیدؒ، اور ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "تثبیتا" سے مراد ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں جہاں اپنے مالوں سے خرچ کرتے ہیں۔

(٧) عبد بن حمیدؒ اور ابن جریرؒ اور ابن المنذرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ جب کوئی آدمی صدقہ کا ارادہ کرتا تھا اگر وہ اللہ کی رضا کے لیے ہو تو اسے قائم رکھتا ہے اور اگر اس میں کوئی چیز ریاکاری (وغیرہ) میں سے ملی ہو تو (صدقہ کو) روک لیتا ہے۔

(٨) ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وتثبیتا من انفسھم" سے نیت مراد ہے۔

(٩) حاکمؒ نے (اور اس نے اس کو صحیح کہا) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے اس طرح پڑھا لفظ آیت "بربوۃ" را کے کسرہ کے ساتھ اور ربوہ سے مراد ہے زمین میں سے بلند حصہ۔

(١٠) ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ ربوہ سے بلند ہموار زمین مراد ہے۔

(١١) ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "جنۃ بربوۃ" سے مراد وہ بلند جگہ ہے جس میں نہریں نہ چلتی ہوں۔

(١٢) ابن ابی حاتمؒ نے مقاتلؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "اصابھا وابل" سے مراد ہے کہ باغ کو بارش پہنچ گئی۔

(١٣) عطا خراسانیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وابل" سے مراد ہے بہت تیز بارش۔

(١٤) عبد بن حمیدؒ، ابن منذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فاتت اکلھا ضعفین" سے مراد ہے کہ

اس کے پھل میں دوگنا ہوتا ہے۔

(۱۵)ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فاتت اکلھا ضعفین“ سے مراد ہے کہ جس طرح اس باغ کا پھل دوگنا ہوتا ہے اسی طرح اس خرچ کرنے والے کے لیے (اجر بھی) دوگنا ہوتا ہے۔

(۱۶)ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فطل“ سے مراد شبنم ہے۔

(۱۷)عبدبن حمیدؒ،ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فطل“ سے مراد پھوار ہے۔

(۱۸)عبدبن حمیدؒ،ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”الطل“ سے مراد ہے بارش میں سے بوندا باندی،یعنی اس میں سے نرم بارش۔

(۱۹)عبدبن حمیدؒ،ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”الطل“ سے مراد ہے بارش میں سے بوندا باندی یعنی بارش کے چھوٹے قطرے۔

(۲۰)عبدبن حمیدؒ،ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ یہ وہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو مومن کے عمل کے لیے بیان فرمایا،فرماتے ہیں کہ مومن کبھی ثواب سے محروم نہیں ہوتا جیسے یہ باغ پھل دیتا ہے جس حال پر بھی ہو،اگر اس کو تیز بارش پہنچے اور اگر اس کو شبنم ہر حال میں پھل دیتا ہے۔

(۲۱)عبدبن حمیدؒ،ابن ابی حاتمؒ نے زید بن اسلمؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فان لم یصبھا وابل فطل“ سے مراد وہ مصر کی زمین ہے اگر اس کو شبنم پہنچے تو بڑھتا ہے اگر اس کو زوردار بارش پہنچے تو پھر دوگنا پھل دیتا ہے۔[۱]

۱۔تفسیرالدرمنثور

﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ
وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ
فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٥﴾ ﴾

اوران لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی مثال جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زوردار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دوگنا دے، پس اگر اس پر زور کی بارش نہ برسے تو پھوار ہی کافی ہے۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔

یہ ریاکاروں کے مقابلہ میں مخلص مومنوں کی دوسری مثال ہے، یعنی جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتے ہیں اور دل کے اس اطمینان کے ساتھ خرچ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا وافر اجر عطا فرمائے گا اور ان کا عمل ضائع نہیں ہوگا، ان کے خرچ کرنے کی مثال اس باغ کی سی ہے جو کسی پر فضا اور بلند مقام پر ہو، اگر اس پر زور کی بارش ہو تو دوسرے باغوں سے دگنا پھل دے اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ہلکی بارش، یا پھر شبنم ہی کافی رہے۔ اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو باغ سے،

خلوص نیت کو باغ کے محل وقوع اور زرخیزی سے اور مال کی زیادتی اور کمی کو بارش اور شبنم سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح باغ کے محل وقوع اور زرخیزی کی وجہ سے بارش کی زیادتی اور کمی کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا ہر حال میں پھل پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح انسان کے خلوص نیت کی وجہ سے مال کی کثرت وقلت کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، مال کی کثرت ہو یا قلت انسان ثواب سے کسی حالت میں بھی محروم نہیں رہتا۔ ارشاد فرمایا: (وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) [التوبة:۱۲۱] "اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا خرچ اور نہ کوئی بڑا اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں، مگر وہ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے، تاکہ اللہ انھیں اس عمل کی بہترین جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔"

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "آگ سے بچو! اگرچہ آدھی کھجور ہی کا صدقہ دے کر۔" (۱)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ہر شخص قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔" (۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا: 1 انصاف کرنے والے حکمران۔ 2 ایسا نوجوان جس نے اپنے رب کی عبادت میں نشوونما پائی۔ 3 ایسا آدمی کہ اس کا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا ہے۔ 4 ایسے دو آدمی جو آپس میں محض اللہ کی خوشنودی کے

۱۔ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔۔۔ الخ: ۱۴۱۷۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ: ۱۰۱۶]

۲۔ [مسند أحمد: ۴/ ۱۴۷، ۱۴۸، ح: ۱۷۴۶۶۔ ابن حبان: ۳۳۱۰]

لیے محبت کرتے ہیں، اسی پر ملتے اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ 5 ایسا آدمی کہ اسے کسی عزت دار اور خوبصورت وحسین عورت نے بدکاری کی دعوت دی، مگر اس نے (دعوت رد کرتے ہوئے) کہا کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ 6 ایسا آدمی کہ اس نے صدقہ اس قدر چھپا کر کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی بے خبر رہا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ 7 اور ایسا آدمی کہ جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ پڑے۔"[۱]

(۱) ابن ابی حاتمؒ نے، ربیعہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا یہ مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ مومن کے عمل کی مثال بیان فرمائی۔

(۲) مقاتل بن حیانؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ابتغاء مرضات" سے مراد ہے ثواب کی امید رکھتے ہوئے (عمل کرے)۔

(۳) حسنؒ سے روایت کیا کہ وہ نہیں ارادہ کرتے شہرت کا اور نہ دکھاوے گا۔

(٤) عبد بن حمیدؒ اور ابن جریرؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا کہ "وتثبیتا من انفسھم" سے مراد ہے تصدیق کرتے ہوئے اور یقین کرتے ہوئے۔

(٥) ابن جریرؒ نے ابوصالحؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وتثبیتا من انفسھم" سے مراد ہے اپنے پاس سے یقین کرتے ہوئے۔

(٦) عبد بن حمیدؒ، اور ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "تثبیتا" سے مراد ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں جہاں اپنے مالوں سے خرچ کرتے ہیں۔

۱۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ بالیمین: ۱٤۲۳۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل إخفاء الصدقۃ: ۱۰۳۱]

(۷) عبد بن حمیدؒ اور ابن جریرؒ اور ابن المنذرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ جب کوئی آدمی صدقہ کا ارادہ کرتا تھا اگر وہ اللہ کی رضا کے لیے ہو تو اسے قائم رکھتا ہے اور اگر اس میں کوئی چیز ریا کاری (وغیرہ) میں سے ملی ہو تو (صدقہ کو) روک لیتا ہے۔

(۸) ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”وتثبیتا من انفسھم“ سے نیت مراد ہے۔

(۹) حاکم نے (اور اس نے اس کو صحیح کہا) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے اس طرح پڑھا لفظ آیت ”بربوۃ“ را کے کسرہ کے ساتھ اور ربوہ سے مراد ہے زمین میں سے بلند حصہ۔

(۱۰) ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ ربوہ سے بلند ہموار زمین مراد ہے۔

(۱۱) ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”جنۃ بربوۃ“ سے مراد وہ بلند جگہ ہے جس میں نہریں نہ چلتی ہوں۔

(۱۲) ابن ابی حاتمؒ نے مقاتلؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”اصابھا وابل“ سے مراد ہے کہ باغ کو بارش پہنچ گئی۔

(۱۳) عطا خراسانیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”وابل“ سے مراد ہے بہت تیز بارش۔

(۱۴) عبد بن حمید ابن منذرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فاتت اکلھا ضعفین“ سے مراد ہے کہ اس کے پھل میں دو گنا ہوتا ہے۔

(۱۵) ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فاتت اکلھا ضعفین“ سے مراد ہے کہ جس طرح اس باغ کا پھل دو گنا ہوتا ہے اسی طرح اس خرچ کرنے والے کے لیے (اجر بھی) دو گنا ہوتا ہے۔

(۱۶) ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”فطل“ سے مراد شبنم ہے۔

(۱۷) عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فطل" سے مراد پھوار ہے۔

(۱۸) عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "الطل" سے مراد ہے بارش میں سے بوندا باندی، یعنی اس میں سے نرم بارش۔

(۱۹) عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "الطل" سے مراد ہے بارش میں سے بوندا باندی یعنی بارش کے چھوٹے قطرے۔

(۲۰) عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ یہ وہ مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو مومن کے عمل کے لیے بیان فرمایا، فرماتے ہیں کہ مومن کبھی ثواب سے محروم نہیں ہوتا جیسے یہ باغ پھل دیتا ہے جس حال پر بھی ہو، اگر اس کو تیز بارش پہنچے اور اگر اس کو شبنم ہر حال میں پھل دیتا ہے۔

(۲۱) عبد بن حمیدؒ، ابن ابی حاتمؒ نے زید بن اسلمؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فان لم یصبھا وابل فطل" سے مراد وہ مصر کی زمین ہے اگر اس کو شبنم پہنچے تو بڑھتا ہے اگر اس کو زوردار بارش پہنچے تو پھر دوگنا پھل دیتا ہے۔[۱]

﴿ اَیَوَدُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ تَکُوۡنَ لَہٗ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۙ لَہٗ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَہُ الۡکِبَرُ وَلَہٗ ذُرِّیَّۃٌ ضُعَفَآءُ ۚۖ فَاَصَابَہَآ اِعۡصَارٌ فِیۡہِ نَارٌ فَاحۡتَرَقَتۡ ؕ

۱۔ تفسیر الدر منثور

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٦﴾

کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں، اس کے لیے اس میں ہر قسم کے کچھ نہ کچھ پھل ہوں اور اسے بڑھاپا آ پہنچے اور اس کے کمزور بچے ہوں، پھر اسے ایک بگولا آ پہنچے، جس میں ایک آگ ہو تو وہ بالکل جل جائے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے کھول کر آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم سوچو۔

بھلا تم میں سے کسی شخص کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اس کے پاس انگوروں کا باغ ہو اور درختوں اور مکانات کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اور اس باغ میں مختلف قسموں کے پھل ہوں پھر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کسی کام کا نہ رہے اور اچانک یہ باغ ایک گرم یا ٹھنڈے بگولے کی لپیٹ میں آ جائے، جس سے وہ بالکل ختم ہو جائے (تم میں سے کوئی بھی شخص یہ چیز گوارا نہیں کر سکتا) اللہ تعالیٰ اوامر و نواہی کی یہ نشانیاں بیان فرماتے ہیں تاکہ قرآنی مثالوں پر غور کرو، آخرت میں کافروں کی یہی مثال ہوگی کہ وہاں بغیر کسی تدبیر کے باقی رہ جائے گا اور نہ دنیا ہی میں پھر لوٹ کر آنے کا موقع ملے گا جیسا کہ بوڑھا بغیر تدبیر کے رہ جاتا ہے کہ اب جوانی کی قوت و طاقت بھی واپس نہیں لا سکتا۔

(۱) ابن المبارکؒ نے زہد میں، عبد بن حمیدؒ، بخاریؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ اور حاکمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب سے پوچھا یہ آیت لفظ آیت ”ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ“ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ صحابہؓ نے عرض کیا

اللہ تعالیٰ ہی جاننے والے ہیں، (یہ جواب سن کر) حضرت عمرؓ غضبناک ہوگئے اور فرمایا تم یوں کہو ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا اے امیر المومنین! میرے دل میں ایک خیال ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ عمل کے لیے مثال بیان کرو اور اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو۔ ابن عباسؓ نے فرمایا (بس) عمل کے لیے حضرت عمرؓ نے فرمایا اس غنی آدمی کے لیے (یہ مثال بیان فرمائی) جو اللہ کی اطاعت کے ساتھ عمل کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے شیطان بھیج دیتے ہیں تو وہ گناہ والے اعمال کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اپنے اعمال غرق کر دیتا ہے۔

(۲) عبد بن حمیدؒ اور ابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے یہ آیت رات کو پڑھی جس نے مجھے جگائے رکھا لفظ آیت ”ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ من نخیل واعناب“ انھوں نے ساری آیت پڑھی اور فرمایا اس سے کیا مراد ہے بعض صحابہؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والے ہیں لیکن میں نے یہ سوال کیا اگر تم میں سے کسی کے پاس اس کا علم اور اس کے بارے میں کچھ سنا ہو تو وہ بتادے جو کچھ اس نے سنا سب صحابہؓ خاموش رہے حضرت عمرؓ نے مجھے دیکھا اور چپکے چپکے کررہا تھا آپ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! بیان کر اور اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھ میں نے کہا اس سے مراد عمل ہے انھوں نے فرمایا اس سے مراد (کون سا) عمل ہے؟ میں نے کہا جو چیز میری عقل میں ڈالی گئی میں نے اس کو کہہ دیا انھوں نے مجھے چھوڑ دیا اور اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا اے بھتیجے! تو نے سچ کہا میری مراد بھی اس عمل سے ہے آدم کا بیٹا اس عمل کا محتاج ہے جو اس کو اس کی جنت کی طرف لے جائے جب اس کی عمرؓ بڑی ہو جاتی ہے اور اس کے اہل وعیال کثیر ہو جاتے ہیں اور آدم کا بیٹا قیامت کے دن زیادہ محتاج ہوگا

اپنے (نیک عمل کی طرف) اے بھتیجے! تو نے سچ کہا۔

صدقہ باطل ہونے کی اچھی مثال ہے

(۳) ابن جریرؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اچھی مثال بیان فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ساری مثالیں اچھی ہیں فرمایا لفظ آیت "ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ من نخیل واعناب تجری من تحتھا الانھر لہ فیھا من کل الثمر ات" یعنی اس باغ کو اس نے جوانی میں تیار کیا اب اس کو بڑھاپا پہنچ گیا اور اس کی اولاد اس کی آخری عمر میں ضعیف (یعنی چھوٹی) ہے (کام کرنے کے قابل نہیں) اس (باغ) کو (اچانک) ایک بگولا پہنچا اس میں آگ تھی جس نے اس کو جلا ڈالا اب اس کے پاس طاقت نہیں کہ اس جیسا اور باغ لگائے نہ اس کی نسل میں ایسے افراد ہوں جن پر اس نے احسان کیا ہو کہ اس کے ساتھ مل کر اس کی نگرانی کریں اسی طرح کافر ہے جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کیا جائے گا تو اس کے لیے کوئی نیک عمل نہ ہوگا کہ جس کی بنا پر اس کو توبہ کا موقع دیا جائے جیسا کہ اس (باغ والے) کے لیے (اب) کوئی طاقت نہیں کہ اس جیسا باغ (دوبارہ) لگا سکے فائدہ نہیں ہوا اور اس کی محنت ضائع ہوگی اس کے بڑھاپے کی محتاجی کے وقت جب کہ اس کی اولاد بھی ضعیف ہے۔

(٤) ابن جریرؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ دوسری مثال ریاکاری کے طور پر خرچ کرنے والے کے لیے ہے، وہ اپنے مال کو لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے، اس سے اس کا مال ضائع ہو جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ اس کو اجر نہیں دیں گے، جب قیامت کا دن ہوگا وہ اپنے نفقہ (یعنی خرچ کیے ہوئے مال کے ثواب) کا محتاج ہوگا تو اس کو اس حال میں پائے گا کہ ریاکاری نے اس کو جلا ڈالا، اس کا خرچ کیا ہوا ضائع ہو گیا جیسا کہ اس آدمی کا اپنے باغ پر خرچ کیا ہوا ضائع ہو گیا،

یہاں تک کہ جب وہ بڑھاپے کو پہنچ گیا اور اس کی اولاد بہت ہوگئی اور وہ اپنے باغ کا محتاج ہوا تو ایک ہوا آئی جس میں گرمی تھی اس نے اس کے باغ کو جلا ڈالا تو اس میں کچھ بھی اس نے (باقی) نہ پایا۔

(۵) عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم ؒ نے مجاہدؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ مثال اللہ کی اطاعت میں کوتاہی کرنے والے کی ہے یہاں تک کہ اس کو موت آگئی، اس کی مثال اس کی موت کے بعد ایسی ہے جیسے یہ مثال جب کہ اس کا باغ جل گیا اور وہ بوڑھا ہو چکا اس حال میں اب اس کی کوئی کفالت کرنے والا نہیں اور اس کی اولاد (ابھی) چھوٹی ہے، جو بھی اس کی کفالت کرنے والی نہیں ہے۔ اسی طرح (اللہ کی اطاعت میں) کوتاہی کرنے والا موت کے بعد ہر بات پر حسرت اور افسوس کا اظہار کرے گا۔

(٦) ابن جریرؒ نے ابن ابی ملیکہؒ سے روایت کیا کہ حضرت عمرؓ نے یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے فرمایا یہ مثال ہے اس انسان کے لیے جو نیک عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس کی آخری عمر ہوتی ہے تو نیک عمل کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ اس وقت برے اعمال میں مشغول ہو جاتا ہے۔

(۷) ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا یہ مثال بیان فرمائی انسان کے عمل کے لیے جو نیک عمل شروع کرتا ہے تو یہ اس کے لیے مثال جنت کی ہوتا ہے پھر اپنی آخری عمر میں بے کام کرتا ہے، اور وہ برائی میں لگ جاتا ہے یہاں تک کہ اسی پر اس کو موت آجاتی ہے (جیسے) وہ بگولہ جس میں آگ ہوتی ہے وہ اس کے باغ کو جلا دیتی ہے یہ مثال ان برے اعمال کی ہے جس پر اس کی موت آئی، اور وہ اسی برائی پر قائم ہوتا ہے۔

(۸) عبد بن حمیدؒ نے عطاؒ سے روایت کیا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے ایک

آیت ایسی ہے کہ میں نے کسی کو نہیں پایا جو مجھے اس کے بارے میں بتا سکے، اور وہ یہ ہے لفظ آیت " ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ من نخیل واعناب" یہاں تک کہ آیت (کے پڑھنے) سے فارغ ہو گئے ابن عباسؓ نے فرمایا اے امیری المومنین! بلاشبہ میں نے اپنے دل میں اس کے بارے میں کچھ پایا ہے حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا اپنے آپ کو حقیر کیوں سمجھتے ہو؟ تو انھوں نے فرمایا اے امیر المومنین یہ مثال بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا کوئی تم میں سے اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنی عمر میں اہل خیر اور اہل سعادت والے کرے، یہاں تک کہ جب اس کی عمر بڑی ہو جائے اور اس کی موت قریب ہو جائے اور اس کی ہڈیاں کمزور ہو جائیں اور اس کو نیک اعمال پر خاتمہ کی زیادہ ضرورت ہو پھر اس وقت یہ بدبخت لوگوں والے اعمال کرنے لگ جائے پس وہ اپنے اعمال کو خراب کر دے اور اس کی بداعمالیاں اس کے نیک اعمال کو جلا ڈالیں اس تفسیر نے حضرت عمرؓ کے دل پر اثر کیا اور اس کو بہت پسند کیا۔

(۹) طبرانی نے اوسط میں اور حاکمؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اللہم اجعل اوسع رزقک علی عند کبر سنی وانقطاع عمری

ترجمہ: یعنی اے اللہ! مجھ پر اپنے رزق کو وسیع کر دے میرے بڑھاپے کی عمر کے وقت اور میری عمر کے ختم ہونے کے وقت۔

(۱۰) الفریابیؒ، عبد بن حمیدؒ، ابویعلیؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا لفظ آیت " اعصار فیہ نار" سے مراد ہے ایسی ہوا جو سموم (یعنی زہریلی) اور سخت ہو۔

(۱۱) الطستی ؒ نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا کہ ان سے نافع بن ازرق ؒ نے لفظ آیت "اعصار" کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا اس سے سخت ہوا مراد ہے۔ انھوں نے عرض کیا کیا عرب کے لوگ اس معنی سے واقف ہیں؟ فرمایا ہاں کیا تو نے شاعر کا یہ شعر نہیں سنا: لفظ آیت

فلہ فی آثارہن خوار وخفیف کانہ اعصار

ترجمہ: اس کے لیے ان کے پیچھے ایک آواز اور سرسراہٹ ہے گویا کہ وہ تیز آندھی ہے۔

(۱۲) عبد بن حمید ؒ اور ابن ابی حاتم ؒ نے قتادہ ؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "کذلک یبین اللہ لکم الآیت لعلکم تتفکرون" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی مثال کو سمجھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، لفظ آیت "وتلک الامثال نضر بھا للناس وما یعقلھا الا العلمون" (العنکبوت آیت ۴۳)۔[۱]

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَنفِقُوا۟ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا۟ ٱلْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن تُغْمِضُوا۟ فِيهِ ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَنِىٌّ حَمِيدٌ ﴿٢٦٧﴾ ﴾

اے ایمان والو! اپنے کمائے ہوئے پاکیزہ مال میں سے خرچ کرو اور اس میں سے

۱۔ تفسیر الدر منشور

خرچ کرو جو کچھ ہم نے نکالا ہے تمہارے لیے زمین سے اور اس میں سے ردّی مال کا ارادہ نہ کرو کہ اسے خرچ کردو! اور تم ہرگز نہیں ہو گے اس کو لینے والے (اگر وہ شے تم کو دی جائے) الا یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ اور خوب جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور حمید ہے۔

شان نزول

امام ترمذیؒ بیان فرماتے ہیں:

حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی' ہم لوگوں کے کھجوروں کے درخت تھے' اور جس شخص کے پاس جتنی زیادہ یا کم کھجوریں درختوں سے اترتی تھیں وہ اسی حساب سے کھجوریں لاتا تھا' کوئی شخص کھجوروں کا ایک گچھا لاتا کوئی دو گچھے لاتا اور ان کو مسجد میں لٹکا دیتے' اور اہل الصفہ (وہ صحابہ جنہوں نے قرآن وحدیث کو محفوظ کرنے کے لیے خود کو وقف کرلیا تھا اور وہ دن رات مسجد نبوی میں رہتے تھے' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے لیے ایک چبوترہ بنوادیا تھا' اس وجہ سے ان کو اصحاب الصفہ کہا جاتا ہے' صفہ کے معنی چبوترہ ہیں) کے پاس کھانا نہیں ہوتا تھا' ان میں سے جب کسی کو بھوک لگتی تو وہ ان گچھوں پر لاٹھی مارتا تو ان سے آدھ پکی کھجوریں اور چھوارے گر جاتے اور وہ ان کو کھا لیتے' ادھر لوگوں کو صدقہ اور خیرات میں خاص رغبت نہیں تھی' وہ کھجوروں کے ایسے گچھے لے کر آتے جن میں سوکھی ہوئی ردی اور بے کار کھجوریں ہوتیں' اور وہ ان کو لا کر لٹکا دیتے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل کی: اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی پاکیزہ کمائی سے اچھی اور عمدہ

چیزوں کو خرچ کرو‘ اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں‘ اور (اللہ کی راہ میں) ایسی ناکارہ اور ناقابل استعمال چیز دینے کا قصد نہ کرو جس کو تم خود بھی آنکھیں بند کیے بغیر لینے والے نہیں ہو۔ [۱]

اللہ تبارو تعالیٰ کی راہ میں اس چیز کو صدقہ کرنا چاہیے جو فی نفسہ حلال اور طاہر ہو‘ اور وہ چیز حلال اور جائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہو‘ جو چیز فی نفسہ حلال نہ ہو مثلاً مردار یا حرام جانور‘ اس کا صدقہ کرنا جائز نہیں ہے یا وہ چیز فی نفسہ حلال ہو لیکن ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہو مثلاً سود‘ رشوت یا کسب حرام سے جو پیسہ حاصل ہو اس سے کوئی چیز خرید کر صدقہ کی جائے۔

امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا‘ اور اللہ صرف پاکیزہ چیز ہی کو قبول فرماتا ہے‘ تو اللہ اس صدقہ کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے‘ پھر اللہ اس صدقہ کو پالتا (بڑھاتا) رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے گھوڑے کو پالتا رہتا ہے حتی کہ وہ کھجور کا صدقہ پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے۔ [۲]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو۔ (البقرہ:۲٦۷)

حلال کمائی کی مدح اور بربناء ضرورت اولاد کے مال سے کھانے کا جواز:

حافظ سیوطیؒ بیان کرتے ہیں:

۱۔(جامع ترمذی ص ۴۲۵۔۴۲۴‘ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب‘ کراچی)

۲۔(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۹‘ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع‘ کراچی‘ ۱۳۸۱ھ)

امام احمدؒ نے حضرت ابو بردہ بن نیارؓ سے روایت کرتے ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا گیا کہ سب سے اچھا کسب (کمائی) کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: جائز تجارت اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔

امام عبد بن حمیدؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے' حضرت عائشہؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنی پاکیزہ کمائی سے کھاؤ' اور تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی ہے' تمہاری اولاد اور ان کے اموال تمہاری ملکیت ہیں۔

امام عبد بن حمیدؒ، حضرت محمد بن منکدرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پاس مال بھی ہے اور اس کی اولاد بھی ہے' اور میرا باپ کے پاس بھی مال ہے اور اس کی اولاد بھی ہے' اور میرا باپ میرے مال سے لیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے۔

امام عبد بن حمیدؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ والد اپنی اولاد کے مال سے جو چاہے لے سکتا ہے' اسی طرح والدہ بھی' اور اولاد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے والد کے مال سے اس کی مرضی کے بغیر کوئی چیز لے۔

امام عبدالرزاقؒ اور امام عبد بن حمیدؒ نے زہریؒ سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص بغیر ضرورت کے اپنی اولاد کا مال بالکل نہ لے اور ضرورت کے وقت دستور کے مطابق لے' اور ابراہیمؒ سے روایت ہے کہ کھانے' کپڑے اور لباس کے علاوہ اور کچھ نہ لے۔ (۱)

۱۔ (الدر المنثور ج۱ ص۳۴۷' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

حرام مال سے صدقہ کرنے کا وبال

حافظ سیوطی ؒ بیان کرتے ہیں:

امام طبرانی ؒ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کیا ہے کہ جس کی کمائی حرام ہے اس سے زکوۃ نہیں لی جائے گی۔

امام طبرانی ؒ نے "معجم اوسط" میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی حلال کمائی سے حج کے لیے جاتا ہے اور سواری پر بیٹھ کر ندا کرتا ہے: "اللھم لبیک" تو آسمان سے فرشتہ ندا کرتا ہے "اللھم وسعد یک" تمہارا زاد حلال ہے اور تمہاری سواری حلال ہے، تمہارا حج مبرور ہے، اس میں گناہ نہیں ہے، اور جب کوئی شخص حرام کمائی سے حج کیلیے جاتا ہے اور سواری پر بیٹھتا ہے اور "لبیک اللھم لبیک" کہتا ہے تو آسمان سے فرشتہ ندا کرتا ہے: تمہارا "لبیک" کہنا مقبول نہیں، تمہارا سفر خرچ حرام ہے، تمہارا حج غیر مبرور ہے اور مقبول نہیں ہے۔

امام اصبہانی نے "الترغیب" میں حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے حرام سے حج کیا اور 'لبیک' اللھم لبیک" کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تمہارا "لبیک" کہنا مردود ہے، تمہارا حج مردود ہے۔[1]

امام ترمذی ؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ بغیر طہارت کے نماز

۱۔(الدر المنثور ج ۱ ص ۳۴۷، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

قبول نہیں کرتا اور چوری کے مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔ [١]

اگر کسی شخص کے پاس ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ مال ہو اور اب اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مال اصل مالکوں کو واپس کردے‘ اگر وہ فوت ہو چکے ہوں تو ان کے وارثوں کو واپس کردے‘ اور اگر ان کو پتا نہ چلے تو اس مال کو ان مالکوں کی طرف سے صدقہ کردے اور یہ بہرحال جائز نہیں ہے کہ وہ مال حرام سے زکوۃ ادا کرے‘ صدقات وخیرات اور حج اور عمرہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں۔ (البقرہ:٢٦٧)

عشر کا بیان

اس آیت میں صدقات فرضیہ زکوۃ اور عشر ادا کرنے کا حکم دیا ہے‘ امام ابن جریرؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبیدہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے اس آیت کے متعلق پوچھا: اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا: یعنی دانے (غلہ) پھل اور ہر وہ چیز جس پر زکوۃ ہے۔ [٢]

چونکہ اس آیت میں اصالۃً زمین کی پیداوار سے زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے‘ اس لیے ہم زرعی پیداوار پر

١۔ (جامع ترمذی ص٢٦‘ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب‘ کراچی)

٢۔ (جامع البیان ج٣ ص٥٥۔٥٤‘ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت‘ ١٤٠٩ھ)

عشر میں مذاہب فقہاء بیان کر رہے ہیں۔

عشر کے نصاب میں فقہاء کے نظریات

غلہ اور پھلوں کی زکوۃ (عشر) کے نصاب میں ائمہ کا اختلاف ہے۔امام مالکؒ ،امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ حدیث مذکور کی روشنی میں غلہ اور پھلوں کے لیے پانچ وسق (بتیس من) کو نصاب قرار دیتے ہیں۔جس شخص کے کھیتوں اور باغات سے پانچ وسق یا اس سے زائد پیداوار حاصل ہو جائے اس پر عشر واجب ہوگا جس شخص کی پیداوار پانچ وسق سے کم ہو اس پر عشر واجب نہیں ہوگا۔

اس کے برخلاف ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ زمین کی پیداوار کے لیے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔غلہ پھل اور سبزیوں کی زمین سے جس قدر پیداوار بھی حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر دینا واجب ہوگا۔

عشر کے نصاب میں ائمہ ثلاثہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں: امام مالکؒ ،امام ثوریؒ امام اوزاعیؒ ،امام ابن ابی لیلیؒ ،امام شافعیؒ ،امام ابو یوسفؒ ،امام محمدؒ اور تمام اہل علم کا قول یہ ہے کہ پھلوں اور غلہ میں زکوۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب ان کی مقدار پانچ وسق کو پہنچ جائے البتہ امام ابوحنیفہؒ اور مجاہدؒ کہتے ہیں کہ قلیل اور کثیر سب میں زکوۃ واجب ہے کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بالعموم فرمایا ہے: جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے، اور چونکہ زمین کی پیداوار میں سال گزرنے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں ہے یہ حدیث خاص ہے اور امام ابوحنیفہؒ کی پیش کردہ حدیث عام ہے جس کی

اس حدیث سے تخصیص کرنا واجب ہے۔[1]

میں (محمد طاہر) کہتا ہوں کہ یہ ائمہ ثلاثہ کی دلیل مضبوط ہے۔

عشر کے نصاب میں امام ابو حنیفہؒ کا نظریہ

امام ابو حنیفہؒ کا نظریہ یہ ہے کہ زرعی پیداوار کا کوئی نصاب نہیں ہے اور زمین سے جس قدر بھی پیداوار حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر واجب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(آیت) ”کلوا مین ثمرہ اذا اثمر واتوا حقہ یوم حصادہ“۔(الانعام:۱۴۱)

ترجمہ: درخت کا پھل جب پھل دے تو اس سے کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھلوں سے زکوۃ ادا کرنے کے لیے پھلوں کا کوئی نصاب نہیں بیان کیا‘ اس سے معلوم ہوا کہ درخت کے پھلوں پر مطلقا عشر واجب ہے‘ خواہ ان کی مقدار کثیر ہو یا قلیل‘ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) ”یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض“۔(البقرہ:۲۶۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی کمائی سے اچھی چیزوں کو خرچ کرو اور جو کچھ زمین سے ہم نے تمہارے لیے نکالا ہے اس میں (اللہ کی راہ میں خرچ کرو)

امام ابو حنیفہ استدلال یوں ہے کہ اس آیت میں ”ما“ عام ہے جس کا تقاضا ہے: زمین سے ہم نے جو بھی تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو اور پانچ وسق والی حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خبر واحد ظنی ہے اور قرآن مجید کو عموم قطعی ہے اور ظنی دلیل

۱۔(المغنی ج ۲ ص ۲۹۶ ‘مطبوعہ دار الفکر‘ بیروت‘ ۱۴۰۵ھ)

سے قطعی کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ وشتانی مالکیؒ لکھتے ہیں:

ہم آیت کریمہ کے عموم کے مقابلہ میں پانچ وسق والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور قرآن کریم کے عموم کی خبر واحد سے تخصیص کرنے میں اختلاف ہے۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا دریائی پانی سے سیراب ہو اس پر عشر (۱۰۔۱) ہے اور جس زمین کو کنویں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر ہے (یعنی ۲۰۔۱)۔ (۲)

امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس زمین کو دریا یا بارش سیراب کرے اس پر عشر (۱۰۔۱) ہے اور جس زمین کو کنوئیں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر (۲۰۔۱ بیسواں حصہ) ہے۔ (۳)

امام ابن ماجہؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس زمین کو بارش یا چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو اونٹوں کے ذریعہ کنویں سے سیراب کیا جائے اس میں

۱۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۱۰، مطبوعہ دالکتب العلمیہ، بیروت)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

۳۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ) امام ابوداؤد نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر (رض) اور حضرت جابر (رض) کی ان دونوں روایات کو ذکر فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور ۱۴۰۵ھ)

نصف عشر ہے۔ (۱)

اس حدیث کے بعد امام ابن ماجہؒ نے حضرت جابرؓ کی حدیث کو بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق بن ہمامؒ نے اپنی "مصنف" میں اس مضمون کی انیس احادیث روایت کی ہیں، ہم ان میں سے چند کا ذکر کر رہے ہیں۔

قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ معمرؒ نے کہا: میں نے تمام (معتبر) لوگوں کے پاس نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا لکھا ہوا فرمان دیکھا کہ جس زمین کو رسیوں اور ڈولوں کے ذریعہ کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے (معمر کہتے ہیں کہ میرے علم میں اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے) اور جس زمین کو بارش یا دریائی پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے، معمرؒ کہتے ہیں کہ میرے علم میں اس بات میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (۲)

اس حدیث کو امام بیہقیؒ نے بھی اپنی "سنن" میں روایت کیا ہے۔ (۳)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتین ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: جس زمین کو دریائی پانی، بارش اور چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو رسیوں کے ذریعہ کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (۴)

عاصم بن ضمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر

۱۔ (سنن ابن ماجہ ص، ۱۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

۲۔ (المصنف ج ٤ ص ٤ ١٣ مطبوعہ اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ)

۳۔ (سنن کبریٰ ج ٤ ص ۱۳۰ مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان)

۴۔ (المصنف ج ٤ ص ٤ ١٣ مطبوعہ اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ)

ہے اور جس زمین کو ڈول کے ذریعہ کنوئیں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (۱)

مجاہدؒ بیان کرتے ہیں: زمین جس چیز کو بھی نکالے خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر یا نصف عشر ہے۔ (۲)

حمادؒ کہتے ہیں: ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں عشر ہے یا نصف عشر ہے۔ (۳)

ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں زکوۃ ہے۔ (۴)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔" (۵)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اے لوگو! اللہ پاک ہے اور وہ کوئی مال قبول نہیں کرتا سوائے اس مال کے جو پاک ہو۔" (۶)

مَا كَسَبْتُمْ: انسان کی کمائی کے بڑے ذرائع چار ہیں، زراعت، صنعت، تجارت اور ملازمت۔ کمائی جس ذریعے سے بھی ہو اگر نصاب کو پہنچ جائے جو کہ ستر گرام سونا یا چار سو ساٹھ گرام چاندی ہے، یا کسی کے پاس اتنی قیمت کا مال ہو اور اس پر سال گزر جائے تو زکوۃ دینا پڑے گی۔

سیدنا ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "پانچ وسق سے کم

۱۔(المصنف ج ٤ ص ۱۳۳ مطبوعۂ اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ)

۲۔(المصنف ج ٤ ص ۱۳۹ مطبوعۂ اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ)

۳۔(المصنف ج ٤ ص ۱۳۹ مطبوعۂ اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ)

۴۔(المصنف ج ٤ ص ۱۳۹ مطبوعۂ اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ)

۵۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب: ۱٤۱۰۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب: ۱۰۱٤]

۶۔[مسلم، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب: ۱۰۱۵]

میں زکوۃ نہیں۔“ ①

بعض لوگ کہتے ہیں مال تجارۃ میں زکوۃ نہیں۔امام بخاری ؒ نے ”باب الصدقۃ الکسب والتجارۃ“ میں اس آیت سے استدلال کر کے ان کا رد کیا ہے۔البتہ زمین سے حاصل ہونے والی فصل کا عشر فصل اٹھاتے ہی ادا کرنا ہوگا۔

وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ: سے مراد فصل پر عشر یا نصف عشر ہے۔اگر زمین سے کھینچ کر پانی لگایا جائے تو نصف عشر اور اگر بارانی یا نہری ہو تو عشر۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جس زمین کو بارش اور چشموں نے سیراب کیا ہو، یا وہ جو خود بخود نمی سے سیراب ہو جاتی ہو، اس میں دسواں حصہ ہے اور جس کو کنویں (وغیرہ) سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو، اس میں بیسواں حصہ ہے۔“ ②

(۱) ابن جریرؒ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم“ سے مراد ہے کہ سونے اور چاندی (میں سے خرچ کرو یعنی زکوۃ ادا کرو) (اور) لفظ آیت ”ومما اخرجنا لکم من الارض“ سے مراد ہے کہ پھلوں میں سے بھی (زکوۃ ادا کرو)۔

عشر کی ادائیگی کا حکم

(۳-۲) مالکؒ، شافعیؒ، ابن ابی شیبہؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ اور دار قطنیؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا پانچ وسق سے کم کھجور

۱۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب ما اُدی زکاتہ فلیس بکنز: ۱۴۰۵۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب: لیس فیما دون خمسۃ أوسق صدقۃ: ۹۷۹]
۲۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری: ۱۴۸۳]

میں صدقہ نہیں ہے اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں صدقہ (یعنی زکوۃ) نہیں ہے اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں۔ اور مسلم شریف میں یوں ہے کہ غلہ اور کھجور میں زکوۃ نہیں یہاں تک کہ پانچ وسق کو پہنچ جائیں۔

(٤) امام مسلمؒ، ابن ماجہؒ، اور دار قطنیؒ نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں زکوۃ نہیں اور پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں اور پانچ وسق سے کم کھجور میں زکوۃ نہیں۔

(٥) حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو زمین آسمان کے پانی (یعنی بارش) چشمہ کے پانی اور جوہڑ کے پانی سے سیراب کی جائے اس میں عشر (یعنی دسواں حصہ ہے) اور جو کھیت پانی کھینچ کر مثلاً اونٹ کے ذریعہ سیراب ہو اس میں آدھا عشر (یعنی بیسواں حصہ ہے)۔

(٦) مسلمؒ، ابوداؤدؒ، اور دار قطنیؒ نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو زمین نہر کے پانی سے اور چشمے کے پانی سے سیراب کی جائے اس میں عشر (یعنی دسواں حصہ) ہے اور جس کھیت کو کنویں سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جائے اس میں آدھا عشر (یعنی بیسواں حصہ) زکوۃ ہے۔

(٧) ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو کھیت بارش یا چشمہ سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے اور جو کھیت کنویں سے پانی کھینچ کر پلایا جائے اس میں نصف عشر (یعنی بیسواں حصہ) ہے۔

(۸) ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ اور دار قطنیؒ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں نے تمہارے لیے معاف کر دیا گھوڑے اور غلاموں کی زکوۃ سے لیکن تم چاندی کی زکوۃ لاؤ ہر چالیس درھموں میں سے ایک درہم ہے اور اس میں پانچ درہم ہیں۔

(۹) دار قطنیؒ اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح بھی کہا ہے) ابو ذرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اونٹوں میں اس کی زکوۃ ہے اور بیلوں یا گایوں میں اس کی زکوۃ ہے اور بکریوں میں اس کی زکوۃ ہے اور کپڑے میں اس کی زکوۃ ہے۔

(۱۰) ابوداؤدؒ نے خبیب بن سلیمان بن سمرۃؒ سے اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہم کو حکم دیا گیا کہ ہم زکوۃ نکالیں (ہر) اس مال میں سے جو تجارت کے لیے ہوتا تھا۔

(۱۱) ابن ماجہؒ اور دار قطنیؒ نے حضرت ابن عمرؓ و حضرت عائشہؓ دونوں سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر بیس دینار میں سے آدھا دینار لیتے زکوۃ تھے۔ اور چالیس دینار میں سے ایک دینار زکوۃ لیتے تھے۔

(۱۲) ابن ابی شیبہؒ اور دار قطنیؒ نے عمرو بن شعیبؒ سے روایت کیا اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا پانچ اونٹون سے کم میں زکوۃ نہیں اور چالیس بکریوں سے کم میں زکوۃ نہیں اور تیس گایوں سے کم میں زکوۃ نہیں اور بیس مثقال سے کم سونے میں زکوۃ نہیں اور دوسو درہم سے کم میں زکوۃ نہیں اور پانچ وسق سے کم میں زکوۃ نہیں اور عشر ہے کھجور میں، کشمش

میں، گیہوں میں اور جو میں اور جو کھیت بہتے ہوئے پانی سے سینچا جائے اس میں عشر ہے اور جو کھیت ڈول کے ذریعہ سیراب ہو اس میں نصف عشر ہے (یعنی بیسواں حصہ)۔

(۱۳) ابن ماجہؒ اور دار قطنیؒ نے عمرو بن شعیبؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ سے ہر قسم کے پتھر۔ موتی۔ نگینہ۔ گھونگا۔ اور زمین کی پیداوار سبزی۔ کھیرا اور ککڑی کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو انھوں نے فرمایا پتھر میں زکوۃ نہیں۔ اور سبزیوں میں زکوۃ نہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان پانچ چیزوں پر زکوۃ کا حکم فرمایا گیہوں، جو، کھجور، کشمش اور جوار۔

(۱۴) دار قطنیؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان چار چیزون میں زکوۃ کا حکم فرمایا گیہوں، جو، کشمش اور کھجور۔

(۱۵) ترمذیؒ اور دار قطنیؒ نے معاذؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سبزیوں (کی زکوۃ) کے بارے میں لکھا تو آپ نے فرمایا ان میں کوئی زکوۃ نہیں۔

(۱۶) دار قطنیؒ اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو زمین بارش اور جوہڑ کے پانی سے سیراب کی جاتی ہے۔ اس میں دسواں حصہ ہے۔ اور جو کھیت پانی کھینچ کر سینچا جائے اس میں نصف عشر ہے اور بلاشبہ کھجور، گیہوں اور غلہ میں زکوۃ ہے لیکن کھیرا، ککڑی، تربوز، انار، ساگ، دوسری سبزیاں (میں زکوۃ) معاف ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے (زکوۃ کو) معاف فرما دیا۔

(۱۷) دار قطنیؒ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سبزیوں میں کوئی زکوۃ نہیں اور نہ عرایا میں صدقہ ہے (عرایا وہ کھجور کے درخت جو مسکینوں کو ھبہ

کیے جاتے تھے) اور پانچ وسق سے کم (کھجور) میں کوئی صدقہ نہیں جو بیل یا اونٹ کام کرنے والے ہوں ان میں کوئی زکوۃ نہیں، اور گھوڑوں میں کوئی زکوۃ نہیں، صقر بن حبیبؒ نے فرمایا کہ جھہ سے گھوڑے کا خچر اور غلام مراد ہیں۔

(۱۸) دار قطنیؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا زمین میں اگنے والی سبزی پر کوئی زکوۃ نہیں۔

(۱۹) دار قطنیؒ نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ سبزیوں میں کوئی زکوۃ نہیں۔

(۲۰) البزارؒ اور دار قطنیؒ نے طلحہؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سبزیوں میں کوئی زکوۃ نہیں۔

(۲۱) دار قطنیؒ نے محمد بن عبداللہ جحشؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سبزیوں میں کوئی زکوۃ نہیں۔

(۲۲) ابن ابی شیبہؒ اور دار قطنیؒ نے حضرت علیؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں نے معاف کیا صرف تمہارے غلاموں اور گھوڑوں کا صدقہ لیکن تم زکوۃ ادا کرو اپنی چاندی اور اپنی کھیتی سے اور اپنے مویشی سے۔

(۲۳) ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ، دار قطنیؒ اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا ہے) اور معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا غلہ میں سے لے لو اور بکری بکریوں میں سے، اور اونٹ، اونٹوں میں سے، اور گائے گائیوں میں سے۔

(٢٤) مالکؒ، شافعیؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ اور نسائیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جانور کا نقصان رائیگاں ہے یعنی اس کی دیت کسی پر لازم نہیں، اور کنویں میں گرنے والے کا نقصان رائیگاں ہے یعنی اس کا کوئی تاوان نہیں، اور کان میں مرنے والے کا نقصان رائیگاں ہے۔ یعنی اس کا کوئی تاوان نہیں اور دفینہ میں پانچواں حصہ ہے۔

(٢٥) ترمذیؒ، ابن ماجہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہر تیس گایوں میں سے ایک سال کا بچھڑا یا بچھڑی اور ہر چالیس گایوں میں ایک مسنۃ یعنی دو برس کا بچھڑا لیا جائے گا جو تیسرے برس میں جا رہا ہو۔

(٢٦) دار قطنیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کام کرنے والے بیلوں میں کوئی زکوۃ نہیں لیکن ہر تیس گایوں میں ایک سال کا بچھڑا ہے، اور ہر چالیس گایوں میں ایک مسنہ یعنی دو برس کا بچھڑا لیا جائے گا، جو تیسرے برس میں جا رہا ہو۔

شہد میں عشر کی مقدار

(٢٧) ترمذیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ شہد کے ہر دس مشکیزوں میں سے ایک مشکیزہ زکوۃ ہے۔

(٢٨) ابو داؤدؒ، ابن ماجہؒ نے عمرو بن شعیبؒ سے روایت کیا اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شہد میں سے دسواں حصہ لیا اور ابو داؤدؒ کے الفاظ یوں ہیں، کہ بلالؓ جو بنو متعان قبیلہ کے ایک فرد ہے وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اپنی کھجوروں کا دسواں حصہ لے کر آئے، اور انھوں نے آپ سے سوال کیا کہ سلبہ وادی آپ میرے لیے محفوظ فرما

دیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وہ وادی ان کو دے دی، جب عمر بن خطابؓ خلیفہ ہوئے تو سفیان بن وھبؓ نے ان کی طرف اس وادی کے بارے میں لکھا، حضرت عمر بن خطابؓ نے ان کو لکھا کہ اگر وہ تجھے زکوۃ دیں جو وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیا کرتے تھے کھجوروں کے عشر میں سے تو وادی سلبہ اس کے نام کردو ورنہ یہ بارش کی مکھی ہے جو چاہے کھائے (بارش کی وجہ سے پھل پھول اگتے ہیں اور مکھی ان کا رس چوس کر شہد تیار کرتی ہے۔

اونٹ کی زکوۃ کا نصاب

(۲۹) الشافعیؒ، بخاریؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ، دارقطنیؒ، حاکمؒ اور بیہقیؒ نے انسؓ سے روایت کیا کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے انس بن مالکؓ کو بحرین کی طرف بھیجا اور ان کو یہ احکام لکھ کر دیئے، کہ یہ زکوۃ کا فریضہ ہے جس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مسلمانوں پر فرض فرمایا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم فرمایا تھا۔ سو جو آدمی مسلمان سے اسی حکم کے مطابق زکوۃ کا مال طلب کرے اس کو دے دو اور جو اس سے زیادہ کو طلب کرے اس کو نہ دو۔

(۳۰) پچیس اونٹوں سے کم ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے، جب پچیس پورے ہو جائیں تو اس میں بنت مخاض ہے (یعنی ایسی اونٹنی جو دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو) یہاں تک کہ پینتیس تک پہنچ جائیں اگر اس میں بنت مخاض نہ ہو تو ابن لبون ہوگا (یعنی وہ اونٹ جو دو برس کا ہو اور تیسرے سال میں لگا ہو) جب تعداد چھتیس ہو جائے تو اس میں وہ اونٹنی جو دو برس مکمل کر کے تیسرے برس میں داخل ہو چکی ہو (زکوۃ میں دے دو) پینتالیس تک یہی (حساب رہے گا)، جب چھیالیس کو پہنچ جائیں تو اس میں حقہ ہے یعنی تین سال کی اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو، ساٹھ (اونٹوں) تک یہی حساب

رہے گا، جب اکسٹھ ہوجائیں تو اس میں ایک جزعہ ہے یعنی پانچ برس والا اونٹ ہے پچھتر تک یہی حساب رہے گا، جب ایک سوبیس سے زیادہ ہوجائیں تو ہر چالیس میں ایک بنت لبون یعنی دو برس والی اونٹنی ہے اور ہر پچاس میں سے ایک حقہ یعنی تین سال والا اونٹ ہے۔ جب اونٹوں کی عمریں مختلف ہوں صدقات کے فرائض میں جس پر جزعہ یعنی پانی سال والا اونٹ واجب ہوجائے، اور اس کے پاس سال والا نہ ہو، اور اس کے پاس حقہ یعنی تین سال والا ہو تو وہ بھی اس سے قبول کیا جائے گا، اس طرح ہر ایک کہ اس کے ساتھ دو بکریاں یا بیس درہم جو اس کے لیے آسان ہوں لیے جائیں گے، اور جس پر حقہ یعنی تین سال کا اونٹ واجب ہوجائے اور اس کے پاس تین سال کا اونٹ نہ ہو اور اس کے پاس جزعہ یعنی پانچ برس والی اونٹنی ہو تو اس سے قبول کرلیا جائے گا اور زکوۃ وصول کرنے والا اس کو بیس درہم یا دو بکریاں دے گا، اور جس پر بنت لبون یعنی دو برس والا اونٹنی فرج ہو اور اس کے پاس حقہ یعنی تین برس والے اونٹ کے سوا (اور کوئی اونٹ) نہ ہو تو اس سے قبول کرلیا جائے گا زکوۃ وصول کرنے والا بیس درہم یا دو بکریاں دے گا اور جس پر بنت لبون یعنی دو برس والی اونٹنی (واجب) ہو اور اس کے پاس بنت مخاض یعنی ایک برس والی اونٹنی ہو (جو دوسرے سال میں ابھی لگی ہو) تو اس سے (پورے) ایک سال والی اونٹنی اور ساتھ ہی دو بکریاں یا بیس درہم بھی لیے جائیں گے اور جس پر بنت مخاض یعنی ایک سال والی اونٹنی واجب ہو اور اس کے پاس مذکر ابن لبون یعنی دو سال والے اونٹ کے سوا اور کوئی نہ ہو تو اس سے وہی قبول کیا جائے گا اور اس کے ساتھ کوئی چیز مزید نہیں لی جائے گی، اور جس کے پاس صرف چار (اونٹ) ہو تو اس پر کوئی زکوۃ نہیں ہوگی مگر جو اس کا رب (مالک) چاہے تو صدقہ کرسکتا ہے، اور جو بکریاں جنگل میں چرتی ہوں، اگر وہ چالیس ہوں تو اس میں ایک بکری ہے ایک سو بیس تک جب وہ

ایک سو بیس سے زائد ہو جائیں تو اس میں دو بکریاں ہیں یہاں تک کہ دو سو تک پہنچ جائیں جب دو سو سے زائد ہو جائیں تو اس میں تین بکریاں ہیں تین سو تک (یہی حساب رہے گا) جب تین سو سے زائد ہو جائیں تو ہر سو میں ایک بکری رہے گی، بوڑھی بکری زکوۃ میں نہیں لی جائے گی اور عیب دار بکری بھی زکوۃ میں نہیں لی جائے گی، اور نہ (بکریوں کو گابھن کرنے کے لیے) بکری کی زکوۃ ہوگی مگر یہ کہ صدقہ دینے والا خود نر پسند کرے اور نہ متفرق جانوروں کو جمع کیا جائے گا (زکوۃ لینے میں) اور زکوۃ سے بچنے کے لیے دو شریکوں کی اکھٹی بکریوں کو جدا نہیں کیا جائے گا اگر مال دو آدمیوں کا ایک جگہ ملا ہوا ہو تو وہ اپنے حصہ کے مطابق ایک دوسرے سے رجوع کریں گے اگر کسی آدمی کی جنگل میں چرنے والی بکریاں چالیس کو نہ پہنچیں تو اس میں کوئی زکوۃ نہیں، مگر جو اس کا مالک ہے (جتنا چاہے دے دے) اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوۃ کا واجب ہوگا اگر کسی کے پاس ایک سو نوے درہم مال ہو تو اس میں کوئی زکوۃ نہیں مگر جو اس کا مالک ہے (جتنا دے دے)۔ [۱]

(۳۰) ابن ابی شیبہؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ (اور اس کو حسن کہا ہے) اور حاکمؒ نے زہریؒ کے طریق سے سالمؒ سے روایت کیا اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زکوۃ کا نصاب اور اس کا فریضہ لکھا لیکن اس کو اپنے گورنروں کی طرف نہ بھیجا یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنی تلوار کے ساتھ باندھ دیا، ان احکام پر حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ نے عمل فرمایا، اس میں یہ لکھا تھا پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے، دس میں دو بکریاں ہیں اور پچیس اونٹون میں ایک بنت مخاض یعنی ایک سال کی اونٹنی جو دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو،

۱۔ تفسیر الدر منثور

پینتیس (۳۵) تک یہی حساب رہے گا۔ جب اس سے زیادہ ہوجائے تو اس میں ایک بنت لبون یعنی دو سال کی اونٹنی جو تیسرے سال میں داخل ہوچکی ہو، پینتالیس تک یہی حساب رہے گا، جب اس سے زیادہ ہوجائے تو اس میں ایک حقہ یعنی تین سال کا اونٹ ہوگا جو چوتھے سال میں داخل ہو چکا ہو۔ ساٹھ (اونٹوں) تک یہی حساب رہے گا جب اس سے زیادہ ہوجائے تو جزعہ یعنی چار برس والا اونٹ جو پانچویں سال میں داخل ہو چکا ہو، پچھتر تک یہی حساب رہے گا۔ جب اس سے زیادہ ہوجائے تو دو بنت لبون یعنی دو برس والی دو اونٹنیاں ہوں گی جو تیسرے برس میں داخل ہوچکی ہوں، نوے تک یہی حساب رہے گا جب اس سے زیادہ ہوجائیں تو دو حقے یعنی تین سال والے اونٹ ہوں گے جو چوتھے سال میں داخل ہوچکے ہوں، ایک سوبیس تک یہی حساب رہے گا اگر اونٹ اس سے بھی زیادہ ہوجائیں ہر پچاس میں ایک حقہ یعنی تین سال والا اونٹ ہوگا اور ہر چالیس میں بنت لبون یعنی دو برس والی اونٹنی ہوگی اور چالیس بکریوں میں ایک بکری ہوگی ایک سوبیس تک اگر اس سے ایک بھی زیادہ ہوگئی تو دوسو تک دو بکریاں ہوگی جب اس سے بھی زیادہ ہوجائیں تو ہر سو میں ایک بکری ہوگی، اوراس میں کوئی چیز نہ ہوگی یہاں تک کہ سو تک پہنچ جائیں۔ زکوۃ کے ڈر سے جو مال ایک جگہ اکٹھا ہووہ جدا جدا نہ کیا جائے اور جو مال جدا جدا ہووہ اکٹھا نہ کیا جائے جو دوشریکوں پر واجب ہوگا وہ اپنے اپنے حصہ کے مطابق ایک دوسرے سے رجوع کریں گے اور صدقہ میں بوڑھی اور عیب والی چیز نہیں لی جائے گی، زہریؒ نے فرمایا جب زکوۃ وصول کرنے والا آئے تو بکریوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک تہائی گھٹیا بکریاں، ایک تہائی اچھی بکریاں اور ایک تہائی درمیانی درجہ کی بکریاں تو وصول کرنے والا درمیان درجہ والی میں سے لے گا۔

مختلف اموال پر زکوۃ کا نصاب

(۳۱) الحاکمؒ نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ سے روایت کیا اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا آپ نے یمن والوں کی طرف ایک کتاب لکھی جس میں فرائض، سنتوں اور نیتوں کا بیان تھا اور آپ نے یہ کتاب عمرو بن حزمؓ کو دے کر بھیجا اور انھوں نے یمن والوں پر اس (کتاب) کو پڑھا اور اس کا متن یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم، محمد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے شرحبیل بن عبد کلاں، حرث بن عبد کلاں یغنم بن عبد کلاں قبیلہ زی رعین اور معافر اور ہمدان کی طرف اما بعد تمہاری طرف پیغام رساں آیا ہے اور تم غنیمتوں میں سے ہمیں دو (یعنی پانچواں حصہ) اور جو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر فرض کیا ہے دسوان حصہ اس زمین میں جس کو بارش یا سیلاب کا پانی سیراب کرے یا جو جوہڑ وغیرہ سے سیراب ہو یا جب اس کی پیداوار پانچ وسق تک پہنچ جائے۔ رہٹ یا ڈول سے جو زمین سیراب ہو اس میں بیسواں حصہ ہے جب پانچ وسق کو پہنچ جائے۔ جنگل میں چرنے والے ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری ہے یہاں تک کہ چوبیس تک پہنچ جائیں جب چوبیس پر ایک زیادہ ہو جائے تو اس میں ایک بنت مخاض یعنی ایک سال والی اونٹنی جو دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو (دینی ہوگی) اگر بنت مخاض نہ ہو تو مذکر ابن لبون دینا ہوگا یہاں تک کہ پینتیس تک پہنچ جائیں جب پینتیس پر ایک بھی زیادہ ہو جائے تو پینتالیس تک ایک ابن لبون ہے یعنی دو برس والا اونٹ دینا ہوگا اگر پینتالیس پر ایک بھی زیادہ ہو جائے تو اس میں دو ابن لبون ہیں یعنی تین برس والے اونٹ جو مادہ پر چڑھنے کے قابل ہو ساٹھ تک یہی حساب رہے گا گو ایک بھی زیادہ ہو جائے تو پچھتر تک ایک جزعہ یعنی پانچ برس والا اونٹ دینا ہوگا، اگر ایک بھی زیادہ ہو جائے تو اس میں نوے تک دو برس

والے دو اونٹ دینے ہوں گے اگر ایک بھی اس سے زیادہ ہو جائے تو اس میں سے ایک سو بیس تک تین برس والے جواب اونٹ دینے ہوں گے جو مادہ پر چڑھنے کے قابل ہو اگر ایک سو بیس پر زائد ہو جائے تو ہر چالیس میں دو برس والی اونٹنی ہوگی اور ہر پچاس میں تین برس والا اونٹ ہوگا۔ ہر تیس گایوں میں بچھڑا یا بچھڑی جو دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو اور ہر چالیس گایوں میں ایک گائے اور ہر چالیس جنگل میں چرنے والی بکریوں میں ایک بکری ہوگی۔ ایک سو بیس تک یہی حساب رہے گا۔ ایک سو بیس پر اگر ایک بھی زائد ہو جائے تو اس میں تین سو تک تین بکریاں ہوں گی، اگر اس سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو میں ایک بکری ہوگی بوڑھی اور کمزور اور عیب دار بکری زکوۃ میں نہیں لی جائیں گے اور نہ بکریوں کا نر لیا جائے گا، ہاں اگر مالک دینے پر راضی ہو تو لے لیا جائے گا اور متفرق بکریوں کو صدقہ کے خوف سے اکٹھا نہیں کیا جائے گا اور جو مال ایک جگہ اکٹھا ہو وہ جدا جدا نہیں کیا جائے گا اور زکوۃ کے خوف سے دو شریکوں سے جو بطور زکوۃ لیا جائے وہ اپنے اپنے حصہ کے مطابق ایک دوسرے سے لے لیں گے۔ اور پانچ اوقیہ چاندی میں پانچ درہم ہیں اگر اس سے زائد ہو تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم ہے اور پانچ اوقیہ سے کم میں کوئی چیز نہیں اور ہر چالیس دینار میں ایک دینار ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اہل بیت کے لیے زکوۃ حلال نہیں کیونکہ زکوۃ لوگوں کے نفسوں کو پاک کرتی ہے اور یہ مومن فقراء کے لیے، اللہ کے راستہ میں جانے والوں کے لیے، مسافر کے لیے ہے۔ اور غلام اور کھیتی پر اور کھیتی کی پیداوار پر زکوۃ نہیں ہے جب کہ اس کا عشر ادا کیا گیا ہو اور نہیں ہے زکوۃ مسلمان غلام میں اور نہ اس کے گھوڑے میں۔ راوی نے کہا اور کتاب میں یہ بھی تھا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے، کسی مومن کو ناحق قتل کرنا جنگ کے دن اللہ کے راستہ سے بھاگ جانا

والدین کی نافرمانی کرنا، پاک دامن عورت پر تہمت لگانا، جادو سیکھنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، اور عمرہ چھوٹا حج ہے قرآن مجید کو صرف پاکیزہ آدمی ہاتھ لگائے ملکیت سے پہلے کوئی طلاق نہیں، خریدنے سے پہلے کوئی آزاد کرنا نہیں، اور کوئی تم میں سے ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جبکہ اس کی ایک طرف ظاہر ہو، اور کوئی تم میں سے اس حال میں نماز نہ پڑھے کہ اس کے بالوں کا جوڑا بندھا ہوا ہو اور ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے اس حال میں کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔ اور کتاب میں یہ بھی تھا جب کوئی کسی مسلمان کو ناحق مار ڈالے تو اس سے قصاص لیا جائے گا، مگر یہ کہ مقتول کے ورثاء راضی ہو جائیں (تو پھر قصاص نہ ہوگا) کسی جان کو مار ڈالنے کی دیت سو اونٹ ہے جب پوری ناک کاٹ دی جائے تو کامل دیت دینا ہوگی، زبان کے کاٹنے میں پوری دیت ہے ہونٹوں کے کاٹنے میں پوری دیت ہے اور دونوں خصیتین میں پوری دیت ہے اور ذکر کو کاٹ دینے میں پوری دیت ہے، اگر کمر توڑ دی جائے تو اس میں پوری دیت ہے آنکھیں پھوڑنے میں پوری دیت ہے پاؤں میں آدھی دیت ہے۔ سر کا زخم جو بھیجے کی جھلی تک پہنچ جائے اس میں تہائی دیت ہے اور وہ زخم جو ہڈی کو توڑ دے یا اپنی جگہ سے ہٹا دے اس میں پندرہ اونٹ ہیں، ہاتھ اور پاؤں کی ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں ایک دانت میں پانچ اونٹ ہیں، اور وہ زخم جو ہڈی تک پہنچ کر اس کی سفیدی کو کھول دے اس میں بھی پانچ اونٹ ہیں اور عورت کے بدلے میں مرد کو قتل کیا جائے گا اور سونے والوں پر ہزار دینار دیت ہے۔

(۳۲) ابوداؤدؒ نے حبیب مالکؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے عمران بن حصینؓ سے پوچھا اے ابو نجید! تم ہم لوگوں کو ایسی احادیث بیان کرتے ہو جس کی اصل ہم قرآن میں نہیں پاتے، حضرت عمرانؓ غصہ ہو گئے اور فرمایا کیا تم اس بات کو پاتے ہو کہ چالیس درہم میں ایک درہم ہے اور اتنی بکریوں میں

ایک بکری ہے اور اتنی گایوں میں ایک گائے ہے، کیا تم نے قرآن میں یہ بات پائی ہے؟ انھوں نے عرض کیا نہیں۔ پھر فرمایا تم نے یہ کہاں سے لیا، تم نے اس کو ہم سے لیا اور ہم نے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لیا۔

(۳۳) مالکؒ، شافعیؒ، ابن ابی شیبہؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ اور دار قطنیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فطرہ کی زکوۃ (یعنی صدقۃ الفطر) کو فض فرمایا، ایک صاع کھجور ہو یا ایک صاع جو ہوں ہر آزاد اور غلام مسلمان مرد ہو یا عورت۔

صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم

(۳٤) ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ، دار قطنیؒ اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا ہے) حضرت ابن عباسؓ سے رویت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زکوۃ الفطر کو فرض فرمایا کہ یہ طہارت ہے روزوں کے لیے لغویات سے، فحش گوئی سے اور مساکین کا رزق ہے جس نے اس کو نماز عید سے پہلے ادا کیا تو اس کی زکوۃ قبول ہوگی اور جس نے اس کو نماز کے بعد ادا کیا تو یہ صدقات میں سے ایک صدقہ ہوگی۔

(۳٥) مالکؒ، شافعیؒ، ابن ابی شیبہؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ اور دار قطنیؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا کہ جب ہمارے درمیان رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھے تو ہم زکوۃ الفطر ہر چھوٹے بڑے آزاد یا غلام کی طرف سے نکالا کرتے تھے ایک صاع غلہ یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش میں سے۔

(۳٦) احمدؒ، ابوداؤدؒ اور دار قطنیؒ نے ثعلبہ بن صغیرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عید سے دو دن قبل خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، اور آپ نے صدقۃ الفطر کا حکم فرمایا، ایک صاع

کھجور یا ایک صاع جو گھر کے ہر فرد کی طرف سے یا ایک صاع گیہوں دو آدمیوں کی طرف سے چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد یا غلام، مرد یا عورت غنی یا فقیر سب کی طرف سے تمہارے غنی کو اللہ پاک فرما دیں گے اور تمہارے فقیر کو اللہ تعالیٰ اور زیادہ عطا فرما دیں گے اس چیز سے جو اس کو دیا۔

(۳۷) احمدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ اور حاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا ہے) قیس بن سعدؓ سے روایت کیا کہ ہم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زکوۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے صدقۃ الفطر کا حکم فرمایا جب زکوۃ کا حکم نازل ہو گیا تو پھر ہم کو (صدقہ فطر کا) حکم نہیں فرمایا اور نہ ہم کو منع فرمایا۔ جب کہ ہم صدقۃ الفطر ادا کرتے تھے اور رمضان کا حکم نازل ہونے سے پہلے آپ نے ہم کو عاشوراء کے روزے کا حکم فرمایا تھا، جب رمضان کا حکم نازل ہو گیا تو ہم کو عاشوراء کے روزے کا نہ حکم فرمایا اور نہ منع فرمایا۔ جب کہ ہم یہ روزہ رکھتے تھے۔

(۳۸) دار قطنیؒ نے حضرت ابن عمرؓ و حضرت علیؓ دونوں سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زکوۃ الفطر کو چھوٹے پر، بڑے پر، عورت پر، آزاد پر اور غلام پر فرض فرمایا یعنی ان سب لوگوں کی طرف سے جن کی تم کفالت کرتے ہو۔

(۳۹) شافعیؒ نے جعفر بن محمدؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زکوۃ فطر کو آزاد پر، غلام پر، مرد پر اور عورت پر فرض فرمایا یعنی ان سب افراد کی طرف سے جن کی تم کفالت کرتے ہو۔

(۴۰) البزارؒ، دار قطنی اور حاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا ہے) حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بطن مکہ میں ایک آواز لگانے والے کو حکم فرمایا کہ وہ یہ آواز لگائے کہ صدقۃ

الفطر حق اور واجب ہے اور مسلمان پر چھوٹا یا بڑا ہو مرد ہو یا عورت ہو آزاد ہو یا غلام ہو شہری ہو یا دیہاتی ہو ایک صاع جو میں سے یا کھجور میں سے۔

(٤١) دار قطنیؒ اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہر انسان (یعنی ہر مسلمان) کو صدقۃ فطر پر ابھارا ایک صاع کھجور میں سے یا ایک صاع جو میں سے یا ایک صاع گیہوں میں سے۔

(٤٢) ابن ابی شیبہؒ اور حاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا ہے) ہشام بن عروۃؒ سے اور انھوں نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنی والدہ اسماءؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے بیان فرمایا کہ وہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں صدقۃ الفطر اس مد کے ذریعہ نکالا کرتے تھے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنے اہل بیت کو خوراک دیتے تھے اور صاع کے ذریعہ خوراک دیتے تھے اہل مدینہ سب کے سب ایسا ہی کرتے تھے۔

(٤٣) ابو حفص بن شاہینؒ نے فضائل رمضان میں جریرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا رمضان کا روزہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتا ہے اور اوپر کو نہیں اٹھتا، مگر صدقۃ الفطر ادا کرنے کے ساتھ۔ ابن شاہینؒ نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور جید الاسناد ہے۔

عمر بن عبد العزیزؒ کا حکم نامہ

(٤٤) مالکؒ اور شافعیؒ نے زریق بن حکیمؒ سے روایت کیا کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے ان کی طرف لکھا، جو مسلمان تیرے پاس سے گزریں ان کے تجارت کے مالوں کو دیکھو اور ہر چالیس دینار میں سے ایک دینار لے لو اور جو کم ہو جائے تو اس کے حساب سے لو یہاں تک کہ بیس دینار کو پہنچ جائیں اگر اس سے

دینار کا ایک تہائی کم ہو جائے تو اس کو چھوڑ دو اور اس میں کچھ نہ لو۔ (۱)

(۴۵) دار قطنیؒ نے ابو عمرو بن جماسؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں چمڑا اور ترکش بیچا کرتا تھا میرے پاس سے عمر بن خطابؓ گزرے اور مجھ سے فرمایا اپنے مال کی زکوۃ ادا کرو، میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! وہ تو چمڑے کی شکل میں ہے؟ آپؓ نے فرمایا اس کی قیمت لگالو اور پھر اس کا صدقہ نکال دو۔

(۴۶) البزارؒ اور دار قطنیؒ نے سمرہ بن جندبؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم کو کسی آدمی یا عورت کے پرانے غلاموں میں سے جو کام کرنے والے ہوتے تھے جن کی خرید و فروخت کا ارادہ نہیں ہوتا تھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان میں صدقۃ الفطر نہ نکالنے کا حکم فرماتے تھے۔

(۴۷) حاکمؒ نے (اور اس کو صحیح کہا) بلال بن حرثؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے معاون قبیلہ کا صدقہ (یعنی زکوۃ) کو وصول فرمایا۔

(۴۸) شافعی اور ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ ان سے عنبر کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا وہ ایک ایسی چیز ہے جس کو سمندر دھکیل کر باہر لاتا ہے اگر اس میں کچھ فرض ہوتا تو اس میں خمس (یعنی پانچواں حصہ) ہوتا۔

(۴۹) مالکؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے ابن شہابؒ سے روایت کیا کہ زیتون عشری ہے۔

(۵۰) ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ زیتون میں عشر ہے۔

(۵۱) دار قطنیؒ نے جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جنگل میں

۱۔ تفسیر الدر منثور

چرنے والے ہر گھوڑے میں ایک دینار (زکوۃ) ہے۔

(۵۲) مالکؒ، شافعیؒ ،ابن ابی شیبہؒ بخاریؒ مسلمؒ ،ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ ،ابن ماجہؒ، دارقطنی اور بیہقیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نہیں ہے کسی مسلمان پر اس کے غلام میں اور نہ اس کے گھوڑے میں صدقہ مگر غلام میں صدقہ فطر ہے۔لفظ آیت" واما قولہ تعالیٰ: ولاتیمموا الخبیث منہ تنفقون" (الایۃ)۔

(۵۳) ابن ابی شیبہؒ، عبد بن حمیدؒ، ترمذیؒ (اور اس کو صحیح کہا) ابن ماجہؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ ،ابن مردویہؒ (اور حاکم نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقیؒ نے اپنی مسند میں براء بن عازبؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت" ولاتیمموا الخبیث منہ تنفقون" کے بارے میں روایت کیا کہ (یہ آیت) ہم انصار کے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہم لوگ کھجوروں والے تھے ایک آدمی اپنی کھجوروں میں سے قلت یا کثرت کے اعتبار سے لیتا تھا اور ایک آدمی ایک خوشہ یا دوخوشے لے آتا تھا اور اس کو مسجد میں لٹکا دیتا تھا صفہ والوں کے لیے کھانا نہیں ہوتا تھا تو ان میں سے جو بھوکا ہوتا تھا وہ خوشہ کے پاس آکر لاٹھی مارتا تو کچی اور پکی کھجوریں گرتی تھیں ان کو وہ کھالیتا تھا اور بعض لوگ جن کو خیر کے کاموں میں رغبت نہیں ہوتی تھی وہ ایسے خوشے لاتے تھے جن میں نکمی اور بوسیدہ کھجوریں ہوتی تھیں خوشہ ٹوٹ جاتا تو اس کو بھی لٹکا دیتے تھے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔لفظ آیت" یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولاتیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ" فرمایا اگر کوئی تم میں سے ایسی ہی (نکمی) کھجور تم کو ہدیہ دے تو تم اس کو نہیں لوگے ہاں مگر چشم پوشی اور حیا کرتے تھے۔راوی نے کہا کہ ہم میں سے ہر شخص عمدہ اور اچھی کھجور لاتا تھا جو اس کے پاس ہوتی تھی۔

(٥٤) عبد بن حمیدؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ ایک آدمی کے دو باغ تھے وہ ان میں سے گھٹیا پھل والا صدقہ اور گھٹیا کھجوریں صدقہ کی کھجوروں میں ملا دیتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان پر عیب لگایا اور ان کو اس سے منع فرمایا۔

(٥٥) عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ اور ابن المنذرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ منافقین میں سے کچھ لوگ اپنے پھلوں میں سے ردی مال لے آئے جب اللہ تعالیٰ نے زکوۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ لفظ آیت "ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون"۔

زکوۃ میں عمدہ مال دینا

(٥٦) عبد بن حمیدؒ نے جعفر بن عبد اللہؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صدقۃ الفطر کا حکم فرمایا تو ایک آدمی ردی کھجور لے آیا، نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس آدمی کو حکم فرمایا جو کھجوروں کا اندازہ لگاتا تھا کہ ان ردی کھجوروں کو جائز قرار نہ دے (یعنی ان کو قبول نہ کرے) اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی لفظ آیت "یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم"۔

(٥٧) حاکمؒ نے جعفر بن محمدؒ کے طریق سے ان کے والد سے اور انھوں نے جابرؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زکوۃ الفطر کے لیے ایک صاع کھجوروں کا حکم فرمایا تو ایک آدمی ردی کھجوریں لے آیا نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عبد اللہ بن رواحہؓ سے فرمایا کہ اس کھجور کو قبول نہ کرنا (پھر) اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض" (الآیۃ)۔

(۵۸) عبد بن حمیدؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ، طبرانیؒ، دارقطنی اور حاکمؒ اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں سہل بن حنیفؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صدقہ کا حکم فرمایا تو ایک آدمی نکمی کھجور کے خوشے لے آیا، اور اس کو آ کر رکھ دیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے تو فرمایا یہ کھجور کون لایا ہے؟ ہر ایک نے اپنی کھجوروں کا ذکر کیا تو (اس پر یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت "ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون" اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دو رنگی کھجوریں صدقہ کرنے سے منع فرمایا: ایک جعرور اور دوسری لون حبیق (یہ دونوں ردی کھجوریں ہیں جو بدمزہ اور خراب ہوتی ہیں)۔

(۵۹) ابن ابی حاتمؒ، ابن مردویہؒ اور الضیاءؒ نے المختارہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب سستا غلہ خریدتے تھے (جو خراب ہوتا تھا) اور وہ صدقہ کر دیتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری لفظ آیت "یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم"۔

زکوۃ میں گھٹیا چیز نہ دی جائے

(۶۰) ابن جریرؒ نے عبیدہ سلمانیؒ سے روایت کیا کہ میں نے علی بن ابی طالبؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم" کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت فرض زکوۃ کے بارے میں نازل ہوئی (ہوا یوں کہ) ایک آدمی نے کھجور کا ارادہ کیا پس کھجور کو کاٹا اور اچھی کھجور ایک طرف رکھ دی جب صدقہ والا آیا تو اس کو ردی کھجور دے دی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، لفظ آیت "ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ" یعنی فرمایا تم میں سے کوئی بھی اس ردی کھجور کو نہیں لے گا یہاں تک کہ اس کے لیے (یعنی لینے والے کے لیے) ظلم کرے گا۔

(٦١) ابن جریرؒ نے عطاؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے ردی کھجور کے خوشے مدینہ منورہ میں لٹکا دیئے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ کیا ہے؟ اس (ردی کھجور) کا لٹکانا بہت برا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، لفظ آیت "ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون"۔

(٦٢) ابن المنذرؒ نے محمد بن یحیٰی بن حبانؒ سے روایت کیا کہ جو انصار میں سے ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی قوم سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس صدقہ کے طور پر مختلف قسم کی ردی کھجوریں لے آیا مثلاً جعر ورلینہ، ایارح قضرہ اور امعاء، فارہ اور یہ سب ردی اور گھٹیا کھجوریں معروف ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کو واپس کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں نازل فرمایا لفظ آیت "یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم" ان کے قول "حمید" تک۔

(٦٣) سفیان بن عینیہؒ اور الفریابیؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لوگ ردی اور بیکار کھجور کا صدقہ کرتے تھے تو اس سے منع کر دیا گیا اور اچھی کھجور صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا، اور اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون"۔

(٦٤) وکیعؒ، ابن ابی شیبہؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی اپنا گھٹیا مال صدقہ کرتا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون"۔

(٦٥) ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ، ابن خزیمہؒ، ابن حبانؒ اور حاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا ہے) اور بیہقیؒ نے عوف بن مالکؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر تشریف لائے کہ آپ کے پاس ایک چھڑی بھی تھی، اچانک کھجور کے خوشے مسجد میں لٹکے ہوئے تھے، اس میں ایک خوشہ ردی کھجور کا تھا، آپ نے اس خوشہ کو چھڑی ماری اور فرمایا اس کے مالک کا کیا نقصان ہوتا اگر وہ اس سے اچھی

کھجوریں صدقہ کرتا، ان کھجوروں کا مالک قیامت کے دن ردی کھجوریں کھائے گا۔

(٦٦) ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”انفقوا من طیبت ما کسبتم“ سے مراد ہے اپنے اچھے اور عمدہ مالوں میں سے صدقہ کرو۔ لفظ آیت ”ولستم باخذیہ“ سے مراد ہے اگر تمہارا کسی پر حق ہوتا اور وہ تمہارے پاس تمہارے حق سے گھٹیا چیز لاتا تو تم اس کو اپنی اچھی چیز کے بدلے میں نہ لیتے یہاں تک کہ اس میں کمی کر لیتے تو اسی کو فرمایا لفظ آیت ”الا ان تغمضوا فیہ“ تو کس طرح تم راضی ہو گئے میرے لیے (گھٹیا چیز میں) کہ جس سے تم اپنے لیے راضی نہیں ہوتے اور میرا حق تم پر اچھی اور عمدہ چیز کا ہے تمہارے مالوں میں سے، اور اسی کو فرمایا لفظ آیت ”لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون“ (آل عمران) آیت ٩٢)۔

(٦٧) الفریابیؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے عبداللہ بن مغفلؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ”ولا تیمموا الخبیث“ کے بارے میں روایت کیا کہ مسلمان کی کمائی ناپاک نہیں ہوتی، لیکن تم نہ صدقہ کرو ردی کھجور اور کھوٹے درہم کا کیونکہ اس میں کوئی خیر نہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ”الا ان تغمضوا فیہ“ کے بارے میں فرمایا کہ تم ردی چیز اپنے لیے جائز نہیں سمجھتے۔

(٦٨) ابن ماجہؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے براء بن عازبؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ولا تمموا الخبیث“ سے مراد ہے کہ تم اپنے مال میں سے خبیث چیز کے خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو اور تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے صدقات سے بے پروا ہے (یعنی اس کو تمہارے صدقات کی کوئی ضرورت نہیں)۔

(٦٩) الطسنیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ ان سے نافع ازرقؒ نے پوچھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ”ولا تمموا الخبیث“ کے بارے میں بتائیے تو انھوں نے فرمایا نہ ارادہ کرو تم

اپنے خراب اناج اور خراب پھلوں کا کہ ان کو صدقہ میں دے دو اگر تم اس کو دو گے تو قبول نہیں کیا جائے گا۔عرض کیا کیا عرب اس معنی سے واقف ہیں فرمایا ہاں کیا تو نے اعشیٰ کو نہیں سنا وہ کہتا ہے۔ یممت راحلتی امام محمد ارجو فواضلہ وحسن نداہ ترجمہ: میری سواری نے ارادہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آگے جانے کا کیونکہ میں امید کرتا ہوں اس کی فضیلت اور ان کی اچھی مجلس کا تیممت قیسا وکم دونہ من الارض من مھمہ ذی شرر ترجمہ: اس نے قیس کا ارادہ کیا اور زمین میں اس کے ورے کتنے جنگل ہیں شروں والے۔

(۷۰) ابن ابی شیبہؒ اور عبد بن حمیدؒ نے محمد بن سیرینؒ سے روایت کیا کہ میں نے عبیدہؒ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا یعنی لفظ آیت ”ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون“ تو انھوں نے فرمایا یہ حکم زکوۃ اور واجب صدقہ کے متعلق ہے لیکن نفلی صدقہ میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی کھوٹے درہم کا صدقہ کرے اور وہ درہم کھجور سے بہتر ہے۔

(۷۱) ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ”ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ“ کے بارے میں روایت کیا کہ لوگ اپنے مالوں میں سے کھجور کی زکوۃ دیتے تھے اور وہ لوگ زکوۃ میں ردی کھجور دیتے تھے پھر فرمایا اگر ایک شخص دوسرے سے کوئی چیز طلب کرے پھر وہ ایسے ردی چیز واپس کرے تو وہ نہیں لے گا کہ وہ اپنے حق کو اس سے کم لینے والا تصور کرے گا۔

(۷۲) عبد بن حمیدؒ نے مجاہدؒ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ”ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ“ کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے مراد ہے تم اپنے قرض خواہوں سے گھٹیا چیز نہیں لیتے اور نہ خرید وفروخت سے لیتے ہو مگر ناپ میں اچھی چیز کی زیادتی کے ساتھ لیتے ہو اور اس بارے میں آیت

نازل ہوئی کہ لوگ (ردی) کھجوریں لٹکا دیتے تھے مدینہ منورہ میں (اس لیے فرمایا گیا) ہر وہ چیز جس کو تم خرچ کرو تو اچھی چیز خرچ کرو۔

(۷۳) عبد بن حمیدؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون" سے مراد ردی کھجور اور گندم کھائی ہوئی مراد ہے لفظ آیت "ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ" کے بارے میں فرمایا تم بتاؤ اگر کسی آدمی پر تمہارا حق ہے وہ تم کو درہم دے جس میں کھوٹے بھی ہوں تو تم وہ لوگے اپنے حق سے کمی کرنے والے نہ ہوگے۔

(۷٤) وکیعؒ نے حسنؒ سے لفظ آیت "ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ" کے بارے میں روایت کیا کہ اگر تم ردی چیز کو پاؤ جو بازار میں بک رہی ہے تم اس کو نہیں لوگے یہاں تک کہ تمہارے لیے قیمت نہ کم نہ کر دیا جائے۔

(۷٥) عبد بن حمیدؒ نے ضحاکؒ سے لفظ آیت "ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ" کے بارے میں روایت کیا کہ اگر تمہارا کسی آدمی پر حق ہو تو تم حق سے کم پر راضی ہوگے؟ سو کس طرح تم اپنے ردی مال کے ساتھ اللہ کے لیے راضی ہوتے ہو کہ اس کے ذریعہ تم اس کی طرف چاہتے ہو۔

(۷٦) عبد بن حمیدؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت "ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ" کے بارے میں روایت کیا کہ تم ردی مال کو اچھے مال کی قیمت کے ساتھ لینے کے لیے تیار نہیں ہوئے مگر یہ کہ اس میں سے تمہارے لیے قیمت کم کر دی جائے۔

(۷۷) ابوداؤدؒ اور طبرانیؒ نے عبداللہ بن معاویہ فاخریؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تین کام ایسے ہیں جو ان کو انجام دے گا تو اس نے گویا ایمان کا مزہ چکھ لیا اللہ وحدہ کی

عبادت کی اور لا الہ الا اللہ کی گواہی دی اور اپنے پسندیدہ مال میں سے زکوۃ ادا کی خوش دلی کے ساتھ جو اس پر کشادگی کی وجہ سے واجب ہے اور (زکوۃ میں) بوڑھی بکری یا زخمی یا بیمار بکری نہیں دیتا، اور نکما مال بھی نہیں دیتا، لیکن اپنے درمیانی مال میں سے زکوۃ دیتا ہے بلا شبہ اللہ تعالیٰ بڑھیا مال کا تم سے سوال نہیں کرتا اور نہ تم کو گھٹیا مال کا حکم کرتا ہے۔

زکوۃ میں درمیانے درجہ کا جانور

(۷۸) شافعیؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے ابو سفیان بن عبد اللہؓ کو طائف کا گورنر بنایا، اور ان سے فرمایا ان لوگوں سے کہہ دو میں تم سے نہ وہ جانور لوں گا جو دودھ کے لیے گھر میں پالا جاتا ہے اور نہ گابھن جانور کو، اور نہ دودھ دینے والے کو، اور نہ وہ جانور جو گوشت کھانے کے لیے موٹا کیا جاتا ہے اور نہ نر بکری کو (پھر فرمایا) ان سے لے لو (زکوۃ میں) ایک سال سے کم بکری کا بچہ یا وہ بکری یا گائے کا بچہ جو دو برس کا ہو تیسرے سال میں لگا ہو، اور یہ انصاف ہے درمیان ردی اور اچھے مال کے۔

(۷۹) شافعیؒ نے بنو عدی کے بھائی سعرؓ سے روایت کیا کہ میرے پاس دو آدمی آئے اور انھوں نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم کو لوگوں کے مالوں کی زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا ہے راوی کہتے ہیں کہ میں ان کے لیے گابھن بکری لے آیا جس کو میں نے افضل پایا۔ انھوں نے وہ بکری واپس کردی اور کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم گابھن بکری لینے سے منع فرمایا ہے راوی نے کہا کہ میں نے ان کو ایک درمیانی بکری دی تو انھوں نے اس کو لے لیا۔

(۸۰) احمدؒ، ابوداؤدؒ (اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے) ابی بن کعبؓ سے روایت کیا کہ مجھ کو رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زکوۃ وصول کرنے والا بنا کر بھیجا میں ایک آدمی کے پاس آیا اس نے میرے لیے اپنے مال کو جمع کیا اس میں دو سال والی اونٹنی یا بکری کے علاوہ اور کسی مال کو نہ پایا، میں نے اس سے کہا کیا دو سال والی تیری زکوۃ ہوگی؟ اس نے کہا اس میں نہ تو دودھ ہے نہ یہ گابھن ہے لیکن یہ بڑی موٹی اونٹنی ہے اس کو لے لو۔ میں نے اس سے کہا میں وہ چیز نہیں لوں گا جس کا ہمیں حکم نہیں دیا گیا اور یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیرے قریب ہیں اگر تو چاہے تو اس کو لے آ اور ان کو پیش کر اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا وہ اپنی اونٹنی کو لے کر نکلا یہاں تک کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور ان کو یہ بات بتائی، آپ نے اس سے فرمایا اگر تو اپنی خوشی سے دینا چاہے تو اس میں اللہ تعالیٰ تجھ کو اجر دیں گے اور ہم تجھ سے اس کو قبول کرلیں گے (اس نے اونٹنی دے دی) تو آپ نے اس کی طرف سے اونٹنی کو لینے کا حکم فرمایا اور اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔

(۸۱) عبد بن حمیدؒ اور ابن المنذرؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ایک پاکیزہ (یعنی حلال) درھم میرے نزدیک (دیگر ایک لاکھ درہم سے زیادہ محبوب ہے میں (یہ آیت) پڑھتا ہوں۔ لفظ آیت ”یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم“۔ (۸۲) عبد بن حمیدؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”انفقوا من طیبت ما کسبتم“ سے مراد ہے حلال (روزی) میں سے۔

(۸۳) عبد بن حمیدؒ نے ابن مغفلؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”انفقوا من طیبیت ما کسبتم“ سے مراد ہے حلال (کمائی) میں سے۔

(۸٤) ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ولا تیمموا الخبیث“ سے حرام مراد ہے۔

(۸۵) بیہقیؒ نے شعب میں ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا

نہیں کماتا کوئی آدمی حرام مال پھر اس پر خرچ کرتا ہے پس اس میں اس لیے برکت نہیں دی جائے اور نہیں صدقہ کرتا کہ اس سے قبول کیا جائے اور نہیں چھوڑتا اس کو اپنی پیٹھ پیچھے مگر اس کا یہ ذخیرہ آگ کی طرف ہوتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتے لیکن برائی کو اچھائی سے مٹاتے ہیں بلاشبہ ناپاک چیز ناپاک چیز کو نہیں مٹاتی۔

(۸۶) البزارؒ نے ابن مسعودؓ سے مرفوع روایت کیا کہ ناپاک چیز کو نہیں مٹاتی لیکن پاکیزہ چیز ناپاک کو مٹادیتی ہے۔

(۸۷) احمدؒ نے الزہد میں ابن عمرؓ سے روایت کیا جو مزدور حلال کماتا ہے اس کا خرچ پاکیزہ ہوتا ہے کیونکہ ناپاک چیز ناپاک کو پاک نہیں کرتی۔

(۸۸) احمدؒ نے الزہد میں ابو درداؓ سے روایت کیا کہ حلال طریقے سے مال کمانا کم ہے جو شخص حرام طریقے سے مال کماتا ہے پھر غلط جگہ پر خرچ کرتا ہے تو یہ ایک ایسا مرض ہے جس کا علاج دشوار ہے اور جس شخص نے حلال طریقہ سے کمایا پھر اس کو اس کے حق میں رکھا تو یہ اس کے گناہوں کو دھودے گا جس طرح پانی پتھر سے مٹی کو دھودیتا ہے۔

(۸۹) ابن خزیمہؒ، ابن حبان اور حاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا ہے) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب تو زکوۃ ادا کردے تو تحقیق تو نے ادا کردیا (اس حق کو) جو تجھ پر تھا اور جس شخص نے حرام ذریعے سے مال کو طلب کیا پھر اس کا صدقہ کیا تو اس کے لیے اس میں اجر نہ ہوگا اور اس کا گناہ اس پر ہوگا۔

(۹۰) الطبرانیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا جس شخص نے پاکیزہ مال کمایا تو اس کی ناپاکی

زکوۃ کا روکنا ہے اور جس شخص نے حرام مال کمایا تو زکوۃ اس کو پاک نہیں کرتی۔

پاکیزہ مال سے حج کرنے کی فضیلت

(۹۱) طبرانیؒ نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب حاجی پاکیزہ (یعنی حلال) نفقہ کے ساتھ نکلتا ہے اور اپنا پاؤں رکاب میں رکھ کر کہتا ہے لفظ آیت "لبیک اللھم لبیک (یعنی حاضر ہوں تیری خدمت میں اے اللہ میں حاضر ہوں) تو ایک پکارنے والا (فرشتہ) آسمان سے پکارتا ہے تیری حاضری اور تیری عبادت قبول ہے تیرا زاد (یعنی خرچ) حلال ہے تیری سواری حلال ہے اور تیرا حج نیکیوں والا ہے بغیر گناہ کے۔ اور جب حاجی ناپاک (یعنی حرام) نفقہ کے ساتھ حج کے لیے نکلتا ہے اور اپنے پاؤں رکاب میں رکھتا ہے اور کہتا ہے لفظ آیت "لبیک اللھم لبیک" تو ایک فرشتہ آسمان سے آواز دیتا ہے تیری کوئی حاضری قبول نہیں اور نہ تیری عبادت قبول ہے تیرا زاد (یعنی توشہ) حرام کا ہے اور تیرا سفرخرچ حرام کا ہے اور تیرا حج گناہوں والا ہے نہ کہ نیکیوں والا۔

(۹۲) اصبہانیؒ نے ترغیب میں اسلمؓ حضرت عمر بن خطابؓ کے آزاد کردہ غلام سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے حرام کے مال سے حج کیا اور کہا لفظ آیت "لبیک اللھم لبیک" تو اللہ تعالیٰ اس کو فرماتے ہیں نہ تیری حاضری قبول ہے اور نہ تیری عبادت، تیرا حج تجھ پر لوٹا دیا گیا ہے۔

(۹۳) احمدؒ نے ابو بردہ بن نیارؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے افضل کمائی کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا حلال خرید وفروخت اور آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا (یعنی محنت مزدوری کرنا)۔

(۹٤) عبد بن حمیدؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا گیا آدمی کی کوئی سی کمائی پاکیزہ ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کر کے کمائی کرنا اور ہر مقبول خرید وفروخت۔

(۹٥) عبد بن حمیدؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی پاکیزہ کمائی میں سے کھاؤ اور تمہاری اولاد تمہاری بہت ہی پاکیزہ کمائی میں سے ہے سو وہ اور ان کے اموال تمہارے لیے ہے۔

(۹٦) احمدؒ، عبد بن حمیدؒ، نسائی اور ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا انسان کا پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اپنی کمائی میں سے کھائے، اور اس کی اولاد اس کی کمائی میں سے ہے۔

(۹۷) عبد بن حمیدؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ بہت پاکیزہ کھانا وہ ہے جو آدمی اپنی کمائی میں سے کھائے اور اس کی اولاد اس کی کمائی میں سے ہے اور بیٹے کے لیے جائز نہیں کہ اپنے والد کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر لے اور والد کے لیے جائز ہے کہ اپنے لڑکے کے مال میں سے جو چاہے اس کی بغیر اجازت لے لے۔

(۹۸) عبد بن حمیدؒ نے عامر احولؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آکر کہنے لگا یا رسول اللہ! ہماری اولاد میں سے ہمارا کیا حق ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ تمہاری سب سے زیادہ پاک کمائی میں سے ہیں اور ان کے مال تمہارے لیے ہیں۔

(۹۹) عبد بن حمیدؒ نے محمد بن منکدرؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے

پاس آکر کہنے لگا یا رسول اللہ! میرا مال ہے اور عیال نہیں ہیں اور میرے ماں باپ کا مال بھی ہے اور اس کی عیال بھی ہے مگر (پھر بھی) میرا باپ میرا مال لے لیتا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

(۱۰۰) عبد بن حمیدؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ آدمی اپنے بیٹے کے مال میں سے تو لے سکتا ہے مگر اس کی بیوی (بہو) سے جماع نہیں کرسکتا۔

(۱۰۱) عبد بن حمیدؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا کہ انسان کے لیے اپنے بیٹے کے مال سے لینا حلال ہے۔

(۱۰۲) عبد بن حمیدؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ والد اپنے بیٹے کے مال میں سے لے سکتا ہے جو چاہے اور والدہ بھی اسی طرح لے سکتی ہے، اور بیٹے کے لیے جائز نہیں کہ اپنے باپ کے مال میں سے لے لے مگر جو اس کے دل کی خوشی سے ہو۔

(۱۰۳) عبد بن حمیدؒ نے ابراہیمؒ سے روایت کیا کہ کسی آدمی کے لیے اپنے بیٹے کے مال میں سے لینا حلال نہیں ہے مگر اتنی مقدار جتنا اسے ضرورت ہو کھانے میں سے پینے میں سے یا لباس میں سے، وہ لے سکتا ہے۔

(۱۰٤) عبدالرزاقؒ، وعبد بن حمیدؒ نے زہریؒ سے روایت کیا کوئی آدمی اپنے بیٹے کے مال میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا مگر یہ کہ وہ محتاج ہو تو معروف طریقے سے اپنے اوپر خرچ کرسکتا ہے، بیٹا اپنے باپ کی کفالت کرے جس طرح باپ اپنے بیٹے کی کفالت کرتا ہے اگر وہ خود مالدار ہے تو اپنے بیٹے کے مال سے میں سے لینا جائز نہیں کہ اس کے ذریعے سے اپنا مال بچائے یا اس کو ضائع کرے ایسی چیزوں میں جو حلال نہیں ہیں۔

(۱۰۵) حسنؒ سے روایت کیا آدمی اپنے بیٹے کے مال میں سے لے سکتا ہے جو چاہے اگر بیٹے کی باندی ہو تو اس سے جماع کرسکتا ہے اگر چاہے۔ قتادہؒ نے فرمایا مجھے اچھا نہیں لگا جو کچھ انھوں نے باندی کے بارے میں فرمایا۔

(۱۰۶) زہریؒ سے روایت کیا کہ اگر یتیم کی ماں محتاج ہے تو اپنے اوپر اس کے مال میں سے خرچ کرسکتی ہے پوچھا گیا اگر ماں خوشحال ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کے لیے کوئی چیز نہیں (واللہ اعلم) ۔ (۱)

﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۶۸ ﴾

شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور برے کام کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ مگر اللہ تمہیں اپنی بخشش اور فضل کی امید دلاتا ہے اللہ بڑا فراخی والا اور جاننے والا ہے۔

شان نزول: یاایھا الذین امنوا انفقوا

امام حاکمؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ، وغیرہ نے حضرت براءؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ہم انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی کہ ہم کھجوروں کے باغوں والے تھے ہم میں سے ہر ایک شخص اپنی کھجوروں میں سے ان کی کمی زیادتی کے لحاظ سے اللہ کی راہ میں دینے کے لیے لایا کرتا تھا اور کچھ لوگ ایسے بھی

۱۔ تفسیر الدر منثور

تھے کہ وہ اس قسم کے نیک کاموں میں کوئی خاص دلچسپی کا اظہار کرتے تھے چنانچہ ان میں سے کوئی شخص ایسا خوشہ لے کر آتا تھا جس میں معمولی اور ہلکی قسم کی کھجوریں لگی ہوتی تھیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی کہ اے ایمان والو اپنی کمائی میں سے بہترین چیز خرچ کرو“۔

اور ابوداؤدؒ، نسائیؒ اور حاکمؒ نے سہل بن حنیفؒ سے روایت کیا ہے کہ لوگ اپنے پھلوں میں سے برا اور ردی پھل صدقہ وخیرات کے لیے نکالا کرتے تھے، اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ ”بے کار چیز کی طرف نیت مت لے جایا کرو کہ اس میں سے تم خرچ کرو“۔

اور امام حاکمؒ نے جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صدقہ فطر میں کھجوروں کا ایک صاع دینے کا حکم فرمایا تو ایک شخص ردی کھجوریں لے کر آیا، اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (آیت) ”یاایھا الذین امنوا (الخ)

اور ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کھانے کی سستی چیزیں خرید کر ان کو صدقہ کیا کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [۱]

یہاں شیطان کے وسوسہ سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی جارہی ہے۔ ”شیطان تمہیں فقر کا ڈراوا دیتا ہے“ یعنی انسان کے دل میں وہم اور وسوسے پیدا کرتا رہتا ہے کہ اگر نیک کام میں خرچ کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے اور ”فحشاء“ یعنی بخل کی ترغیب دیتا ہے اور اس پر اکساتا رہتا ہے اور بدکاری اور بے حیائی کے کاموں میں مال صرف کرنے کی ترغیب دیتا ہے، مگر اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ ہے کہ صدقہ تمہارے گناہوں کا کفارہ بھی ہوگا اور اس پر کئی گنا اجر بھی ملے گا اور مال میں برکت بھی ہوگی۔

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

اَلشَّيۡطٰنُ يَعِدُكُمُ الۡفَقۡرَ: اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو شیطان کی دشمنی سے آگاہ فرمایا، ارشاد فرمایا: (وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا) [النساء: ۱۲۰] "وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔" اور فرمایا: (وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا) [بنی اسرائیل: ٦٤] "اور شیطان دھوکا دینے کے سوا انھیں وعدہ نہیں دیتا۔"

وَاللّٰهُ يَعِدُكُمۡ مَّغۡفِرَةً مِّنۡهُ وَفَضۡلًا: یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم اللہ کے راستہ میں دو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنی مغفرت سے بھی سرفراز فرمائے گا اور تم پر اپنا فضل و کرم بھی کرے گا، ارشاد فرمایا: (قُلۡ اِنَّ رَبِّىۡ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ لَهٗ وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَهُوَ يُخۡلِفُهٗ وَهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ) [سبا: ۳۹] "کہہ دے بیشک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دیتا ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور زیادہ دے اور دوسرا بد دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! (ہاتھ) روکنے والے کے مال کو تلف کر دے۔" [۱]

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ظلم سے بچو، ظلم قیامت کے دن تہ بہ تہ تاریکیاں بن جائے گا اور بخل سے بچو، بخل نے تم سے پہلی قوموں کو برباد کر دیا اور ان کو

۱۔ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالیٰ (فأما من أعطی واتقی۔۔۔الخ): ۱٤٤۲۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق والممسک: ۱۰۱۰]

اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ناحق خون بہائیں اور محرمات کو حلال ٹھہرائیں۔"[۱]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات اور دن خرچ کرنا اسے کم نہیں کرتا، کیا تم نے دیکھا نہیں جو کچھ اس نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے اب تک خرچ کیا ہے؟ تو اس نے جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اسے کم نہیں کیا۔"[۲]

ترمذیؒ نے اس کو حسن کہا نسائیؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ، ابن حبان اور بیہقیؒ نے شعب میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم کے دل میں شیطان کی طرف سے خیال آتا ہے اور ایک فرشتے کی طرف سے بھی خیال آتا ہے شیطان کا خیال یہ ہے کہ اسے برائی اور حق کو جھٹلانے کا خیال آتا ہے اور فرشتے کا یہ خیال ہے کہ اسے نیکی کرنے اور حق کی تصدیق کا خیال آتا ہے سو تم میں سے جو شخص ایسی کیفیت پائے تو وہ جان لے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے لہٰذا اللہ کی حمد کرے اور جو شخص دوسری کیفیت پائے تو شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگے۔ یہ بات بیان فرما کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ آیت "الشیطن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء" تلاوت فرمائی۔

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ دو چیزیں اللہ کی طرف سے ہیں اور دو چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں۔ (جیسے فرمایا) لفظ آیت "الشیطن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء" یعنی شیطان کہتا ہے اپنے مال کو خرچ نہ کرو اور اس کو روکے رکھ کیونکہ تو اس کی طرف (کسی وقت) محتاج ہوگا اور فرمایا لفظ آیت "واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا" یعنی اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ فرماتے ہیں

۱۔[مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم: ۲۵۷۸]

۲۔[بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: (لما خلقت بیدی): ۷۴۱۱۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی النفقۃ: ۹۹۳]

گناہوں پر مغفرت کرنے کا اور رزق میں زیادتی کرنے کا۔

عبد بن حمیدؒ اور ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت " واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا" یعنی اللہ تعالیٰ مغفرت کا وعدہ فرماتے ہیں تمہارے برے کاموں نے اور (تمہارے رزق میں) زیادتی کا (وعدہ فرماتے ہیں) تمہارے فقر کو (دور کرنے کے لیے)۔

ابن المنذرؒ نے خالد ربعی ؒ سے روایت کیا کہ مجھے تین آیات اچھی لگیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا (پہلی آیت) لفظ آیت " ادعونی استجب لکم" ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور یہ (حکم) نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے تھا پھر اس امت کے لیے بھی فرما دیا اور دوسری آیت اس پر ٹھہر جاؤ جلدی نہ کرو۔

لفظ آیت " فاذکرونی اذکرکم" یعنی تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا اگر (دعا کے قبول ہونے کا) جب اس کا یقین تیرے دل میں قرار پائے گا تو تیرے ہونٹ خشک نہ ہوں گے ذکر الٰہی سے اور تیسری آیت یہ ہے لفظ آیت " الشیطن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا" یعنی شیطان تم کو فقر سے ڈراتا ہے اور برے کاموں کا حکم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم کو مغفرت اور فضل کا وعدہ دیتے ہیں۔

احمدؒ نے الزہدؒ میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ ابن آدم کی مثال اس چیز کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ اور شیطان کے سامنے پڑی ہو اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر کرم فرمانا چاہتا تو اس کو شیطان سے لے لیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اس پر کرم نہ فرمانا چاہتا ہو تو اسے شیطان کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ [1]

1۔ تفسیر الدر منثور

﴿ یُّؤۡتِی الۡحِکۡمَۃَ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا ؕ وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۶۹﴾ ﴾

وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اسے بہت بڑی دولت مل گئی ان باتوں سے صرف وہی لوگ سبق لیتے ہیں جو دانشمند ہیں۔

(۱) ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ اور نحاسؒ نے اپنی ناسخ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "یؤتی الحکمۃ من یشاء" حکمت سے مراد ہے قرآن کے ناسخ اور منسوخ اس کے محکم اور متشابہ اس کے مقدم اور موخر اس کے حلال اور حرام اور اس کی مثالوں کی معرفت ہے۔

(۲) ابن مردویہؒ، جو پیر کے طریق سے ضحاکؒ سے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعا روایت کیا کہ لفظ آیت "یؤتی الحکمۃ" سے مراد قرآن ہے یعنی اس کی تفسیر۔ اور ابن عباسؓ سے فرمایا اس کی وجہ سے اس قرآن کو نیکوکار اور فاجر پڑھتا ہے یعنی حکمت سے مراد نیکی اور برائی کا جان لینا۔

(۳) ابن الضریسؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کہ لفظ آیت "یؤتی الحکمۃ" سے مراد قرآن ہے۔

(٤) ابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ رضی عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "یؤتی الحکمۃ من یشاء" سے مراد نبوت ہے۔

(٥) عبد بن حمیدؒ، اور ابن جریرؒ نے، مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "یؤتی الحکمۃ من یشاء" سے نبوت مراد نہیں ہے بلکہ قرآن علم اور فقہ مراد ہے۔

(٦) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لفظ آیت "یؤتی الحکمۃ" سے مراد قرآن میں سمجھ حاصل کرنا۔

(۷) ابودرداءؓ نے فرمایا کہ "یؤتی الحکمۃ" سے مراد قرآن کا پڑھنا اور اس میں فکر حاصل کرنا ہے۔

(۸) ابوالعالیہؒ نے فرمایا کہ "یؤتی الحکمۃ" سے مراد کتاب اور اس کا سمجھنا ہے۔

(۹) مجاہدؒ نے فرمایا کہ لفظ آیت "یؤتی الحکمۃ" سے مراد کتاب اللہ ہے اور (اللہ تعالیٰ) جس کو چاہتے ہیں صحیح سمجھ اس کو دیتے ہیں۔

(۱۰) ابراہیمؒ نے فرمایا "یؤتی الحکمۃ" سے سمجھ مراد ہے۔

(۱۱) مجاہدؒ نے فرمایا کہ "یؤتی الحکمۃ" سے مراد بات کرنے میں درست ہونا۔

(۱۲) قتادہؒ نے فرمایا کہ "یؤتی الحکمۃ" سے مراد ہے الفقہ فی القرآن یعنی قرآن میں سمجھ حاصل کرنا۔

(۱۳) ضحاکؒ نے فرمایا کہ "یؤتی الحکمۃ" سے مراد قرآن ہے۔

(۱٤) ابوالعالیہؒ نے فرمایا کہ "یؤتی الحکمۃ" سے مراد خشیت یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہر حکمت کی جڑ ہے اور یہ (آیت) پڑھی، لفظ آیت "انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا" (فاطر آیت ۲۸)۔

(۱۵) خالد بن ثابت ربعیؒ نے فرمایا کہ میں نے داؤد (علیہ السلام) کی (کتاب) زبور کے آغاز میں پایا ہے بلاشبہ حکمت کی جڑ رب سے ڈرنا ہے۔

(۱٦) مطر الوراقؒ نے فرمایا کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ حکمت سے مراد اللہ کا ڈر اور اللہ کی معرفت ہے۔

(۱۷) سعید بن جبیرؒ سے فرمایا کہ خشیت (یعنی اللہ سے ڈرنا) یہی حکمت ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا تو اس نے افضل حکمت کو پالیا۔

(۱۸) مالک بن انسؓ سے روایت کہ زید بن اسلمؓ سے فرمایا حکمت سے مراد عقل ہے اور میرے دل

میں یہ بات واقع ہوئی ہے کہ بلاشبہ حکمت اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کرنے کا نام ہے، اور ایک ایسا کام ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے دلوں میں داخل فرما دیتے ہیں اور یہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ تو ایک شخص کو دیکھتا ہے کہ وہ دنیا کے کاموں میں کمزور ہے لیکن دین کا عالم ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو بصیرت عطا فرمائی ہے اور دین کے کاموں سے غافل کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے اور حکمت اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کرنے کا نام ہے۔

(۱۹) ابن ابی حاتمؒ سے مکحولؒ سے روایت کیا کہ بلاشبہ قرآن نبوت کے بہتر حصوں میں ایک حصہ ہے اور وہی حکمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا لفظ آیت "ومن یؤت الحکمۃ اوتی خیرا کثیرا"۔

(۲۰) ابن المنذرؒ نے عروہ بن زبیرؓ سے روایت کیا کہ یوں کہا جاتا تھا کہ نرمی حکمت کی جڑ ہے۔

قرآن پڑھنے کی فضیلت

(۲۱) بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابوامامہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے ایک تہائی قرآن پڑھا اس کو فیضان نبوت کا ایک تہائی حصہ عطا کیا گیا اور جس نے آدھا قرآن پڑھا اس کو فیضان نبوت کا آدھا حصہ دیا گیا اور جس نے دوتہائی قرآن پڑھا اس کو دوتہائی فیضان نبوت حصہ دیا گیا جس نے سارا قرآن اس کو فیضان نبوت کا پورا حصہ دیا گیا اور اس سے قیامت کے دن کہا جائے گا پڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلے میں ایک درجہ بلند ہوگا یہاں تک کہ جب وہ پورا کرلے گا جو اس کے پاس قرآن تھا تو اس سے کہا جائے پکڑ لے تو وہ (اپنے ہاتھوں سے) پکڑ ے گا۔ پھر اسے کہا جائے گا کیا تو جانتا ہے۔

(۲۲) الطبرانی اور حاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا) اور بیہقیؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے قرآن پڑھا تو اس نے اپنے پہلوؤں کے درمیان فیضان نبوت کو جمع کرلیا سوائے اس کے کہ اس کی طرف وحی نہیں کی جاتی اور جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اس نے کسی کے بارے میں یہ خیال کیا کہ اس کو مجھ سے افضل نعمت ملی تو اس سے بڑا جانا اس چیز کو جس کو اللہ نے چھوٹا فرمایا اور چھوٹا جانا اس چیز کو جس کو اللہ نے بڑا فرمایا اور قرآن والے کو یہ مناسب نہیں کہ غصہ کرنے والے کے ساتھ غصہ کرے اور جہالت کرنے والے کے ساتھ جہالت کا مظاہرہ کرے حالانکہ اس کے پیٹ میں قرآن ہے۔

(۲۳) الحاکمؒ نے (اور اس کو صحیح کہا ہے) عبید اللہ بن ابی نہیکؒ سے روایت کیا کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا اے کمائی کرنے والے تاجرو! میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا لفظ آیت "لیس منا من لم یتغن بالقران" سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا اس سے مراد ہے کہ وہ ہم سے نہیں جو قرآن کے ساتھ مستغنی نہ ہو۔

(۲٤) البزارؒ، الطبرانی اور حاکمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ نہ پڑھے یا یہ مطلب ہے کہ جو قرآن کے ساتھ مستغنی نہ ہو۔

(۲٥) البزارؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ نہ پڑھا۔ تلاوت کرنے والا مالدار ہے

(۲٦) الطبرانیؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا کہ ایک عورت نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آکر کہنے لگی میرا خاوند مسکین ہے کسی چیز پر قادر نہیں۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

اس کے خاوند سے فرمایا کیا تو قرآن میں سے کوئی چیز پڑھتا ہے؟ فرمایا فلاں سورت پڑھ کر اس نے تلاوت کی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا واہ، واہ تیرا خاوند تو مالدار ہے (یہ بات سن کر) وہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ رہی پھر (ایک دفعہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آکر کہنے لگی اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے ہم پر ہمارے رزق کو فراخ کر دیا ہے۔

(۲۷) طبرانی اور بیہقیؒ نے شعب میں ابوامامہؓ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آکر کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے بنی فلاں کا حصہ خریدا ہے تو میں نے اس پر اتنا اتنا منافع کمایا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا میں تم کو اس سے زیادہ نفع پانے والے کا نہ بتاؤں؟ اس نے کہا کیا کوئی شخص ایسا بھی ہے جو اس سے زیادہ نفع پانے والا ہو۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ آدمی جو دو آیات سیکھے وہ آدمی گیا اور دس آیات سیکھ لیں اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ خبر دی (کہ میں نے دس آیات سیکھ لیں)۔

(۲۸) ابن ابی شیبہ اور طبرانیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا کہ وہ ایک آدمی کو ایک آیت پڑھاتے تھے پھر کہتے تھے اس کو سیکھ لو کیونکہ یہ بہتر ہے تیرے لیے ان سب چیزوں میں سے جو آسمان اور زمینوں کے درمیان ہیں یہاں تک کہ وہ سارے قرآن کے بارے میں یوں ہی فرماتے تھے۔

(۲۹) طبرانیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ اگر تم میں سے کسی کو یہ کہا جائے اگر تو صبح کو فلاں شہر میں آئے گا تو تیرے لیے چار جوان اونٹنیاں ہوں گی فرماتے تھے وہ کہتا ہے کہاں ہیں میرے لیے (چار اونٹنیوں) کہ میں صبح کو آؤں (پھر فرمایا) اگر تم میں سے کوئی صبح کو آکر کتاب اللہ میں سے ایک آیت سیکھ لے تو اس کے لیے کئی چار (اونٹنیوں) سے بھی بہتر ہے یہاں تک کہ آپ نے بہت چیزوں کو

شمار کیا۔

(۳۰) بیہقیؒ نے شعب نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے تاجروں کا گروہ! کیا تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ جب وہ اپنے بازار سے واپس آئے تو دس آیات کو پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر آیت کے بدلہ میں ایک نیکی لکھ دیں گے۔

(۳۱) البزارؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا وہ گھر جس میں قرآن پڑھا جاتا ہے اس میں خیر و برکت تھوڑی ہوتی ہے۔

(۳۲) ابو نعیمؒ نے فضل العلم اور ریاضۃ المتعلمین میں اور بیہقیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قرآن غنی یعنی مالدار ہے اس کے بعد فقر (یعنی غربت) نہیں ہے اور اس کے علاوہ کوئی مالداری نہیں۔

(۳۳) بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں اور بیہقیؒ نے رجاء غنویؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا حافظ بنا دیا پھر اس نے کسی کے بارے میں یہ خیال کیا کہ وہ مجھ سے افضل نعمت دیا گیا ہے تو اس نے اللہ کی عظیم نعمت (یعنی قرآن) کو حقیر جانا۔

(۳۴) بیہقیؒ نے سمرہ بن جندبؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہر تعلیم و تربیت کرنے والے کی تعظیم و تکریم کرنا تجھ پر واجب ہے اور اللہ نے قرآن کو بڑی عظمت بخشی ہے پس اس کو نہ چھوڑے۔

(۳۵) عبد بن حمیدؒ نے حسنؓ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی آیت نہیں اتاری مگر اللہ تعالیٰ اس

بات کو پسند فرماتے ہیں کہ بندے اس کو سیکھیں جو اتارا گیا کہ اس آیت سے کیا مراد و مقصود ہے۔

(۳۶) عبد بن حمیدؒ نے ابو قلابہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سب سے پہلے زمین سے علم اٹھالیا جائے گا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا قرآن اٹھالیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن جو اس کی تعلیم دیتے تھے وہ فوت ہو جائیں گے یا یہ فرمایا جو اس کی تاویل کو جانتے ہوں وہ فوت ہو جائیں گے پھر ایسے لوگ باقی رہ جائیں گے جو اپنی خواہشات پر اس کی تاویل کریں گے۔

(۳۷) ابن جریرؒ، بیہقیؒ نے شعب میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ جب ہم نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دس آیات قرآن میں سے سیکھتے تھے تو اس کے بعد والی دس آیات اس وقت تک نہیں سیکھتے تھے یہاں تک کہ ہم اس بات کو جان لیتے تھے جو کچھ اس کے اندر ہے (یعنی جو احکام ان آیات میں ہوتے تھے ان کو سیکھتے تھے) شریک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کیا عمل کرنا سیکھتے تھے؟ انھوں نے فرمایا ہاں۔ (۱)

(۳۸) ابن ابی شیبہؒ، احمدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ اور المرہبی نے فضل العلم میں ابو عبد الرحمن سلمیؒ سے روایت کیا کہ ہم کو اس شخص نے بیان کیا جو ہم کو پڑھاتے تھے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ میں (یعنی صحابی نے بیان کیا) کہ وہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دس آیات سیکھتے تھے تو اس کے بعد والی دس آیت کو اس وقت تک نہیں سیکھتے تھے یہاں تک کہ ہم ان پہلی والی دس آیات کے علم و عمل کے بارے میں نہ جان لیتے تھے پھر فرمایا ہم نے علم اور عمل دونوں کو سیکھا۔

۱۔ تفسیر الدر منثور

(۳۹) طبرانیؒ نے الاوسط میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ میں نے اپنے زمانہ میں سے کچھ عرصہ اس طرح زندگی گذاردی کہ ہم میں سے کوئی قرآن سے پہلے ایمان لاتا تھا اور (جو) سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اترتی تھی تو ہم اس کے حلال اور اس کے حرام کو سیکھتے تھے اور ہمارے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ ہم اس طرح (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے وہ سورت سیکھتے جیسا کہ تم قرآن کو سیکھتے ہو پھر میں نے کئی افراد دیکھے وہ ایمان سے پہلے قرآن پڑھتے تھے اور وہ سورہ فاتحہ سے آخر تک قرآن پڑھتے تھے لیکن ان کو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ قرآن نے کیا حکم دیا ہے اور نہ اس بات کو جانتے تھے کہ قرآن نے جس چیز سے منع کیا ہے ہم کو یہ لائق نہیں کہ ہم اسی طرح ٹھہرے رہیں (حرام اور حلال کو نہ سیکھیں) اور ردی کھجور کی طرح قرآن کو بکھیرنا مناسب نہیں۔

(۴۰) ترمذیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا حکمت و دانائی کا کلمہ مومن کی کھوئی ہوئی (میراث) ہے جہاں سے اس کو پائے کیونکہ وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

(۴۱) احمدؒ نے زھد میں مکحولؒ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اخلاص کے ساتھ چالیس دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو حکمت کے چشمہ اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔

(۴۲) ابو نعیمؒ نے الحلیۃ میں موصولا مکحولؒ کے طریقہ سے ابوایوب انصار سے مرفوع روایت کی ہے۔

(۴۳) طبرانیؒ نے ابو امامہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے میرے بیٹے علماء کی مجالس کو لازم پکڑ اور حکماء کے کلام کو سن کیونکہ

اللہ تعالیٰ مردہ دل کو حکمت کے نور سے اس طرح زندہ فرماتے ہیں جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار بارش سے زندہ کرتا ہے۔

دو آدمیوں پر غبطہ جائز ہے

(٤٤) بخاریؒ، مسلمؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا حسد (یعنی رشک) کرنا (جائز) نہیں ہے مگر دو آدمیوں کے بارے میں ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کو نیک کاموں میں (برابر) خرچ کرتا رہے اور دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہو اور وہ اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہو اور اس کو سکھاتا ہو۔

(٤٥) بیہقیؒ نے شعب الایمان میں یزید بن اخنسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مقابلہ (جائز) نہیں ہے مگر دو آدمیوں میں سے ایک وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی نعمت عطا کی ہو پھر وہ دن رات اس کی حفاظت کرتا ہو اس میں غور وفکر بھی کرتا ہو پس ایک آدمی (اس کو دیکھ کر) کہتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی یہ (قرآن والی نعمت) عطا فرمادین جیسے فلاں آدمی فرمائی تو میں بھی اس طرح دن رات اس کی حفاظت کرتا جیسا کہ وہ آدمی اس کی حفاظت کرتا ہے اور دوسرا وہ آدمی جس کو مال دیا گیا وہ اس میں سے (دن رات) خرچ کررہا ہے صدقہ کررہا ہے تو ایک آدمی اس کو دیکھ کر کہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی ایسے مال عطا فرمادیں جیسے اس آدمی کو عطا کیا گیا تو میں بھی اسی طرح صدقہ وخیرات کرتا۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! ایک شخص میں جو بہادری ہوتی ہے (اس کی کیا فضیلت ہے؟) آپ نے فرمایا یہ بہادری اس (فضیلت میں) ان دونوں صفتوں کے برابر نہیں ہے کتا اپنے مالکوں کے پیچھے چلتا ہے۔

(٤٦) بخاری و مسلم اور ابن ماجہؒ نے حضرت معاویہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین میں سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔

(٤٧) ابو یعلیؒ نے حضرت معاویہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین میں سمجھ عطا فرما دیتے ہیں اور جس شخص کو دین کی سمجھ عطا نہیں ہوئی تو اس نے دین میں سے کچھ حاصل نہیں کیا۔

(٤٨) البزار، الطبرانیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین میں سمجھ عطا فرما دیتے ہیں اور اس کو ہدایت کا الہام فرماتے ہیں۔

(٤٩) الطبرانیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا افضل عبادت دین کی سمجھ ہے اور افضل دین پرہیزگاری ہے۔

(٥٠) البزار اور الطبرانیؒ نے الاوسط میں المرھبی نے فضل العلم میں حذیفہ بن یمانؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے افضل ہے اور تمہارا بہتر دین تقویٰ ہے۔

(٥١) الطبرانیؒ نے الاوسط میں عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھوڑا علم بہتر ہے زیادہ عبادت سے آدمی کے لیے۔ فقیہ ہونا کافی ہے جب وہ اللہ کی عبادت کرے اور آدمی کے لیے جاہل ہونا کافی ہے جب وہ اپنی رائے کو پسند کرے۔

(٥٢) الطبرانیؒ نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کوئی کمانے والا نہیں کماتا مثل اس فضیلت والے علم کے جو انسان کو ہدایت کی طرف لے جاتا ہے یا اس کو ہلاکت سے روکتا ہے اور اس کا دین پختہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی عقل پختہ ہو۔

(٥٣) ابن ماجہؒ نے ابوذرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے ابوذر! تو صبح سویرے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے ایک آیت سیکھ لے یہ سو رکعات پڑھنے سے تیرے لیے بہتر ہے اور اگر صبح سویرے تو علم کا ایک باب سیکھ لے اور اس پر تو عمل کرے یا نہ کرے یہ تیرے لیے ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔

(٥٤) المرھبیؒ نے فضل العلم میں، الطبرانیؒ نے الاوسط میں، دارقطنی اور بیہقیؒ نے شعب میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کے بندے کے لیے فقہ فی الدین (یعنی دین کی سمجھ حاصل کرنا اس سے افضل کوئی چیز نہیں اور البتہ ایک فقیہ زیادہ بھاری ہوتا ہے شیطان پر ہزار عابدوں سے اور ہر چیز کا ایک ستون ہوتا اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔ اور ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ میں ایک گھڑی دین سیکھنے کے لیے بیٹھ جاؤں یہ میرے نزدیک ساری رات صبح تک عبادت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

(٥٥) ترمذی اور مرھبیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں، اچھی چال چلن اور فقہ فی الدین (یعنی دین کی سمجھ حاصل کرنا)۔

(٥٦) الطبرانیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

فرمایا علم کی فضیلت عبادت سے افضل ہے اور دین کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔

(۵۷) الطبرانیؒ نے عبدالرحمن بن عوفؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھوڑا تفقہ بہتر ہے کثیر عبادت سے اور تمہارے بہترین اعمال وہ ہیں جو آسان ہوں۔

(۵۸) بیہقیؒ نے شعب میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ کے بندے کے لیے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے سے بڑھ کر کوئی عبادت افضل نہیں۔

(۵۹) الطبرانیؒ نے ثعلبہ بن حکمؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کے لیے فرمائیں گے جب اپنی کرسی پر اپنے بندوں کے فیصلے کے لیے بیٹھیں گے تو علماء سے فرمائیں گے کہ میں نے اپنا علم اور حلم تمہارے اندر اس لیے رکھا تھا تاکہ میں تمہاری خطاؤں کو معاف کردوں اور مجھے کوئی پروا نہیں۔

(۶۰) الطبرانیؒ نے ابوموسیٰؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندون کو اٹھائے گا پھر علماء کو الگ کردے گا اور فرمائے گا اے علماء کی جماعت! میں نے تمہارے اندر علم اس کے لیے نہیں رکھا تھا کہ تم کو عذاب دوں چلے جاؤ میں نے تم کو معاف کردیا۔[۱]

﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾﴾

اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو یا نذر مانو تو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار

۱۔ تفسیر الدر منثور

نہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ ہر حال میں تمہاری نیت اور عمل سے واقف ہے۔ اس میں ایک طرف مخلصین کے لیے وعدہ ہے اور دوسری طرف ریا کار اور غیر اللہ کی نذریں ماننے والوں کے لیے وعید بھی ہے کہ ایسے لوگ ظالم ہیں اور انھیں اللہ کے عذاب سے کسی صورت رہائی نصیب نہیں ہو سکے گی۔ ارشاد فرمایا: (لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُهُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ ؕ)[الحج:٣٧] ”اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔“

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”بیشک اللہ تمہارے چہروں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا، وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔“ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔“ [١]

اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ: نذر یہ ہے کہ انسان اپنی مراد کے پورا ہو جانے کی صورت میں اپنے اوپر کسی ایسے نفقہ یا کام کو لازم قرار دے لے جو اس پر لازم نہ ہو۔ پھر اگر یہ مراد کسی جائز کام کی ہو اور اللہ تعالیٰ سے مانگی گئی ہو اور جس کام یا خرچ کی نذر مانی گئی ہے وہ بھی جائز ہو تو ایسی نذر کا پورا کرنا واجب ہے، ورنہ اس کا ماننا اور پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”نذر نہ مانا کرو، اس لیے کہ نذر تقدیری امور میں کچھ بھی نفع بخش نہیں، بس اس سے اتنا ہوتا ہے کہ بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔

١۔[مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم المسلم: ٣٢، ٣٣/ ٢٥٦٤]

"۔ (۱)

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نذر ماننے سے منع فرمایا، آپ نے فرمایا: "نذر (تقدیری امور میں سے) کسی بھی چیز کو ٹال نہیں سکتی، البتہ اس کے ذریعے بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔" (۲)

صدقات و خیرات ہوں یا نذر و نیاز، اللہ تعالیٰ کو نیتوں کا علم ہوتا ہے۔ اگر نیت خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے نہ ہو تو یہ تمام صدقات و خیرات اور نذریں رائگاں ہو جاتی ہیں، بلکہ ایک قسم کا شرک لازم آتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شرکا سے زیادہ شرک سے بے زار ہوں، جس نے ایسا کوئی عمل کیا کہ اس نے اس میں میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کر لیا تو میں اس کو بھی چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے شرک کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔" (۳)

(۱) عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے لفظ آیت "وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر فان اللہ یعلمہ" کے بارے میں روایت کیا کہ یعلمہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ اس کو شمار کرتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا کثرت عطیہ کا واقعہ

(۲) عبد الرزاق اور بخاریؒ نے ابن شہابؒ کے طریق سے عوف بن حرث بن طفیلؓ سے روایت کیا جو

۱۔ [مسلم، کتاب النذر، باب النھی عن النذر: ۱٦٤٠]

۲۔ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب الوفاء بالنذر: ٦٦٩٣۔ مسلم، کتاب النذر، باب النھی عن النذر: ١٦٣٩]

۳۔ [مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء: ٢٩٨٥]

حضرت عائشہؓ کے ماں شریک بھتیجے تھے کہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے اس عطیہ کے بارے میں فرمایا جو حضرت عائشہؓ نے عطا کیا تھا کہ اللہ کی قسم! حضرت عائشہ (اس سخاوت سے) باز آجائیں یا میں ان پر پابندیاں لگادوں گا (یہ بات جب ان کو پہنچی) تو انھوں نے پوچھا کیا اس نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں اللہ کے لیے نذر مانتی ہوں کہ ابن زبیرؓ سے کبھی بھی بات نہیں کروں گی۔ ابن زبیرؓ نے مہاجرین کے ذریعہ سفارش کرائی جب ان کا قطع تعلق لمبا ہو گیا اور فرمایا میں اس بات میں کبھی بھی کسی کی سفارش قبول نہیں کروں گی اور میں اپنی نذر کو نہیں توڑوں گی جو میں نے نذر کی قسم کھائی ہے۔ جب ابن زبیرؓ پر وقت زیادہ گذر گیا تو انھوں نے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن اسود بن عبدیغوثؓ سے بات کی وہ دونوں بنوزہرہ میں سے تھے ان سے فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم دونوں مجھے حضرت عائشہؓ کے پاس داخل کردو اس لیے کہ ان کے لیے مجھ سے قطع کلامی کی نذر ماننا حلال نہیں۔ مسور اور عبدالرحمنؓ نے ان کو اپنی چادر میں چھپالیا اور حضرت عائشہؓ سے (اندر جانے کی اجازت مانگی) انھوں نے فرمایا داخل ہوجاؤ پھر انھوں نے پوچھا کیا ہم سب داخل ہوجائیں؟ اے ام المومنین! فرمایا ہاں سب داخل ہوجاؤ حضرت عائشہؓ نہیں جانتی تھیں کہ ان کے ساتھ ابن زبیرؓ بھی ہیں جب دروازے کے اندر گئے تو ابن زبیرؓ پردہ کے اندر داخل ہو گئے اور حضرت عائشہؓ سے لپٹ گئے اور ان کو قسم دینا اور رونا شروع کر دیا مسور اور عبدالرحمنؓ نے بھی حضرت عائشہؓ کو قسمیں دینا شروع کیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ سے بات کرلیں اور ان سے (معذرت) قبول کرلیں اور دونوں حضرات کہتے رہے کہ آپ جانتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قطع تعلق سے منع فرمایا ہے کہ کسی آدمی کے لیے یہ حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے (یعنی اس سے

قطع تعلق کر لے) جب انھوں نے بہت اصرار کیا اور نصیحت کی حضرت عائشہؓ نے روتے ہوئے ان سے فرمایا کہ میں نے سخت نذر مانی ہوئی ہے وہ لوگ برابر ان کو نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے ابن زبیرؓ (اپنے بھانجے) سے بات کر لی اور اپنی نذر کے کفارہ کے طور پر چالیس غلاموں کو آزاد فرمایا ان غلاموں کے آزاد کرنے کے بعد بھی وہ اس (نذر) کو یاد کر کے اتنا روتی تھیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔

(۳) ابن ابی حاتمؒ نے عبداللہ بن حجیرہ اکبرؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا میں نے اپنے بھائی سے نہ بولنے کی نذر مانی ہے تو انھوں نے فرمایا کہ شیطان کا ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کا نام اس نے نذر رکھا تھا اور جس شخص نے ان تعلقات کو ختم کرنے کی نذر مانی جس کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم فرمایا ہے تو اس پر لعنت اترتی ہے۔

(٤) مالکؒ، ابن ابی شیبہؒ، بخاریؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے اس بات کی نذر مان لی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو اس کو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جس شخص نے اس بات کی نذر مان لی کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اس کو چاہیے نافرمانی نہ کرے۔

(٥) ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی اس کو چاہیے کہ اس کی اطاعت کرے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مان لی اس کو چاہیے کہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔

(٦) ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم) نے فرمایا گناہ کی نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

گناہ کی نذر پوری کرنا لازم نہیں

(۷) ابن ابی شیبہؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ نے عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ انصار میں سے ایک عورت قید کر لی گئی اور غضباء اونٹنی بھی پکڑی گئی وہ عورت اس اونٹنی کی پشت پر بیٹھ گئی پھر اس عورت نے اس کو ڈانٹا تو وہ چل پڑی اور اس نے یہ نذر مان لی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس اونٹنی پر نجات دے دی تو میں اس کو ذبح کر دوں وہ جب مدینہ منورہ آئی تو لوگوں نے دیکھا اور کہنے لگے کہ یہ تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اونٹنی غضباء ہے وہ عورت کہنے لگی میں نے تو نذر مان لی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ذریعہ نجات دی تو میں اس کو ذبح کروں گی۔ لوگ اس کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے آئے اور یہ بات ان کو بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ! اس نے کتنی جزا دی ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے نذر مانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر اس کے ذریعہ نجات دی تو وہ اس کو ذبح کرے گی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر کو پورا نہیں کیا جائے گا اور نہ اس چیز میں نذر کو پورا کیا جائے گا جس کا انسان مالک نہیں۔

(۸) ابن ابی شیبہؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ نے عقبہ بن عامرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نذر کا کفارہ جب وہ نام نہ لے (متعین نہ کرے) تو قسم والا کفارہ ہے۔

(۹) بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ نے ثابت بن ضحاکؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کسی بندہ پر اس نذر کا پورا کرنا لازم نہیں ہے جس کا وہ مالک نہ

ہو۔

(۱۰) بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نذر (ماننے) سے منع فرمایا کہ نذر خیر کو نہیں لاتی اور بلاشبہ اس کے ذریعے بخیل سے مال نکالا جاتا ہے۔

(۱۱) مسلمؒ، ترمذیؒ، اور نسائیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نذر مت مانو کیونکہ نذر تقدیر کو ٹالنے کا فائدہ نہیں دیتی اور بلاشبہ (اس کے ذریعے) بخیل سے مال نکالا جاتا ہے۔

(۱۲) بخاریؒ، مسلمؒ، ابن ماجہؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ابن آدم کو نذر کوئی چیز نہیں پہنچاتی جو میں نے اس کی تقدیر میں نہیں لکھی بلکہ نذر کبھی اس تقدیر سے موافقت کر جاتی ہے جو میں نے اس کے لیے لکھی ہوتی ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ بخیل سے (مال) نکالتے ہیں پس وہ مال خرچ کرتا ہے جو اس سے پہلے وہ خرچ کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

(۱۳) بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ اور نسائیؒ نے انسؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو اپنے بیٹوں کے درمیان (پیدل) چل رہا تھا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پوچھا اس کو کیا ہوا (پیدل کیوں چل رہا ہے؟) صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس نے کعبہ تک پیدل چلنے جانے کی نذر مانی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی جان کو عذاب دینے سے بے پرواہیں اور اس کو سوار ہونے کا حکم فرمایا۔ بلاوجہ اپنے کو مشقت میں ڈالنا درست نہیں۔

(۱٤) مسلم اور ابن ماجہؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک بوڑھے کو اپنے بیٹوں پر سہارا لیتے ہوئے پیدل چلتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پوچھا اس کو کیا ہوا ؟ اس کے بیٹوں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے (پیدل چلنے) کی نذر مانی تھی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے بوڑھے سوار ہو جا اللہ تعالیٰ تجھ سے اور تیری نذر سے بھی بے پرواہ ہے۔

(۱۵) بخاریؒ ، مسلمؒ ، ابوداؤدؒ ، اور نسائیؒ نے عقبہ بن عامرؓ سے روایت کیا کہ میری بہن نے بیت اللہ کی طرف پیدل ننگے پاؤں جانے کی نذر مانی اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اسے پیدل بھی چلنا چاہیے اور سوار ہو کر بھی۔

(۱٦) ابوداؤدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ عقبہ بن عامرؓ کی بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل حج کرے گی حالانکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی تھی تو نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کے پیدل چلنے سے بے پرواہ ہے اس کو چاہیے کہ سوار ہو جائے اور چاہیے کہ ایک اونٹ ہدیہ دے۔

(۱۷) ابوداؤد اور حاکمؒ (نے اس کو صحیح کہا) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آکر کہنے لگا یا رسول اللہ! ﷺ میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری بہن کو ذرا بھی مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتے اس کو چاہیے کہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

(۱۸) ابوداؤدؒ ، نسائیؒ ، ابن ماجہؒ نے عقبہ بن عامرؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اپنی بہن کی نذر کے بارے میں پوچھا کہ وہ بغیر سر ڈھانکے اور ننگے پاؤں حج کرے گی آپ (صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کو حکم کرو کہ وہ سر ڈھانکے اور سوار بھی ہو جائے اور تین دن کے روزے بھی رکھ لے۔

(۱۹) بخاریؒ، ابوداؤد اور ابن ماجہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ اس درمیان میں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو ایک آدمی دھوپ میں کھڑا تھا آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا یہ ابواسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا، نہ بیٹھے گا، نہ سایہ میں جائے، نہ بات کرے گا، اور نہ روزہ رکھے گا۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کو حکم کرو کہ وہ بات کرے، سایہ میں بیٹھے اور اپنے روزہ کو پورا کرے۔

(۲۰) ابوداؤد اور ابن ماجہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے ایسی نذر مانی کہ اس کو متعین نہیں کیا تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس شخص نے کسی گناہ کی نذر مانی اس کی وہ طاقت نہیں رکھتا تو اس کو کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی بات کی قسم کھائی کہ اس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ نذر کو پورا کرے۔

(۲۱) نسائیؒ نے عمران بن حصینؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا نذر دو قسم کی ہے جو نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سے ہو تو وہ اللہ کے لیے ہے اور اس کو پورا کرنا (لازم) ہے اور جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں سے ہو تو وہ شیطان کے لیے ہے اس کو پورا کرنا نہیں ہے اس کا کفارہ دے جو قسم کا کفارہ ہوتا ہے۔

(۲۲) ابن ابی شیبہؒ، نسائی اور حاکمؒ نے عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو بھی خطبہ دیا اس میں آپ نے ہم کو صدقہ کا حکم فرمایا اور مثلہ (یعنی قتل کرنے کے بعد

اعضاء کاٹ دینا) کرنے سے منع فرمایا اور اس کی ناک کو کاٹ دینا بھی مثلہ کرنے میں سے ہے اور پیدل حج کرنے کی نذر سے منع فرمایا پس جس شخص نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تو اس کو چاہیے کہ ہدی کا جانور (کفارہ میں) ذبح کرے اور سوار ہو جائے۔

(۲۴) سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے ایک آدمی ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ قعیقعان پہاڑ پر رات تک ننگا کھڑا رہوں تو انھوں نے فرمایا شیطان نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تیری شرمگاہ کو ننگا کر دے اور تجھ پر لوگوں کو ہنسائے اپنے کپڑے پہن لے اور حجر اسود کے پاس دو رکعت پڑھ۔

نذر کی چار قسمیں ہیں

(۲۵) عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نذر چار قسم پر ہیں جس شخص نے ایسی نذر مانی جس کو مسترد نہیں کیا تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اور جس نے کسی گناہ کی قسم کھائی تو اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی بات کی قسم کھائی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا تو اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے اور جس نے ایسی نذر مانی جس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اپنی نذر کو پورا کرے۔ لفظ آیت واما قولہ تعالیٰ "وما للظلمین من انصار"۔

(۲۶) ابن ابی حاتمؒ نے شریحؒ سے روایت کیا کہ ظالم سزا کا منتظر ہوتا ہے اور مظلوم مدد کا منتظر ہوتا ہے۔

(۲۷) بخاریؒ، مسلم اور ترمذیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

(۲۸) بخاریؒ نے ادب میں، مسلم اور بیہقیؒ نے شعب میں جابرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا اور ان کو ناحق خون بہانے پر آمادہ کیا اور ان کو حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے پر آمادہ کیا۔

(۲۹) بخاریؒ نے ادب میں ابن حبان اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) بیہقیؒ نے شعب میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔ اور بری باتون سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کرنے والے اور بدکلامی کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔ اور کنجوسی سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ان کے ناحق خونوں کے بہانے پر آمادہ کیا اور حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھا اور قطع رحمی کی۔

(۳۰) حاکم اور بیہقیؒ نے شعب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ظلم کرنے سے بچو کیونکہ قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور بدکاری اور بدکلامی کرنے سے بچو، اور کنجوسی سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ کنجوسی سے ہلاک ہو گئے اسی کنجوسی نے ان کو قطع رحمی کا حکم دیا تو انھوں نے قطع رحمی کر لی اور ان کو بخل کا حکم دیا تو انھوں نے بخل کیا اور ان کو نافرمانی کا حکم دیا تو وہ نافرمانی کرنے لگے۔ خیانت سے بچنے کی تاکید۔

(۳۱) الطبرانیؒ نے ہرماس بن زیادؓ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی اونٹنی پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا بچو تم خیانت سے کیونکہ وہ چھپی ہوئی بری خصلت ہے اور ظلم ہے اور ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا اور کنجوسی

سے بچو کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا یہاں تک کہ انھوں نے اپنے خونوں کو بہایا اور قطع رحمی کی۔

(۳۲) اصبہانیؒ نے عمر بن خطابؓ سے اسی کے مثل نقل کیا ہے۔

(۳۳) الطبرانیؒ نے حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ظلم نہ کرو ورنہ تم دعائیں کرو گے تو تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی، بارش طلب کرو گے تو بارش نہ ہوگی، مدد طلب کرو گے تو تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔

(۳٤) الطبرانیؒ نے ابو امامہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری امت میں دو قسم کے ایسے لوگ ہوں گے جن کو ہرگز میری شفاعت نہ پہنچے گی انتہائی ظالم (امام بہت ظلم کرنے والا اور بہت خیانت کرنے والا) (اور) دین سے نکل جانے والا ہے۔

(۳۵) حاکمؒ نے (اور اس کو صحیح کہا) حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مظلوم کی بد دعا سے ڈرو کیونکہ آسمان کی طرف اس طرح چڑھتی ہے گویا کہ وہ ایک شعلہ ہے۔

(۳٦) الطبرانیؒ نے عقبہ بن جہنیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تین آدمیوں کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں والد کی دعا (اولاد کے حق میں) مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔

(۳۷) احمدؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مظلوم کی دعا قبول کی جاتی ہے اگرچہ وہ گناہ گار ہو کیونکہ اس کے گناہ کا وبال اس کی اپنی جان پر ہے۔

(۳۸) الطبرانیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

فرمایا دو دعائیں ایسی ہیں کہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں مظلوم کی دعا اور کسی آدمی کی دعا اپنے بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے۔

(۳۹) الطبرانیؒ نے خزیمہ بن ثابتؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ وہ بادلوں سے (اوپر) اٹھالی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری عزت اور میرے جلال کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر کے بعد ہو۔

(۴۰) احمدؒ نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مظلوم کی بددعا سے ڈرو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ کیونکہ اس کے سامنے حجاب نہیں۔

(۴۱) حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا غصہ تیز ہو جاتا ہے اس شخص پر جو ایسے شخص پر ظلم کرتا ہے جو میرے علاوہ کسی دوسرے کو مددکرنے والا نہیں پاتا۔

(۴۲) ابوالشیخؒ، ابن حبانؒ نے کتاب التوبیخ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم! میں ظالم سے ضرور بدلہ لوں گا جلدی میں یا دیر میں اور میں ضرور بدلہ لوں گا اس شخص سے بھی جو مظلوم کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا تھا مگر پھر بھی مدد نہ کی۔

(۴۳) الطبرانیؒ نے عبداللہ بن سلامؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو وہ سب اپنے سر اٹھائے اپنے قدموں پر برابر کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے ہمارے رب! آپ کس کے ساتھ ہیں؟ تو رب تعالیٰ نے فرمایا میں مظلوم کے ساتھ ہوں اس وقت تک کہ (ظالم) اس کی طرف اس

کا حق ادا کر دے۔

(٤٤) ابن مردویہ اور الطبرانیؒ نے ترغیب میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اپنے ملک میں لوگوں سے چھپ کر پھرنے لگا یہاں تک کہ وہ ایک آدمی کے پاس آیا جس کی ایک گائے تھی شام کے وقت وہ گائے آئی تو اس کو دوھا گیا اچانک اس کا دودھ تیس گایوں کے برابر تھا (یعنی بہت زیادہ دودھ تھا) بادشاہ کے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ گائے اس آدمی سے لے لوں گا جب صبح ہوئی تو وہ گائے اپنی چراگاہ کی طرف چلی گئی پھر شام کو آئی تو اس کو دوھا گیا تو اس کا دودھ آدھا نکلا یعنی پندرہ گایوں کے برابر۔ بادشاہ نے مالک کو بلایا اور کہا مجھے اپنی گائے کے بارے میں بتاؤ کیا آج یہ گائے کل والی چراگاہ کے علاوہ کسی دوسری چراگاہ پر گئی تھی آج اس نے کسی دوسرے گھاٹ سے پانی پیا ہے؟ مالک نے کہا اس گائے نے کل والی چراگاہ سے کسی دوسری چراگاہ پر نہیں چرا اور نہ ہی اس نے کسی دوسرے گھاٹ سے پانی پیا ہے؟ تو بادشاہ نے کہا پھر اس کا دودھ کیوں آدھا ہو گیا مالک نے کہا بادشاہ نے ارادہ کیا ہے کہ اس گائے کو لے لے۔ اس لیے اس کا دودھ کم ہو گیا کیونکہ جب بادشاہ ظلم کرے یا ظلم کا ارادہ کرے تو برکت چلی جاتی ہے بادشاہ نے کہا تو کیسے جان لے گا؟ مالک نے کہا بات اسی طرح ہے جو میں نے تجھ سے کہی ہے (اس بات پر بادشاہ نے دل میں اپنے رب سے یہ وعدہ کیا کہ وہ (کبھی) ظلم نہیں کرے گا اور نہ اس گائے کو لے گا اور نہ اس کا کبھی مالک ہے وہ گائے صبح کو چرنے چلی گئی (جب) شام کو آئی تو اس کو پھر دوھا گیا تو اس کا دودھ (پہلے کی طرح) تیس گایوں کی مقدار پر ہوا۔ بادشاہ نے اپنے دل میں کہا اور عبرت حاصل کی کہ بادشاہ جب ظلم کرے یا ظلم کا ارادہ کرے تو برکت چلی جاتی ہے یقیناً میں ضرور عدل کروں گا اور ضرور بہتر عدل کرنے والوں میں سے ہوں گا۔

(٤٥) الاصبہانیؒ نے سعید بن عبدالعزیزؒ سے روایت کیا ہے جس نے نیک کام کیا اس کو چاہیے کہ ثواب کی امید رکھے جس نے برا کام کیا پھر وہ سزا کو ناپسند نہ کرے جس نے بغیر حق کے عزت حاصل کی اللہ تعالیٰ اس کو حق کے ساتھ ذلت کا وارث بنائیں گے اور جس نے ظلم کے ساتھ مال جمع کیا اللہ تعالیٰ اس کو بغیر ظلم کے فقیر (یعنی محتاج یا تنگ دستی) کا وارث بنائیں گے۔

(٤٦) احمدؒ نے زہد میں وہب بن منبہؒ سے روایت کیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا جس شخص نے فقراء کے مال کے ساتھ مالداروں کو طلب کیا میں اس کو فقیر بنا دوں گا اور ہر وہ گھر جو ضعیف لوگوں کی قوت سے بنے گا اس کا انجام خراب کر دوں گا۔[1]

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٧١﴾﴾

اگر تم اپنے صدقات ظاہر کر کے دو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر تم انھیں چھپاؤ اور چپکے سے غریبوں کو دے دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کی خبر رکھنے والا ہے۔

شان نزول

۱۔ تفسیر الدر منشور

عبدابن حمیدؒ اور نسائیؒ وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ابتداء میں مسلمان اپنے غیر مسلم رشتہ داروں اور عام غیر مسلم حاجتمندوں کی مدد کرنے میں تامل کرتے تھے، اوراس کو ناپسند کرتے تھے، ان کا خیال یہ تھا کہ صرف مسلمان حاجت مندوں کی مدد کرنا ہی انفاق فی سبیل اللہ ہے، اس آیت سے ان کی یہ غلط فہمی دور ہوگئی۔ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کی والدہ اپنے کفر کے زمانہ میں اپنی بیٹی حضرت اسماء کی خدمت میں مدد کی خواہاں ہوکر مدینہ آئیں تو حضرت اسماء نے اپنی والدہ کی مدد اس وقت تک نہیں کہ جب تک کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجازت نہ لے لی۔ [۱]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صدقہ دینے کے دو طریقے بتائے ہیں، علانیہ صدقہ دینا اور چھپا کر صدقہ دینا۔ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اچھا قرار دیا، لیکن چھپا کر دینے کو بہتر کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علانیہ اور چھپا کر خرچ کرنے کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ کیا ہے، ارشاد فرمایا: (اِنَّ الَّذِیۡنَ یَتۡلُوۡنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرۡجُوۡنَ تِجَارَۃً لَّنۡ تَبُوۡرَ)[فاطر ۲۹:] ”بیشک جولوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے انھوں نے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی برباد نہ ہوگی۔

”وَاِنۡ تُخۡفُوۡھَا وَتُؤۡتُوۡھَا الۡفُقَرَآءَ فَھُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ: یعنی صدقہ علانیہ دینا بھی گو اچھا ہے، مگر پوشیدہ طور پر دینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے، کیونکہ یہ ریا سے بعید ہے۔ متعدد احادیث میں نفلی صدقات کو پوشیدہ طور پر دینے کی فضیلت آئی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”سات آدمی ایسے ہیں

۱۔ تفسیر جلالین

جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن سوائے اس کے سایہ کے کہیں سایہ نہیں ہوگا۔۔(ان میں سے) ایک وہ شخص ہے کہ جب وہ کوئی صدقہ دیتا ہے تو اس کو اتنا چھپا کر دیتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔"[۱]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ایک آدمی نے کہا، میں ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ صدقہ لے کر نکلا مگر اس نے اسے چور کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ چور کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا، وہ صدقہ لے کر نکلا اور اس نے اسے ایک زانیہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ رات زانیہ پر صدقہ کیا گیا ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے، میں زانیہ کو صدقہ دے آیا (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ وہ صدقہ لے کر نکلا اور اس نے اسے ایک دولت مند کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ رات دولت مند کو بھی صدقہ دے دیا گیا ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ! تعریف صرف تیرے لیے ہے، میں (لاعلمی میں) چور، زانیہ اور مال دار کو صدقہ دے آیا، تو اسے (خواب میں) کوئی شخص ملا جس نے اسے کہا، تو نے جو چور پر صدقہ کیا ہے، ممکن ہے چور آئندہ چوری سے باز آجائے اور (تو نے) جو زانیہ (پر صدقہ کیا) ہے، ممکن ہے کہ وہ زنا سے باز آجائے اور (تو نے) جو دولت مند (پر صدقہ کیا) ہے، ممکن ہے وہ عبرت حاصل کرے اور اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے لگ جائے۔"[۲]

اس شخص کے واقعہ سے بھی خفیہ صدقے کی فضیلت اور برکت معلوم ہوتی ہے۔ سیدنا عقبہ بن عامر جہنیؓ

۱۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ بالیمین: ۱۴۲۳۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل إخفاء الصدقۃ: ۱۰۳۱]

۲۔[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب إذا تصدق علی غنی وھو لا یعلم: ۱۴۲۱۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب ثبوت الأجر المتصدق: ۱۰۲۲]

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ظاہری طور پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا ظاہری طور پر صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور پوشیدہ طور پر تلاوت کرنے والا پوشیدہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے۔"[۱]

وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ : چھپا کر فقرا کو دینے میں ان کی پردہ پوشی ہوتی ہے اور ان کی عزت نفس مجروح نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فقراء کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ) [البقرة: ٢٧٣] "(یہ صدقات) ان محتاجوں کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے۔"

حافظ سیوطیؒ بیان کرتے ہیں:

امام بیہقیؒ نے "شعب الایمان" میں سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: خفیہ عمل علانیہ عمل سے افضل ہے' اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی اقتداء کی جائے اس کے لیے علانیہ عمل افضل ہے۔

امام بخاریؒ' امام مسلمؒ' اور امام نسائیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سات آدمی اللہ کے سائے میں ہوں گے جس دن اللہ کے سائے کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا' امام عادل' وہ نوجوان جس کی اللہ کی عبادت میں نشوونما ہوئی' وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت کی وجہ سے ملتے ہیں اور اللہ کی محبت کی وجہ سے جدا ہوتے ہیں' وہ

۱۔ [أبوداؤد، کتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءة فی صلوة اللیل: ١٣٣٣]

شخص جس کو کسی خوب صورت اور مقتدر عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے کہا: میں اللہ سے ڈرتا ہوں' وہ شخص جس نے خفیہ صدقہ دیا حتی کہ بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے اور وہ آدمی جس نے تنہاء میں اللہ کو یاد کیا حتی کہ اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔

امام طبرانیؒ نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: نیکی کے کام بری آفتوں سے بچاتے ہیں' اور خفیہ صدقہ کرنا اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنا عمر کو بڑھاتا ہے۔

امام ابوداؤدؒ نے' امام ترمذیؒ' نے تصحیح سند کے ساتھ' امام نسائیؒ نے' امام ابن خزیمہؒ نے' امام ابن حبانؒ نے اور امام حاکمؒ نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابوذرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے اور تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے جن سے اللہ محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں: ایک شخص لوگوں کے پاس گیا اور اس نے ان سے محض اللہ کی وجہ سے سوال کیا' اس کی ان سے قرابت داری نہیں تھی ایک شخص ان کے پیچھے سے اٹھا اور اسکو خفیہ طور پر صدقہ دیا' اللہ کے سوا اس صدقہ کا کسی کو علم نہیں تھا' یا اس سائل کو علم تھا' کچھ لوگوں نے رات کو سفر کیا اور ایک جگہ ٹھہر کر سو گئے' ان میں سے ایک شخص رات کو اٹھا اور اللہ کو یاد کرنے لگا اور اس کی آیات تلاوت کرنے لگا ایک شخص کسی لشکر میں تھا ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا' انھوں نے دشمن کو شکست دے دی' اس شخص نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا حتی کہ وہ شہید ہو گیا یا فتح یاب ہو گیا اور جن تین لوگوں سے اللہ بغض رکھتا ہے وہ یہ ہیں: بوڑھا زانی' متکبر فقیر اور ظالم تونگر۔

امام ابن ماجہؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! موت آنے سے پہلے اللہ سے توبہ کرلو اور مشغول ہو جانے سے پہلے نیک عمل کرلو' اور اللہ کو بہت یاد کر کے اس سے وصل کرو' اور خفیہ اور علانیہ صدقہ دو تمہیں رزق دیا جائے گا تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہارا نقصان پورا کیا جائے گا۔

امام احمدؒ' امام ابن خزیمہؒ ' امام ابن حبانؒ ' امام حاکمؒ تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقیؒ "شعب الایمان" میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: قیامت کے دن جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوگا اس وقت تک ہر شخص اپنے صدقہ کے سائے میں رہے گا۔

امام طبرانی اور امام بیہقیؒ نے "شعب الایمان" میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: صدقہ کرنے والوں کے لیے ان کا کیا ہوا صدقہ قبر کی گرمی کو دور کرے گا اور قیامت کے دن مومن صرف اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا۔

امام ترمذیؒ نے تحسین سند کے ساتھ اور امام ابن حبانؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: صدقہ کرنا رب کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے۔

امام طبرانیؒ نے حضرت رافع بن خدیجؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کرتا ہے۔

امام طبرانیؒ نے حضرت عمرو بن عوفؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مسلمان کا صدقہ عمر میں اضافہ کرتا ہے' بری موت کو دور کرتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تکبر اور فخر کو

دور کرتا ہے۔ [۱]

احمدؒ نے الزھد میں سالم بن ابی جعدؒ سے روایت کیا ہے کہ صالح (علیہ السلام) کی قوم میں ایک ایسا آدمی تھا جس نے قوم کو بڑی تکلیف پہنچائی تھی تو اس قوم نے کہا اے اللہ کے نبی! اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے بددعا کیجئے صالح (علیہ السلام) نے فرمایا تم لوگ چلے جاؤ اس کے متعلق تمہارا مسئلہ حل ہو گیا ہے وہ آدمی ہر روز لکڑی لانے کے لیے جاتا تھا دوسرے دن گیا تو اس کے پاس دو روٹیاں تھیں اس میں سے ایک اس نے (خود) کھائی اور دوسری خیرات کر دی اس نے لکڑیاں کاٹیں پھر لکڑیاں لے کر صحیح سالم آ گیا قوم حضرت صالح (علیہ السلام) کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ وہ آدمی تو لکڑیاں لے کر صحیح سالم آیا ہے اور کوئی تکلیف اس کو نہیں پہنچی حضرت صالح (علیہ السلام) نے اس کو بلایا اور اس سے فرمایا آج تو نے کیا کام کیا تھا؟ اس نے کہا میں (جب گھر سے) نکلا تو میرے پاس دو روٹیاں تھیں ان میں سے ایک میں نے کھالی اور دوسری میں نے خیرات کر دی۔ صالح (علیہ السلام) نے فرمایا اپنی لکڑیوں کا گھٹا کھول جب اس نے کھولا تو اس میں شہتیر کی مثل سیاہ سانپ تھا اور وہ ایک لکڑی کی جڑ چوس رہا تھا صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اسی کے ذریعے سے یہ دفع کیا گیا یعنی صدقہ کے ذریعے سے۔

احمدؒ نے سالم بن ابی جعدؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت باہر نکلی اس کے ساتھ ایک بچہ تھا ایک بھیڑیا آیا اور اس سے زبردستی چھین کر بھاگ گیا وہ عورت اس (بھیڑیئے) کے قدموں کے نشانات پر گئی اور اس کے پاس ایک روٹی تھی ایک سائل نے اس سے مانگی تو اس نے اس کو دے دی (صدقہ کرنے کی وجہ سے) وہ (بھیڑیا) اس کے بچہ کو لے آیا اور اس عورت کو واپس کر دیا۔

۱۔(الدرالمنثور ج۱ ص ۳۵۵۔۳۵۳ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

ابوداؤدؒ، الترمذیؒ نے (ان کو صحیح کہا) نسائیؒ ،ابن خزیمہؒ ،ابن حبانؒ ،اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) ابوذرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں اور تین آدمیوں سے نفرت فرماتے ہیں وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں (ان میں سے) ایک وہ آدمی ہے جو کسی قوم کے پاس آیا اور ان سے اللہ کے نام کے ساتھ سوال کیا اور اپنی قرابت کے ساتھ سوال نہیں کیا تو ایک آدمی نے (قوم میں سے) ان کے پیچھے سے علیحدہ ہو کر اس (سائل) کو اس طرح خفیہ طور پر دیا جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے دینے والے کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور ایک قوم نے رات کو سفر کیا یہاں تک کہ جب ان کو نیند آنے لگی تو وہ (اپنی سواریوں) سے اتر گئے (اور نیند کرتے ہوئے) اپنے سروں کو (زمین پر) رکھ دیا تو (ان میں سے) ایک آدمی (بجائے سونے کے) کھڑا ہو گیا اور مجھ سے عاجزی کرنے لگا اور میری آیات کو پڑھنے لگا (تو ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے) اور وہ آدمی جو کسی لشکر میں تھا وہ دشمن سے ملا اور دشمنوں نے (ان کو شکست دے دی مگر اس نے پیٹھ نہیں پھیری) اور ان کے سامنے سینہ سپر ہو گیا یہاں تک کہ شہید ہو جاتا ہے اس کو فتح عطا کی جاتی ہے (ایسا آدمی بھی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے) اور تین آدمی جن سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتے ہیں (وہ یہ ہیں) بوڑھا زناکار، فقیر اترانے والا، اور مالدار ظلم کرنے والا۔

(۱۹) ابن ابی الدنیا و بیہقیؒ نے شعب میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا نماز میں قرآن پڑھنا افضل ہے نماز کے باہر قرآن پڑھنے سے اور نماز کے باہر قرآن پڑھنا تسبیح اور تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح پڑھنا افضل ہے صدقہ سے اور صدقہ افضل ہے روزہ سے اور

روزہ بچاؤ ہے آگ سے۔ (۱)

﴿ لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰىهُمۡ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ‌ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ‌ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ‌ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ۝٢٧٢ ﴾

آپ کے ذمہ نہیں ہے ان کی ہدایت، لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو کچھ بھی اچھا مال تم خرچ کرتے ہو تو وہ تمہاری جانوں کے لیے ہے، اور تم نہیں خرچ کرتے ہو مگر اللہ کی رضا کے لیے، اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اچھا مال وہ پورا پورا تمہیں دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

شان نزول: (آیت) "لیس علیک"۔

امام نسائیؒ، حاکمؒ، بزارؒ، طبرانیؒ وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے ان رشتہ داروں کو جو کہ مشرک تھے کچھ دینا اچھا نہیں جانتے تھے چنانچہ انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا کہ کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو اس کی اجازت عطا فرمائی، اس پر

۱۔ تفسیر الدر منثور

(آیت) "لیس علیک"۔ "والنعم لاتظلمون"۔ تک آیت کریمہ نازل ہوئی اور ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس بات کا حکم دیتے تھے کہ صرف مسلمانوں ہی کو دیا جائے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [۱]

امام ابن جریرؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان اپنے (نفلی) صدقات اپنے مشرک رشتہ داروں کو نہیں دیتے تھے' اسی طرح انصار بنو قریظہ اور بنو نضیر کو صدقات نہیں دیتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ اسلام لے آئیں تو یہ آیت نازل ہوئی کہ (اے رسول!) انھیں ہدایت یافتہ کرنا آپ کے ذمہ نہیں ہے' لیکن اللہ جسے چاہتا ہے اسے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔ [۲]

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ: اس سے مقصود مومنوں کو اللہ کے اوامر کی اطاعت پر ابھارنا اور انھیں یہ بتانا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگوں کو راہ راست پر چلانے کے مکلف نہیں ہیں، یہ تو اللہ کا کام ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کام تو لوگوں کو صرف راستہ بتا دینا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ صلہ رحمی جائز ہے اور اگر وہ محتاج ہو تو نفلی صدقات سے اس کی مدد کرنا بھی جائز ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ صحابہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ اپنے مشرک رشتہ داروں کو تھوڑا سا عطیہ بھی دیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں جب انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دریافت کیا تو آپ نے تھوڑا سا خرچ کرنے کی اجازت دے دی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۶۳' مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

آیت نازل فرمادی: (لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ) ”تیرے ذمے انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے سو تمھارے اپنے ہی لیے ہے اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا ادا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر مال خرچ کرنے کی اجازت دے دی۔“ [۱]

صلح حدیبیہ کی مدت میں اسماء بنت ابی بکرؓ کی والدہ جو مشرکہ تھیں، ان کے پاس آئیں، انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا، میری والدہ آئی ہے کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ فرمایا: ”ہاں، اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو۔“ [۲]

اسلام کی رحمت عام کو دیکھیے کہ مشرک پر خرچ کرنا بھی باعث ثواب ہے بشرطیکہ وہ حالت جنگ میں نہ ہو۔ بلکہ کسی جانور پر خرچ کرنا بھی باعث ثواب ہے، جیسا کہ پیاسے کتے کو پانی پلانے والے شخص کی اس عمل کی وجہ سے بخشش ہوگئی۔

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ایک آدمی راستے میں سفر کر رہا تھا کہ اسے سخت پیاس محسوس ہوئی۔ اسے راستے میں ایک کنواں ملا، وہ آدمی کنویں میں اترا اور اس نے پانی پیا۔ پھر باہر نکلا تو اچانک ایک کتے کو دیکھا جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس آدمی نے (دل میں) کہا، اس کتے کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہوگی جیسی مجھے لگی تھی۔ (یہ

۱۔ [السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: (لیس علیک ھدٰھم): ۱۱۰۵۲]

۲۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب صلۃ المرأۃ أمھا: ۵۹۷۹]

سوچ کر) وہ (دوبارہ) کنویں میں اترا، اپنا موزہ پانی کا بھر کر لایا اور کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اسے بخش دیا۔[۱]

لیکن یاد رہے کہ کفار پر صرف نفلی صدقہ جائز ہے فرض زکوۃ نہیں، اس پر امت کا اجماع ہے۔ کیونکہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "وہ مسلمانوں کے اغنیا سے لی جاتی ہے اور انھی کے فقرا پر لوٹائی جاتی ہے۔"[۲]

صدقہ فطر چونکہ فرض ہے اس لیے اس کا بھی یہی حکم ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ: عام طور پر اس کا ترجمہ اللہ کی رضا کیا جاتا ہے، مگر جو لطف "اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے" میں ہے وہ دوسرے لفظ میں کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ "وجہ" کا اصل معنی چہرہ ہے اور حقیقی معنی مراد لینے میں کوئی خرابی بھی نہیں، اس لیے کہ مومن کی سب سے بڑی طلب اور تمنا اللہ تعالیٰ کے چہرے کا دیدار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرمائے۔

ابن ابی حاتمؒ، ابن مردویہؒ اور ضیاءؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم کو صرف مسلمانوں پر صدقہ کرنے کا حکم فرماتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "لیس علیک ھدھم" آخر تک۔ اس کے بعد ہم کو ہر دین والوں میں سے سوال کرنے والے کو صدقہ دینے کا حکم فرمایا۔

ابن جریرؒ اور ابن المنذرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مشرکوں پر صدقہ نہیں کرتے تھے تو یہ آیت "وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ" نازل ہوئی پھر آپ نے ان پر

۱۔ [بخاری، کتاب المظالم، باب الآبار التی علی الطرق۔۔ الخ: ۲٤٦٦]

۲۔ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ: ۱۳۹۵]

صدقہ فرمایا۔

ابن ابی شیبہؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اپنے دین والوں (یعنی مسلمانوں) پر صدقہ کرو پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "لیس علیک ھدٰہم" سے "وما تنفقوا من خیر یوف الیکم" تک۔ تو (اس کے بعد) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سب دین والوں پر بھی زکوۃ کے علاوہ صدقہ کرو۔

ابن ابی شیبہؒ نے ابن الحنفیہؒ سے روایت کیا ہے کہ (صحابہ نے) مشرکوں پر صدقہ کرنے کو ناپسند کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "لیس علیک ھدٰہم" تو پھر لوگوں نے ان پر صدقہ بھی کیا۔

عبد بن حمیدؒ اور ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات بتائی گئی کہ صحابہ کرامؓ میں کچھ لوگوں نے پوچھا کیا ہم ایسے شخص پر صدقہ کریں جو ہمارے دین میں سے نہیں ہے؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "لیس علیک ھدٰہم"

(۸) ابن جریرؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا کہ ہم مسلمانوں میں سے جب کسی آدمی کی کسی مشرک آدمی سے رشتہ داری ہوتی تھی اور وہ محتاج ہوتا تھا تو یہ مسلمان اس پر صدقہ نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرے دین والوں میں سے نہیں ہے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "لیس علیک ھدٰہم"

کافر پر صدقہ کرنا جائز ہے

ابن المنذرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا جو ان کے دین پر نہیں تھا اور اس کو کچھ دینے کا ارادہ کیا پھر اس نے کہا یہ میرے دین پر نہیں ہے (اس لیے نہیں دیتا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "لیس علیک ھدٰہم"

سفیان اور ابن المنذرؒ نے عمرو ہلالیؒ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا گیا کیا ہم اہل کتاب کے فقراء پر صدقہ کریں؟ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت" لیس علیک ھدہم" پھر مسلمانوں کو اس کام پر رہنمائی کی گئی جو بہتر اور افضل تھا اور کہا گیا لفظ آیت" للفقر اء الذین احصروا" (البقرہ آیت ۲۷۳)۔

ابن المنذرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا کہ ہم لوگ ذمی لوگوں کو اپنے صدقات دیتے تھے پھر جب مسلمان فقراء بہت ہو گئے تو انھوں نے کہا اب ہم صرف مسلمان فقراء پر صدقہ کریں گے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت" لیس علیک ھدہم"

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ لفظ آیت" لیس علیک ھدہم" سے مشرکین مراد ہیں پھر نفقہ کے اہل (یعنی حقدار لوگوں) کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا لفظ آیت" للفقر اء الذین احصروا فی سبیل اللہ"۔

ابن ابی حاتمؒ نے عطاء خراسانیؒ سے لفظ آیت" وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب تم اللہ کی رضامندی کے لیے خرچ کرو گے تو تجھ پر کوئی حرج نہیں کہ سائل کا عمل کا کیا ہے؟

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ مومن کا خرچ کرنا اس کی ذات کے لیے ہے اور مومن خرچ نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے۔

ابن جریرؒ نے ابن زیدؒ سے لفظ آیت" یوف الیکم وانتم لا تظلمون" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ بات تجھ پر مردود ہے اور تیرے لیے کوئی اجر نہیں کہ تو اس کو تکلیف دے یا اس پر احسان جتائے بلاشبہ تیرا خرچ کرنا تیرے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے ہے اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے گا۔

ابن ابی حاتم ؒ نے یزید بن ابی حبیب ؒ سے لفظ آیت ”وما تنفقوا من خیر یوف الیک“ کے بارے میں روایت کیا کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ پر خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (۱)

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٢٧٣﴾ ﴾

ان کے لیے بھی صدقہ کرنا ہے جو اللہ کی راہ میں روک دیے گئے ہیں اور وہ ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔ نادان لوگ ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے انھیں مال دار خیال کرتے ہیں، آپ ان کے چہرے دیکھ کر انھیں پہچان لیں گے۔ وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم جو کچھ خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے۔

شانِ نزول

ترمذی ؒ نے حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: (یہ آیت) ”ولا تیمموا

۱۔ تفسیر الدر منثور

الخبیث منہ تنفقون"۔ ہم گروہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی، ہم کھجوروں کے مالک تھے، فرمایا: ہر آدمی اپنے درخت سے اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ یا کم کھجوریں لاتا تھا اور کوئی آدمی ایک خوشہ اور دو خوشے لے کر آتا تھا اور انھیں مسجد میں لٹکا دیتا تھا اور اہل صفہ کے لیے کوئی کھانے کی شے نہ ہوتی تھی تو ان میں سے جب کسی کو بھوک ستاتی تھی تو وہ اس خوشے کے پاس آتا، اسے اپنا عصا مارتا، تو اس سے خشک اور پکی کھجوریں گر پڑتی اور وہ کھالیتا تھا اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اچھی اور عمدہ شے میں رغبت نہ رکھتے تھے اور وہ ایسا خوشہ لے آتے جس میں ردی اور گھٹیا قسم کی کھجوریں ہوتی تھیں اور کوئی ایسا خوشہ لے کر آتا جو ٹوٹا ہوا ہوتا اور وہ اسے مسجد میں لٹکا دیتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (آیت) "یایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ"۔ فرمایا: اگر تم میں سے کسی کو ایسا ہدیہ دیا جائے جیسا اس نے دیا ہے تو وہ اسے نہ لے گا مگر چشم پوشی کرتے ہوئے اور حیاء کرتے ہوئے، فرمایا پس اس کے بعد ہم میں سے ہر آدمی وہی لاتا تھا جو اس کے پاس عمدہ اور اچھی شے ہوتی تھی، فرمایا: یہ حدیث حسن، غریب، صحیح ہے۔ [1]

امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ اہل اسلام کے مہمان تھے' ان کا کوئی گھر نہیں تھا نہ مال' اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! میں بھوک کی شدت سے اپنے جگر کو زمین سے لگائے رکھتا تھا' اور بھوک کے غلبہ کے وقت اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا' ایک دن میں ایک راستہ پر بیٹھا تھا جہاں سے لوگ گزر رہے تھے' حضرت ابو بکرؓ گزرے تو میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت کے

1۔ تفسیر قرطبی، جامع ترمذی کتاب التفسیر

متعلق پوچھا' میں نے ان سے صرف اس لیے پوچھا تھا کہ شاید وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں اور مہمان بنا کر کھانا کھلائیں وہ گزر گئے اور مجھے نہیں لے گئے' پھر حضرت عمرؓ گزرے' میں نے ان سے بھی قرآن مجید کی ایک آیت پوچھی' ان سے بھی اسی لیے پوچھا تھا' وہ بھی مجھے نہیں لیے گئے' پھر سیدنا ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا گزار ہوا' آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ابوہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے فرمایا: میرے ساتھ آؤ اور چل پڑے' میں بھی آپ کے ساتھ گیا' آپ گھر چلے گئے' میں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی' آپ نے اجازت دے دی' گھر میں دودھ کا ایک پیالہ تھا' آپ نے پوچھا: یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ گھر والوں نے بتایا کہ ہمارے لیے فلاں شخص نے ہدیہ بھیجا ہے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے ابوہریرہ! میں نے عرض کیا: لبیک' آپ نے فرمایا: جاؤ تم اہل صفہ کو بلا لاؤ' وہ اہل اسلام مہمان ہیں' ان کا گھر بار ہے نہ مال ہے آپ کے پاس جب کوئی صدقہ آتا تھا تو آپ اس کو ان کے پاس بھیج دیتے تھے اور خود اس میں سے بالکل نہیں کھاتے تھے اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تھا' تو آپ ان کے پاس بھی بھیجتے تھے' اور خود بھی اس میں سے تناول فرماتے تھے' مجھے آپ کا یہ فرمانا ناگوار لگا' میں نے سوچا: یہ ایک پیالہ دودھ تمام اصحاب صفہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے' اب میں ان کو بلا کر لاؤں گا' پھر فرمائیں گے: ان کو یہ دودھ پلاؤ' میرے لیے تو اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں بچے گا' اور مجھے یہ امید تھی کہ شاید آپ یہ سارا دودھ مجھے دے دیں گے لیکن اللہ اور اس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کے سوا اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا' میں گیا اور ان کو بلا کر لایا' وہ سب آ کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے آپ نے فرمایا: ابوہریرہ! یہ پیالہ لو اور ان کو پیش کرو' میں نے وہ پیالہ لیا اور ان میں سے ایک شخص کو پلایا' اس نے اس

پیالے سے دودھ پیا حتی کہ وہ سیر ہو گیا' پھر میں نے دوسرے کو پلایا حتی کہ اخیر میں' میں اس پیالہ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لیے گیا' اور تمام اصحاب صفہ سیر ہو کر پی چکے تھے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وہ پیالہ لے کر میرے ہاتھ پر رکھ دیا' پھر آپ سر اٹھا کر مسکرائے' اور فرمایا: اے ابو ہریرہ! پیو میں نے پیا' آپ نے فرمایا (اور) پیو' میں نے پیا' میں اسی طرح پیتا رہا اور آپ فرماتے رہے: پیو حتی کہ میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! اب بالکل گنجائش نہیں ہے' آپ نے وہ پیالہ لیا' اللہ کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھ کر پی لیا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔[۱]

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اصحاب صفہ وہ فقراء صحابہ تھے جن کا گھر بار تھا نہ ان کے پاس مال ومنال تھا' انھوں نے علم دین کے حصول کے لیے خود کو وقف کیا ہوا تھا' وہ سخت بھوک و پیاس کے عالم میں بھی کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتے تھے اور ان کی ظاہری حالت سے ان کی اندرونی کیفیات کا اندازہ نہیں ہوتا تھا' قرآن مجید کے بیان کردہ اوصاف انہی پر پوری طرح صادق آتے تھے' نیز حسب ذیل احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس آیت کا مصداق اصحاب صفہ ہی تھے۔

حافظ سیوطیؒ بیان کرتے ہیں:

امام ابن المنذرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت سے مراد اصحاب صفہ ہیں:

امام بخاری اور مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا: جاؤ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ' اور اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے' نہ ان کے پاس مال تھا' جب آپ کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ ان کے پاس بھیج دیتے اور خود اس سے تناول نہیں فرماتے تھے

۱۔ (جامع ترمذی ص ۳۰۷-۳۰۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو ان کے پاس بھی بھیجتے اور خود بھی تناول فرماتے۔

امام ابونعیمؒ نے "حلیہ" میں حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب نماز پڑھاتے تو کچھ لوگ بھوک شدت سے قیام کے دوران گر پڑتے تھے' یہ اصحاب صفہ تھے' دیہاتی لوگ ان کو مجنون گمان کرتے تھے۔

امام ابن سعدؒ ' عبداللہ بن احمدؒ اور امام ابونعیمؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ اصحاب صفہ کی تعداد ستر تھی' ان میں کسی کے پاس چادر نہیں تھی۔

امام محمد بن سعدؒ نے محمد بن کعب قرظیؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اصحاب صفہ کے متعلق نازل ہوئی ہے ان کا مدینہ میں کوئی گھر نہ تھا کوئی قبیلہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو خوش حال سمجھتا ہے' اے مخاطب تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ ر) ان کی صورت سے پہچان لو گے' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔ (البقرہ: ۲۷۳)

گداگری کی مذمت اور سوال نہ کرنے کی فضیلت میں احادیث:

حافظ سیوطیؒ بیان کرتے ہیں:

امام بخاریؒ' امام مسلمؒ ' امام ابوداؤدؒ ' امام نسائیؒ' امام ابن المنذرؒ ' امام ابن ابی حاتمؒ' اور امام ابن مردویہؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے' جس کو ایک کھجور یا دو کھجور لوٹا دیں' یا ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں' مسکین تو صرف وہ

۱۔ (الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۵۸' ملتقطا مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

شخص ہے جو سوال کرنے سے باز رہے اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو' وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔

امام بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے اپنے فاقہ یا اپنے گھر والوں کے فاقہ کے بغیر سوال کیا' قیامت کے دن اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا' اور اللہ تعالیٰ اس پر فاقوں کا دروازہ کھول دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوگا۔

امام طبرانیؒ نے "معجم اوسط" میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے بلاضرورت سوال کیا قیامت کے دن اس کے چہرے پر خراشیں پڑی ہوں گی۔

امام ابن ابی شیبہؒ ' امام مسلمؒ اور امام ابن ماجہؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے مال بڑھانے کے لیے سوال کیا وہ صرف انگاروں کا سوال کر رہا ہے' کم سوال کرے یا زیادہ۔

امام احمدؒ ' امام ابوداؤدؒ ' امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے حضرت ثوبانؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جو آدمی مجھے اس بات کی ضمانت دے کر وہ لوگوں سے سوال نہیں کرے گا میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

امام بخاریؒ' امام مسلمؒ' امام ابوداؤدؒ ' امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: کوئی شخص کثرت مال سے غنی نہیں ہوتا' بلکہ غنی وہ شخص ہے جس کا دل غنی ہو۔

امام طبرانیؒ نے "معجم اوسط" میں حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: تم حرص کرنے سے بچو' کیونکہ حرص ہی درحقیقت فقر ہے اور اس بات سے بچو کہ تم سے معذرت کی جائے۔

امام ابی شیبہؒ، امام بخاریؒ' امام ابن ماجہؒ نے حضرت زبیر بن عوامؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی شخص رسی سے لکڑیوں کا ایک گھٹا باندھ کر اپنی کمر پر لادے اور اس کو فروخت کر کے سوال کرنے سے بچے' وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے' وہ اس کو دیں یا منع کر دیں۔

امام احمدؒ 'امام ابویعلیؒ'، امام ابن حبانؒ 'امام طبرانی اور امام حاکمؒ نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت خالد بن عدی الجہنیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کے پاس اس کے بھائی کی طرف سے کوئی چیز بغیر کسی طمع اور بغیر کسی سوال کے پہنچی ہو وہ اس کو قبول کر لے' یہ اس کو اللہ نے رزق عطا کیا ہے۔ [1]

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند 6/200 میں حضرت ابن مسعودؓ کی یہ حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔ رحمت دو جہاں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے بلا ضرورت کسی سے کوئی چیز مانگی وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کے چہرے میں خراش ہوگی۔ اور جس کے پاس پچاس درہم یا ان جتنا سونا ہو اسے صدقہ نہیں دیا جا سکتا۔

حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ ان سے وہ حضرات مراد ہیں جن کو جہاد میں زخم آ گئے تھے، اور وہ

۱۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۳۶۲ ۔ ۳۵۸ 'ملتقطا' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

معذور ہو گئے تھے لہٰذا مسلمانوں کے اموال میں ان کا حق مقرر فرما دیا۔

﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾ ﴾

جو لوگ اپنے مال رات اور دن پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔ اور نہ ان کے لیے خوف ہے اور نہ وہ غم گین ہوں گے

شان نزول: (آیت) "الذین ینفقون اموالھم"

طبرانیؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے بزریعہ یزیدؒ، عبداللہ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کی ہے، کہ یہ آیت کریمہ (جہاد کے لیے) گھوڑے رکھنے والوں کے متعلق نازل ہوئی ہے، یزید اور عبداللہ دونوں راوی مجہول ہیں اور عبدالرزاقؒ اور ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ اور طبرانیؒ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے ان کے پاس چار درہم تھے، انھوں نے اس میں سے ایک رات کو اور ایک دن کے وقت اور ایک پوشیدہ طور پر اور ایک ظاہر کر کے اللہ کی راہ میں خرچ کیے تھے اور ابن منذرؒ نے ابن مسیبؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے، ان

حضرات نے سامان جہاد فراہم کیا تھا۔ [1]

ابن منذرؒ نے سعید بن مسیبؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ کے متعلق ہوا، ان دونوں نے جیش عسرت کے لیے خرچ دیا تھا، (حضرت عبدالرحمنؓ نے بہت سا مال اور حضرت عثمانؓ نے ساز وسامان سے لدے ہوئے تین سو اونٹ اور ایک ہزار اشرفی نقد دی)۔

روح المعانی میں ابن عساکرؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چالیس ہزار دینار اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس طرح خرچ کئے کہ دس ہزار دن میں، دس ہزار رات میں، دس ہزار خفیہ، اور دس ہزار علانیہ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ کی رضا کی خاطر مال خرچ کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے۔ جو اس کی راہ میں رات اور دن کے تمام اوقات میں اور پوشیدہ و ظاہر تمام حالات میں اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: (وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ)[الرعد:۲۲] ”اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔“ اور فرمایا: (قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ)[ابراهيم:۳۱]

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

”میرے بندوں سے جو ایمان لائے ہیں، کہہ دے کہ وہ نماز قائم کریں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا ہے، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی۔“

سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”تم اللہ کی رضا کے لیے جو بھی خرچ کرو گے اس سے تمہیں اجر دیا جائے گا، حتیٰ کہ اس لقمے سے بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔۔اس سے تمہارے درجے اور رفعت میں اضافہ ہوگا۔“ [۱]

سیدنا ابو مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”مسلمان جب اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔“ [۲]

(۱) ائمہ ابن سعدؒ نے طبقات میں، ابوبکر احمد بن ابی عاصم ؒ نے جہاد میں، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم ؒ، ابن عدیؒ، طبرانی ؒ، ابو شیخ ؒ نے العظمہ میں اور واحدی نے یزید بن عبداللہ بن عریب المکی ؒ سے اور وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ آیت لفظ آیت ”الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون“ گھوڑوں والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

(۲) ابن عساکرؒ نے ابو امامہ باہلی ؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت ”الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ“ گھوڑے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ان لوگوں کے بارے میں جو اظہار تکبر اور شرط کے لیے نہیں باندھتے۔(بلکہ صرف جہاد کے لیے باندھتے ہیں)۔

۱۔[بخاری، کتاب الوصایا، باب أن یترک ورثتہ أغنیاء:۲۷۴۲۔ مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث:۱۶۲۸]

۲۔[بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الأ ھل:۵۳۵۱۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ:۱۰۰۲]

عمدہ مال خرچ کرنے کی فضیلت

(۳) ابن جریرؒ نے ابوالدرداءؓ سے روایت کیا کہ وہ ان گھوڑوں کو دیکھتے تھے جو ترکی گھوڑوں اور سفید اونٹوں کے درمیان بندھے ہوئے تھے اور فرماتے تھے کہ ان گھوڑوں والے میں سے ہیں (جو اس آیت میں فرمایا گیا) لفظ آیت ”الذین ینفقون اموالھم بالیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون“۔

(٤) ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ اور واحدیؒ نے ابوامامہ باہلیؓ سے روایت کیا جس شخص نے اللہ کے راستے کے لیے گھوڑا باندھا اور اس نے ریاکاری اور شہرت کے لیے نہیں باندھا تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کا ذکر اس آیت میں ہے لفظ آیت ”الذین ینفقون اموالھم بالیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم“ میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے راستہ والے گھوڑوں کو چارہ ڈالتے ہیں۔

(٥) عبد بن حمیدؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم اور واحدیؒ نے حسن الصنعانیؒ کے طریق سے حنش صنعانیؒ سے روایت کیا کہ انھوں نے حضرت ابن عباسؓ کو اس آیت ”الذین ینفقون اموالھم بالیل والنھار سرا وعلانیۃ“ کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ وہ لوگ جو اللہ کے راستے والے گھوڑوں کو چارہ ڈالتے ہیں۔

(٦) بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا) ابو کبشہؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر باندھی ہوئی ہے اور گھوڑوں پر خرچ کرنے والا ایسا ہے جیسے اپنے ہاتھوں کو صدقہ کے ساتھ پھیلانے والا۔

(٧) عبد الرزاقؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ، طبرانی اور ابن عساکرؒ نے عبد

الوہاب بن مجاہدؒ کے طریق سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت "الذین ینفقون اموالہم بالیل والنھار سرا وعلانیۃ" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالبؓ کے بارے میں نازل ہوئی ان کے پاس چار درہم تھے ایک درہم رات کو خرچ کیا، ایک دن کو خرچ کیا، ایک چھپا کر خرچ کیا، اور ایک اعلانیہ خرچ کیا۔

(۸) ابن ابی حاتمؒ نے مسعرؒ کے طریق سے عونؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے یہ آیت پڑھی لفظ آیت "الذین ینفقون اموالہم بالیل والنھار سرا وعلانیۃ" اور کہا کہ اس کے پاس چار درہم تھے اس نے ایک درہم رات کو خرچ کیا ایک درہم دن کو ایک درہم چھپا کر اور ایک درہم اعلانیہ طور پر خرچ کیا۔

(۹) ابن المنذرؒ نے ابن اسحاقؒ سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ وفات پا گئے اور حضرت عمرؓ خلیفہ بنا دیئے گئے تو لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی تعریف بیان کی جو اس ذات کے لائق ہے پھر فرمایا اے لوگو! بلاشبہ بعض لالچ فقر ہوتا ہے اور بعض ناامیدی مالداری ہوتی ہے اور تم جمع کرتے ہو ان چیزوں کو جن کو تم نہیں کھاتے ہو اور تم امیدیں باندھتے ہو ایسی چیزوں کی جن کو تم نہیں پاتے ہو اور تم جان لو کہ بعض بخل نفاق کے حصہ میں سے ہے سو تم خرچ کرتے رہو کہ تمہاری جانوں کے لیے بہتر ہے اس آیت "الذین ینفقون اموالہم بالیل والنھار سرا وعلانیۃ فلہم اجرہم عند ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون" والے کہاں ہیں۔

(۱۰) عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا اس سے وہ قوم مراد ہے جنہوں نے اللہ کے راستہ میں خرچ کیا جو ان پر فرض کیا گیا تھا بغیر اسراف کے بغیر مفلسی کے بغیر فضول خرچی کے اور بغیر فساد کے۔

(۱۱) ابن المنذرؒ نے ابن المسیبؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت "الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" ساری کی ساری عبدالرحمن بن عوفؓ اور عثمان بن عفانؓ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے جنگ تبوک کی تیاری میں مال پیش کیا تھا۔

(۱۲) ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ حکم زکوۃ کے فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔

(۱۳) ابن جریرؒ نے عوف کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ سورہ براۃ کے نازل ہونے سے پہلے اس پر عمل کیا جاتا تھا جب سورہ براۃ صدقات کے فرائض اور اس کی تفصیل کے ساتھ نازل ہوئی تو یہ صدقات ختم ہو گئے۔ [۱]

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾ ﴾

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جسے شیطان نے چھو

۱۔ تفسیر الدر منثور

کر اس کو حواس باختہ کر دیا ہو۔ اس لیے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ تجارت کو اللہ تعالیٰ نے حلال اور سود کو حرام کیا ہے۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی نصیحت سن کر (سود کھانے سے) رک گیا اس کے لیے وہ ہے جو ہو چکا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور جو پھر بھی حرام کی طرف لوٹا وہی لوگ جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ربا کا لغوی معنی

لغت میں ربا کے معنی زیادتی، بڑھوتری اور بلندی ہیں، علامہ زبیدیؒ لکھتے ہیں علامہ راغب اصفہانیؒ نے کہا ہے کہ اصل مال پر زیادتی کو ربا کہتے ہیں اور زجاج نے کہا ہے کہ ربا کی دو قسمیں ہیں، ایک ربا حرام ہے اور دوسرا حرام نہیں ہے۔ ربا حرام ہر وہ قرض ہے جس میں اصل رقم سے زیادہ وصول کیا جائے یا اصل رقم پر کوئی منفعت لی جائے اور ربا غیر حرام یہ ہے کہ کسی کو ہدیہ دے کر اس سے زیادہ لیا جائے۔ ①
علامہ عینیؒ نے "شرح المہذب" کے حوالے سے لکھا ہے کہ ربا کو الف، واؤ یا تینوں کے ساتھ لکھنا صحیح ہے یعنی ربا، ربوا اور ربی۔ ②

ربا کا اصطلاحی معنی

اصلاح شرع میں ربا کی دو قسمیں ہیں: ربا النسیہ (اس کو ربا القرآن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کو قرآن مجید

۱۔ (تاج العروس شرح القاموس ج ۱۰ ص ۱۴۳، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، مصر ۱۳۰۶ھ)
۲۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر ۱۳۴۸ھ)

نے حرام کیا ہے) اور ربا الفضل (اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں)۔ ربا الفضل یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں دست بدست زیادتی کے عوض بیع ہو' مثلاً چار کلو گرام گندم کو نقد آٹھ کلو گرام گندم کے عوض فروخت کیا جائے۔ ربا الفضل کن چیزوں میں ہے اس میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے' جس کو انشاء اللہ ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔ ربا النسیءة یہ ہے کہ ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ اصل رقم سے زیادہ وصول کرنا یا اس پر نفع وصول کرنا۔ آج کل دنیا میں جو سود رائج ہے اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں: علامہ ابن اثیرؒ نے کہا ہے کہ شریعت میں ربا بغیر عقد بیع کے اصل مال پر زیادتی ہے اور ہمارے نزدیک ربا یہ ہے کہ مال کے بدلے میں مال میں جو مال بلا عوض لیا جائے مثلاً کوئی شخص دس درہم کو گیارہ درہم کے بدلے میں فروخت کرے تو اس میں ایک درہم زیادتی بلا عوض ہے۔ (۱)

علامہ ابن اثیرؒ نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیءة پر صادق آتی ہے اور علامہ عینیؒ نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیءة پر اس لیے صادق نہیں آتی کیونکہ اس میں ادھار کا ذکر نہیں ہے اور چونکہ اس میں مجانست کی قید نہیں ہے اس لیے ربا الفضل پر بھی صادق نہیں آتی۔

ربا النسیءة کی صحیح اور واضح تعریف امام رازیؒ نے کی ہے' لکھتے ہیں: ربا النسیءة زمانہ جاہلیت میں مشہور اور معروف تھا۔ وہ لوگ اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ وہ اس کے عوض ہر ماہ (یا ہر سال) ایک معین رقم لیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ باقی رہے گی' مدت پوری ہونے کے بعد قرض خواہ

۱۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۹' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۸ھ)

مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا اور اگر مقروض اصل رقم ادا نہ کرسکتا تو قرض خواہ مدت اور سود دونوں میں اضافہ کر دیتا' یہ وہ ربا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔ (۱)

ربا الفضل کی تعریف اور اس کی علت کے متعلق مذاہب اربعہ

ربا الفضل یہ ہے کہ ایک مخصوص مال کو اس کی مثل سے نقد زیادتی کے ساتھ یا ادھار فروخت کیا جائے مثلاً پانچ کلوگرام گندم کو دس کلوگرام گندم کے عوض نقد فروخت کیا جائے یا پانچ کلوگرام کو پانچ کلوگرام گندم کے عوض ایک سال کے ادھار پر فروخت کیا جائے اس کو ربا الحدیث بھی کہتے ہیں' کیونکہ امام مسلمؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سونا سونے کے عوض' چاندی چاندی کے عوض' گندم گندم کے عوض' جو جو کے عوض' کھجور کھجور کے عوض' نمک نمک کے عوض برابر فروخت کرو اور نقد بہ نقد اور جب یہ اجناس مختلف ہو جائیں تو پھر جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ نقد بہ نقد ہوں' اور ایک روایت میں ہے: جس نے زیادہ لیا یا زیادہ دیا اس نے سودی کاروبار کیا۔ دینے والا اور لینے والا دونوں برابر ہیں' اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلہ میں اور ایک درہم کو دو درہم کے بدلہ میں فروخت نہ کرو۔ (۲)

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے چھ چیزوں میں ربا الفضل کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے' سونا' چاندی' گندم' جو' چھوارے اور نمک' موجودہ زمانے کا فرقہ اہل حدیث کا کہنا ہے کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز میں کمی و زیادتی کے ساتھ بیع حرام نہیں ہے' کیونکہ وہ قیاس کے

۱۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

۲۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۔۲۵۔۲۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

منکر ہیں۔ان کے علاوہ باقی تمام فقہاء یہ کہتے ہیں کہ حرمت کا یہ حکم ان چھ چیزوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جو چیزیں ان کے معنی میں شریک ہوں ان میں بھی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے' پھر ان فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ ان چھ چیزوں میں حرمت ربا کی علت کیا ہے؟ امام شافعیؒ نے کہا: سونے اور چاندی میں علت حرمت ان کا جنس ثمن سے ہونا ہے اس لیے باقی وزنی چیزوں میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع حرام نہیں ہوگی' کیونکہ علت حرمت مشترک نہیں ہے' امام شافعیؒ نے فرمایا باقی چار چیزوں میں علت حرمت کھانے کی جنس سے ہونا ہے' سو ہر کھانے کی چیز میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہوگی' امام مالکؒ کا قول سونے اور چاندی میں امام شافعیؒ کی طرح ہے اور باقی چیزوں میں ان کے نزدیک علت حرمت خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت ہے سوانھوں نے منقی میں تفاضل کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ گندم اور جو کی طرح اس کا بھی ذخیرہ کیا جا سکتا ہے' امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں علت وزن ہے اور باقی چار چیزوں میں علت ماپنا ہے پس ہر وہ چیز جس کی بیع وزن اور ماپنے سے ہوتی ہو اتحاد جنس کی صورت میں اس کی تفاصل کے ساتھ بیع حرام ہے' اور سعید بن مسیبؒ ' امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ ان چار چیزوں میں علت حرمت طعام کا وزن یا ماپ کے ساتھ فروخت ہونا ہے اس بنا پر کھانے پینے کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں جیسے انڈا وغیرہ ان میں تفاضل ہے ساتھ بیع حرام نہیں ہے' نیز فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایک سود والی جنس کو دوسری سود والی جنس کے ساتھ کمی وبیشی اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے مثلاً سونے کی گندم کے بدلے میں یا چاندی کی جو کے بدلے میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع کی جائے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ ایک سود والی جنس کی اپنی جنس کے ساتھ ادھار بیع جائز نہیں ہے اور سود والی جنس کی اپنی جنس کے بدلے میں تفاضل کے ساتھ نقد بیع بھی

جائز نہیں ہے، مثلاً سونے کی سونے کے بدلے میں ادھار بیع جائز ہے نہ نقد تفاضل کے ساتھ۔ (۱)

امام ابوالقاسم خرقی حنبلیؒ لکھتے ہیں ہر وہ چیز جو وزن یا ماپ کے ذریعہ فروخت کی جائے اس کی اس جنس کے بدلہ میں تفاضل سے بیع جائز نہیں ہے۔ (۲)

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں: امام احمدؒ سے دوسری روایت یہ منقول ہے کہ سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چیزوں میں طعم حرمت کی علت ہے اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ (۳)

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں: امام احمدؒ سے تیسری روایت یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ حرمت کی علت یہ ہے کہ وہ چیز جنس طعام سے ہو اور ماپ یا وزن سے بکتی ہو، لہٰذا جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں ان کی کمی اور بیشی کے ساتھ بیع جائز ہوگی۔ (۴)

علامہ وشتانی مالکیؒ لکھتے ہیں: امام مالکؒ کے نزدیک سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چار میں حرمت کی علت خوراک کا ذخیرہ ہونا یا خوراک کی صلاحیت ہے۔ (۵)

امام مالکؒ کے مذہب پر نوٹ اور دوسرے سکوں میں سود کا ہونا بالکل واضح ہے، کیونکہ ان میں ثمنیت موجود ہے۔ علامہ ابوالحسین مرغینانی حنفیؒ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک حرمت کی علت قدر مع الجنس

۱۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴۔۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

۲۔ (علامہ ابوالقاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی متوفی ۳۳۴ھ مختصر الخرقی مع المغنی ج ۴ ص ۲۵، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

۳۔ (المغنی ج ۴ ص ۲۷، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

۴۔ (المغنی ج ۴ ص ۲۷، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ)

۵۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۷۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ہے۔ (۱)

حدیث شریف میں ہے، امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایک دینار کو دو دینار کو دو دینار اور ایک درہم کو دو درہموں کے عوض نہ فروخت کرو۔ (۲)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارشاد کے مطابق جس طرح وزنی اور ماپ والی ایک نوع کی دو چیزوں میں زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے اسی طرح ایک نوع کی عددی چیزوں میں بھی زیادتی کے ساتھ بیع ربا ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں بظاہر یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ ایک نوع کی دو چیزیں خواہ وہ از قبیل طعام ہوں یا استعمال ہوں یا ثمن ہوں اگر ان کی بیع کمی یا زیادتی کے ساتھ ہو خواہ کمی یا زیادتی عدد میں ہو یا کیل میں ہو یا وزن میں ہو یا بیع ادھار ہو تو وہ ربا ہے اور اگر اور نقد بیع ہو تو جائز اور صحیح ہے۔

سود خوری کی مذمت

(۱) ابو یعلیؒ نے کلبیؒ کے طریق سے ابو صالحؒ سے اور انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس" سے مراد ہے کہ وہ لوگ اس کے ساتھ قیامت کے دن پہچانے جائیں گے وہ کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جیسے خبطی اور گلا گھٹا ہوا کھڑا ہوتا ہے۔ (پھر فرمایا) لفظ آیت "ذلک بانہم قالوا انما

۱۔ (ہدایہ اخیرین ص ۷۷، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

۲۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲٤، سنن کبری ج ٥ ص ۲۷۸)

البیع مثل الربوا“ (یعنی یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے کہا خرید وفروخت سود کی طرح ہے) اور انھوں نے (یہ کہہ کر) اللہ پر جھوٹ بولا (پھر فرمایا) لفظ آیت ”واحل اللہ البیع وحرم الربوا“ (یعنی اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال فرمایا اور سود کو حرام فرمایا) اور جو آدمی (حرام ہونے کے بعد) پھر سود کھائے گا لفظ آیت ”فاولئک اصحب النار ہم فیھا خلدون“ یعنی یہی لوگ (دوزخ والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے) اور اس آیت ”یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا“ کے بارے میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قبیلہ بنو ثقیف کے بنو عمرو بن عوف اور قبیلہ بنو مخزوم کے بنو صغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی اور بنو صغیرہ سود لیتے تھے ثقیف والوں سے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مکہ پر غلبہ عطا فرمایا اور اس دن تمام سود ختم کر دیئے گئے طائف والوں نے اس شرط پر صلح کر لی کہ ان کے لیے سود ہوگا اور جو ان پر سود ہے وہ ختم ہوگا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کی کتاب کے آخر میں یہ لکھ دیا کہ ان کے لیے وہ تمام حقوق ہیں جو مسلمانوں کے لیے ہے اور ان پر وہ تمام واجبات ہوں گے جو مسلمانوں پر ہے کہ وہ نہ سود کھائیں گے اور نہ کھلائیں گے (اس کے بعد) بنو عمرو بن عمیرہ بنو صغیرہ کے ساتھ عتاب بن اسیدؓ کے پاس آئے جو مکہ کے حکمران تھے بنو صغیرہ نے کہا ہم نے لوگوں سے سود ختم کر دیا بنو عمرو بن عمیر نے کہا انھوں نے ہم سے اس بات پر صلح کر لی کہ ہمارے لیے ہمارا سود ہوگا عتاب بن اسیدؓ نے یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لکھ کر بھیجی تو اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں لفظ آیت ”فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب“ آخر تک۔

(۲) الاصبہانیؒ نے ترغیب میں انسؓ سے کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سود کھانے والا قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے عضو بیکار ہوں گے اور اپنی دونوں جانبوں کو کھینچ رہا

ہوگا پھر یہ آیت آپ نے تلاوت فرمائی لفظ آیت "لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس"۔

(۳) ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ سود کھانے والا قیامت کے دن مجنون اور گلا گھٹے ہوئے کی طرح اٹھایا جائے گا۔

(٤) عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ اور ابن المنذرؒ نے وجہ آخر سے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ اس وقت ہوگا جب وہ اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا۔

(٥) ابن ابی الدنیا اور بیہقی ؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبہ ارشاد فرمایا اور سود کا قبیح ہونا بیان فرمایا پھر فرمایا ایک آدمی سود میں سے ایک درہم پاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی آدمی کا چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے اور سب سے بڑھ کر سود کسی مسلمان کی ناحق عزت بگاڑتا ہے۔

(٦) عبدالرزاق ؒ، ابن ابی الدنیاؒ، اور بیہقیؒ نے شعب الایمان میں روایت کیا کہ عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ خوری بہتر گناہوں کے برابر ہے سب سے چھوٹا گناہ ایسے ہے جیسے کوئی شخص مسلمان ہوتے ہوئے اپنی ماں سے زنا کرے۔ اور سود کا ایک درہم تیس سے زائد مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے پھر فرمایا قیامت کے دن نیک اور گناہ گار لوگوں کو کھڑے ہونے کی اجازت دی جائے گی مگر سود کھانے والے کو نہیں کیونکہ وہ کھڑے نہیں ہوسکیں مگر اس شخص کی طرف جس کو شیطان نے چھونے سے خبطی بنادیا ہو۔

(٧) بیہقی ؒ نے روایت کیا کہ عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ سود خوری ستر گناہوں کے برابر ہے اس کا اور سب سے بڑھ کر سود یہ ہے کہ کسی مسلمان بھائی کی ناحق عزت بگاڑے۔

(۸) عبدالرزاقؒ، احمدؒ، اور بیہقیؒ نے روایت کیا کہ کعبؓ نے فرمایا کہ میں تینتیس (۳۳) مرتبہ زنا کروں گا یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں ایک درہم سود کا کھاؤں اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ وہ درہم میں نے بطور سود کھایا ہے۔

(۹) طبرانیؒ نے اوسط میں اور بیہقیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سود کا ایک درہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے اور فرمایا کہ جس شخص کے گوشت نے حرام مال سے پرورش پائی ہو تو آگ اس کے لیے زیادہ لائق ہے۔

(۱۰) حاکم اور بیہقیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سود کے تہتر دروازے ہیں ان میں سے آسان ترین کی مثال یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے بدکاری کرلے اور سب سے بڑھ کر سود یہ ہے کہ کسی مسلمان کی ناحق عزت بگاڑے۔

(۱۱) حاکم اور بیہقیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سود کے ستر دروازے ہیں (یعنی ستر قسم کے گناہ ہیں) اس میں سے سب سے کم درجے کا گناہ مثل اس آدمی کے ہے جو اپنی ماں پر واقع ہو جائے اور سب سے بڑھ کر یہ سود ہے کہ کسی مسلمان کی ناحق عزت بگاڑے۔

سود کا ایک درہم چھتیس مرتبہ زنا سے بڑا گناہ ہے

(۱۲) ابن ابی الدنیاؒ نے کتاب ذم الغیبۃ میں اور بیہقیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے (ایک مرتبہ) خطبہ ارشاد فرمایا اور سود کا بڑا گناہ ہونا بیان فرمایا پھر فرمایا کہ ایک درہم جو آدمی کو سود میں سے پہنچتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی آدمی کا چھتیس بار زنا کرنے

سے زیادہ سخت ہے اور سب سے بڑھ کر سود کسی مسلمان کی ناحق عزت بگاڑتا ہے۔

(١٣) الطبرانیؒ نے عوف بن مالکؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ان گناہوں سے بچو جن کی مغفرت نہیں کی جاتی مال غنیمت میں خیانت کرنا جو شخص کسی چیز کی خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اس کو لے آئے گا اور سود کھانے سے بچو جو شخص سود کھائے گا وہ مجنون اور خبطی ہوکر اٹھایا جائے گا پھر یہ آیت پڑھی لفظ آیت ”الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس“۔

(١٤) ابو عبیدہؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا کہ وہ اس کو اس طرح پڑھتے تھے لفظ آیت ”الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس“ فرمایا کہ یہ قیامت کے دن ایسا ہوگا۔

(١٥) ابن جریرؒ نے ربیعؒ سے اس آیت میں روایت کیا ہے کہ (وہ لوگ) قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے (اس حال میں) کہ شیطان کے چھونے کی وجہ سے ان کے اعضاء بیکار ہوں گے بعض قراۃ میں یوں ہے لفظ آیت ”لا یقومون یوم القیمۃ“ کہ وہ قیامت کے دن نہیں کھڑے ہوسکیں گے۔

(١٦) عبدالرزاقؒ، احمدؒ، بخاری اور مسلمؒ اور ابن المنذرؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب سورہ بقرۃ کی آخری آیات سود کے بارے میں نازل ہوئیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور ان آیات کو لوگوں کے سامنے پڑھیں پھر شراب کی تجارت بھی حرام کردی گئی۔

(١٧) الخطیبؒ نے اپنی تاریخ میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب سورہ بقرہ نازل ہوئی تو اس

شراب کی حرمت بھی نازل ہوئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے منع فرمایا۔

(۱۸) ابوداؤد اور حاکم ؒ نے (اس کو صحیح کہا) حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت "الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس" تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس آدمی نے مخابرہ (یعنی زمین کو بٹائی پر دینا) نہ چھوڑا تو اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جنگ ہے۔

(۱۹) احمدؒ، ابن ماجہؒ، ابن الضریسؒ، ابن جریرؒ اور ابن المنذرؒ نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سود کی آیت ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی تفسیر ہم کو بتلانے سے پہلے اس دنیا سے چلے گئے۔ اس لیے سود اور جس میں سود کا شبہ ہو دونوں کو چھوڑ دو۔

(۲۰) ابن جریرؒ، ابن مردودیہؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نزول کے اعتبار سے آخری آیت ہے۔

(۲۱) ابن جریرؒ، ابن مردودیہؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کیا کہ انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قرآن کی آخری آیت نازل ہونے کے اعتبار سے سود کی آیت ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس دنیا سے کوچ فرما گئے۔ جبکہ آپ نے ہمارے لیے اس کی وضاحت نہ بیان فرمائی۔ سو چھوڑ و تم اس چیز کو جو شک میں ڈالے اور اس چیز کو اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔

(۲۲) بخاریؒ، ابوعبیدہؒ، ابن جریرؒ، بیہقیؒ نے دلائل میں شعبیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ آخری آیت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائی وہ سود والی آیت ہے۔

(۲۳) بیہقیؒ نے دلائل میں سعید بن المسیبؒ کے طریق سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے

فرمایا آخری آیت جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی وہ سود کی آیت ہے۔

قرض میں زائد رقم وصول کرنا بھی سود ہے

(۲٤) ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ زمانہ جاہلیت میں کسی آدمی کا قرض ہوتا تھا تو مقروض قرض خواہ سے کہتا تھا میں تجھ کو اتنا زائد دوں گا تو مجھ سے (قرض کو) موخر کردے تو وہ اس سے موخر کر دیتا تھا۔ یہ سود ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

(۲٥) ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا زمانہ جاہلیت میں سود اس طرح سے ہوتا تھا کہ ایک آدمی ایک مدت تک کوئی چیز بیچ دیتا تھا۔ جب مدت پوری ہوجاتی اور قرض دار کے پاس کوئی چیز ادا کرنے کو نہ ہوتی وہ رقم میں اضافہ کر دیتا تھا اور قرض کی مدت کو موخر کر دیتا۔

(۲٦) ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کہ لفظ آیت "الذین یاکلون الربوا" یعنی وہ لوگ جو سود کو حلال سمجھ کر کھاتے ہیں لفظ آیت "لا یقومون" یعنی وہ کھڑے نہ ہوں گے یعنی قیامت کے دن اور یہ اس وجہ سے ان پر مصیبت آئے گی کیونکہ انھوں نے کہا کہ خرید وفروخت بھی سود کی طرح سے ہے۔ اس کی صورت یہ تھی جب قرض کی ادائیگی کا وقت ہوجاتا تو مقروض قرض خواہ سے یہ کہتا تھا میرے لیے مدت زیادہ کردے تو میں تیرا مال زیادہ کردوں گا، جب اس نے ایسا کر دیا تو ان سے کہا گیا کہ یہ (زیادہ کرنا) سود ہے، وہ کہتے ہم پر برابر ہے کہ ہم اول بیع میں زیادہ کردیں یا مال کے ادا کرنے کے وقت زیادہ کردیں دونوں صورتیں برابر ہیں (اس پر) اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا قرار دیتے ہوئے فرمایا لفظ آیت "واحل اللہ البیع وحرم الربوا فمن جاءہ موعظۃ من ربہ" (اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام فرمایا سو کون شخص ہے جو اپنے رب کی نصیحت پر آئے) یعنی یہ وہ بیان ہے جو سود کے حرام ہونے کے

بارے میں قرآن میں ہے (پھر فرمایا) لفظ آیت " فانتھی فلہ ما سلف " یعنی حرمت سود سے پہلے جو کچھ وہ لے چکا ہے وہ اسی کا ہے لفظ آیت " وامرہ الی اللہ " (اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے) یعنی حرمت کے بعد اور اس کے ترک کرنے کے بعد بھی۔ اگر چاہے اس سے بچا لے اور چاہے تو نہ بچائے۔ لفظ آیت " ومن عاد " یعنی جس آدمی نے سود کے حرام کیے جانے کے بعد سود کو زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی وجہ سے حلال کر لیا کہ خرید وفروخت مثل سود کے ہے (پھر فرمایا) لفظ آیت " فاولئک اصحب النار ہم فیھا خلدون " (یہی لوگ ہیں دوزخ والے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) اور وہاں ان پر موت طاری نہ ہوگی۔

(۲۷) احمد اور البزارؒ نے رافع بن خدیجؓ سے روایت کیا پوچھا گیا یا رسول اللہ؟ کون سی کمائی سب سے زیادہ پاکیزہ ہے؟ آپ نے فرمایا آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر خرید وفروکت جو (شرعا) قبول ہو۔

(۲۸) مسلم اور بیہقیؒ نے ابو سعیدؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس کھجور لائی گئی آپ نے فرمایا یہ ہماری کھجوروں میں سے تو نہیں ہیں تو آدمی نے کہا یا رسول اللہ ہم نے اپنی دو صاع کھجوروں کے دو صاع اس کھجور کے ایک صاع کے بدلے میں بیچی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ سود ہے اس کو لوٹا دو پہلے اپنی کھجوروں کو بیچو پھر اس کی قیمت سے ہمارے لیے اس سے کھجور خریدو۔

(۲۹) عبد الرزاق اور ابن ابی حاتمؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ ایک عورت نے ان سے کہا میں نے ایک غلام زید بن ارقمؓ کو ادھار آٹھ سو میں بیچا ہے پھر زید بن ارقمؓ کو اس غلام کی قیمت کی

ضرورت پڑ گئی تو میں نے ادھار کی مدت مکمل ہونے سے پہلے اس کو چھ سو میں خرید لیا حضرت عائشہؓ نے فرمایا برا کیا جو تو نے بیچا اور برا کیا جو تو نے خریدا زیدؓ کو یہ پیغام پہنچا دو کہ اگر اس نے توبہ نہ کی تو جو انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جہاد کیا تھا اس کو وہ ضائع کر رہے ہیں اس عورت نے کہا آپ مجھے بتایئے اگر میں دو سو چھوڑ دوں اور صرف چھ سو لوں؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہاں (یہ ٹھیک ہے) (اور یہ آیت پڑھی) لفظ آیت "فمن جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف" (یعنی جس کے پاس اس کے رب کی طرف نصیحت آگئی اور وہ اس سے باز آ گیا تو حرمت سود سے پہلے جو کچھ وہ لے چکا ہے وہ اسی کا ہے۔

(۳۰) ابو نعیمؒ نے الحلیہ میں جعفر بن محمدؒ سے روایت کیا کہ ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو کیوں حرام فرمایا۔ انھوں نے فرمایا تا کہ لوگ نیکی کرنے سے نہ رک جائیں۔

سیدنا سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خواب والی طویل حدیث میں بیان فرمایا: "پھر ہم ایک نہر پر آئے، وہ نہر خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا، نہر کے کنارے پر بھی ایک آدمی تھا، جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے۔ یہ تیرنے والا شخص تیرتا رہتا اور جب اس شخص کے پاس آتا جس نے اپنے پاس پتھر جمع کر رکھے تھے تو وہ اس کے منہ کو کھولتا اور اس میں ایک پتھر داخل کر دیتا۔" پھر اس کی تعبیر میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بتایا: "اس سے مراد سود کھانے والا ہے۔"[۱]

سیدنا ابو جحیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گودنے والی اور گدوانے والی،

۱۔ [بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلوۃ الصبح: ۷۰۴۷]

سود کھانے والے اور سود دینے والے اور مصور پر لعنت فرمائی ہے۔“ (۱)

سیدنا جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا: ”بیشک زمانہ جاہلیت کا سود میرے دونوں پاؤں کے نیچے پامال ہے اور میں سب سے پہلے (اپنے چچا) عباس کا سود معاف کرتا ہوں۔“ (۲)

سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا، سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت آیت ربا ہے۔ (۳)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”سود کے ستر درجے ہیں، ان میں سب سے کم درجے کا گناہ اس قدر ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے نکاح (یعنی زنا) کرے۔“ (۴)

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو۔“ صحابہؓ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اللہ نے جس جان کو قتل کرنا حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن، مومن و غافل عورتوں پر تہمت لگانا۔“ (۵)

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سود کھانے والے، سود دینے والے، سود تحریر کرنے والے اور سودی لین دین کے گواہوں پر لعنت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”(گناہ

۱۔[بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب: ۲۲۳۸]

۲۔[ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورہ التوبۃ: ۳۰۸۷۔ ابن حبان: ۳۹۴۴۔ مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ۱۲۱۸]

۳۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب (واتقوا یوما ترجعون فیہ إلی اللہ): ۴۵۴۴]

۴۔[ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا: ۲۲۷۴]

۵۔[بخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنات: ۶۸۵۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر: ۸۹]

میں) وہ سب برابر ہیں۔"(۱)

سود خور کے لیے دائما دوزخ کی وعید کی توجیہ

یعنی جس شخص کو سود کا حرام ہونا معلوم ہو گیا' اور وہ سودی خوری سے رک گیا تو سود کی تحریم سے پہلے وہ جو کچھ لے چکا ہے وہ اس سے واپس نہیں لیا جائے گا' اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے' اس کی دو تفسیریں ہیں' ایک یہ کہ اگر اللہ چاہے تو اس کو آئندہ سود خوری سے محفوظ رکھے گا اور اگر چاہے گا تو ایسا نہیں کرے گا' دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو شخص نصیحت پہنچنے کے بعد اخلاص اور صدق نیت سے سود خوری چھوڑ دے گا اس کو اللہ تعالیٰ جزا دے گا' یا اللہ جو چاہے گا اس کے متعلق فیصلہ فرمائے گا' کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ وہی مالک اور حاکم علی الاطلاق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جس نے دوبارہ سود لیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں وہ اسی میں ہمیشہ رہیں اس سے معتزلہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر دوبارہ سود لے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا' کیونکہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سود کے حرام ہونے کے بعد دوبارہ سود لے وہ دوزخ میں دائما رہنے کا مستحق ہے' یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ سزا نہ دے تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ وعید مشیت کے ساتھ مقید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرے گا اور اس کی جزا اس کو دے گا' جس مومن نے سود لیا' اس کا ایمان بھی تو ایک نیکی ہے' اگر اس کو ہمیشہ دوزخ میں رکھا گیا تو اس کے ایمان کی اس کو جزا نہیں ملے گی اس لیے ضروری ہے کہ کچھ عرصہ دوزخ میں سزا دینے

۱۔[مسلم، کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربا وموکلہ:۱۵۹۸]

کے بعد اسے جنت میں بھیج دیا جائے تاکہ وہ اپنی برائی اور نیکی دونوں کی جزا پالے' اس لیے یہ آیت مشیت کے ساتھ مقید ہے' یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو دوزخ میں دائماً رکھے گا' لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں چاہیے گا کیونکہ اس نے فرمایا ہے: جس نے نیکی کی اس کو اس کی نیکی کی جزا ملے گی۔

(آیت) "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ"۔۔(الزلزال:۷)

ترجمہ: سو جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی وہ اس (کی جزا) کو دیکھے گا"۔۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ زیادہ عرصہ دوزخ سے سزا دینے کو اللہ تعالیٰ نے مجازا دوام کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔

﴿ یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیۡمٍ ﴿۲۷۶﴾ ﴾

اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ ہر اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو ناشکرا گناہ گار ہو۔

سود کا کم ہونا اور صدقہ کا بڑھنا

سود کے مال میں برکت نہیں رہتی اور جس مال میں سود کا مال شامل ہوتا ہے وہ مال بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

حافظ سیوطیؒ بیان کرتے ہیں:

امام احمدؒ ' امام ابن ماجہؒ ' امام ابن جریرؒ ' امام احاکمؒ تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقیؒ " شعب

الایمان" میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سود اگرچہ بہت زیادہ ہو لیکن اس کا انجام مال کی کمی ہے امام ابن المنذرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ضحاکؒ سے نقل کیا کہ دنیا میں سود کی آمدنی بہت زیادہ ہو جاتی ہے لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کو مٹا دیتا ہے۔

امام طبرانیؒ نے حضرت ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بندہ روٹی کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر پہاڑ جتنا کر دیتا ہے۔ [۱]

اللہ تعالیٰ سود کے مال سے برکت چھین لیتا ہے اور صدقات کو بڑھا وا دیتا ہے، اس لیے کہ روزی کا مالک تو اللہ ہے اور اس کے پاس جو کچھ ہے وہ صرف اس کی اطاعت کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے اور یہ امر شاہد ہے کہ سود خور کا مال بظاہر تو بڑھتا ہے لیکن اس کی برکت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ دنیا میں اس کا سکون چھن جاتا ہے، اولاد نالائق ہو جاتی ہے اور قسم قسم کی پریشانیوں میں وہ گھرا رہتا ہے اور آخرت میں تو عذاب نار اس کا انتظار کر ہی رہا ہے۔

يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا : اللہ تعالیٰ اپنے احکام کے ذریعہ سودی لین دین کو ختم کر رہا ہے اور صدقات کو بڑھا رہا ہے، ارشاد فرمایا: (وَمَآ اٰتَيۡتُمۡ مِّنۡ رِّبًا لِّيَرۡبُوَا۟ فِىۡۤ اَمۡوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرۡبُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ)[الروم: ۳۹] "اور جو کوئی سودی قرض تم اس لیے دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں بڑھ جائے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جو شخص سود

۱۔ (معجم کبیر ج۱ ص ۳۶۶، ۳۶۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

کے ذریعے سے مال میں اضافہ کرے گا اس کا انجام مال کی قلت ہوگا۔“ (۱)

وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سودی مال میں خیر و برکت عطا نہیں فرماتا۔ چنانچہ سود خور پر دنیا بھی لعنت بھیجتی ہے اور آخرت میں بھی اسے وہ سزا ملے گی جو کسی دوسرے مجرم کو نہ ملے گی۔

وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ : یعنی انھیں پروان چڑھاتا ہے، یا انھیں پالتا پوستا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو شخص پاک کمائی میں سے ایک کھجور بھی صدقہ کرے، اور اللہ تعالیٰ پاک مال ہی کو قبول فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرمالیتا ہے، پھر اسے صدقہ کرنے والے کے لیے اس طرح پالتا پوستا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ صدقہ (بڑھ کر) پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔“ (۲)

(۱) ابن جریرؒ اور ابن المنذرؒ نے ابن جریج ؒ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”یمحق اللہ الربوا“ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتے ہیں اور لفظ آیت ”ویربی الصدقت“ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتے ہیں۔

(۲) احمدؒ، ابن ماجہؒ، ابن جریرؒ اور حاکم ؒ نے (اس کو صحیح کہا) اور بیہقی ؒ نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سود اگرچہ زیادہ بھی ہو مگر اس کا انجام کمی کی طرف جائے گا۔

(۳) عبدالرزاق ؒ نے معمرؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے یہ بات سنی ہے سود خور پر چالیس سال نہیں گزرتے تو وہ سود خود مٹ جاتا ہے۔ صدقہ کا اجر بڑھتا رہتا ہے۔

۱۔ [مسند أحمد: ۳۹۵/۱، ح: ۳۷۵۳۔ ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا: ۲۲۷۹۔ مستدرک حاکم: ۳۷/۲، ح: ۲۲۶۲]

۲۔ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب: ۱۴۱۰۔ مسلم کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا: ۱۰۱۴]

(٤) عبدالرزاق ؒ، عبد بن حمیدؒ، اور بخاری ؒ، مسلم ؒ، ترمذی ؒ، نسائی ؒ، ابن ماجہؒ، بیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص حلال کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی کو ہی قبول فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور اس کو بڑھاتے رہتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی ایک اپنے بچھڑے کو پالتا ہے اور یہاں تک کہ وہ (صدقہ) احد پہاڑ کے برابر ہوگا (قیامت کے دن)۔

(٥) شافعیؒ، احمدؒ، ابن ابی شیبہؒ، عبد بن حمیدؒ اور ترمذی ؒ نے (اس کو صحیح کہا) ابن جریرؒ، ابن خزیمہ ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم اور دار قطنی ؒ نے الصفات میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقہ قبول فرماتے ہیں اور اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں پھر اس کو بڑھاتے رہتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی ایک اپنے بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ ایک صدقہ کا لقمہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے اور اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں ہے لفظ آیت "الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ و یاخذ الصدقت" اور "یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقت"۔

(٦) البزارؒ، ابن جریرؒ، ابن حبان اور طبرانی ؒ نے حضرت عائشہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ صدقہ کو قبول فرماتے ہیں اور صدقہ میں قبول نہیں فرماتا مگر پاکیزہ کو اور صدقہ کرنے والے کے لیے اس کو بڑھاتے رہتے ہیں جیسا کہ تم میں سے کوئی گھوڑے کے بچے اور اونٹ کے بچے کو پالتا ہے یہاں تک کہ ایک لقمہ احد کے برابر ہو جاتا ہے اور اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں ہے یعنی لفظ آیت "یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقت"۔

(۷) الحکیم الترمذیؒ نے نوادر الاصول میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ مومن ایک کھجور یا اس کے برابر پاکیزہ حلال مال میں سے صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حلال مال کو ہی قبول فرماتے ہیں۔

پھر وہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں آجاتا ہے اور وہ اس کے لیے بڑھاتے رہتے ہیں جیسا کہ تم میں سے کوئی اونٹ کے بچے کو پالتا ہے یہاں تک کہ وہ بڑا ٹیلہ بن جاتا ہے تم یہ آیت پڑھو لفظ آیت "یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقت"

(۸) ابن المنذرؒ نے ضحاکؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یمحق اللہ الربوا" سے مراد ہے سود دنیا میں بڑھتا ہے اور زیادہ ہوتا ہے لیکن اس کو اللہ تعالیٰ آخرت میں مٹا دیں گے اور اس میں سے اپنے مالک کے لیے کچھ نہ بچے گا اور لفظ آیت " ویربی الصدقت" سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والے سے کہتے ہیں۔

جس پر صدقہ کیا گیا تھا اس تک پہنچنے سے پہلے اور اللہ تعالیٰ برابر اس کو بڑھاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب صدقہ کرنے والا اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اس کو دے دیں گے صدقہ کھجور کا ہو یا اس طرح کا کوئی اور ہو اللہ تعالیٰ برابر اس کو بڑھاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ بڑے پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔

(۹) الطبرانیؒ نے ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ بندہ تھوڑا سا ٹکڑا صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ [۱]

۱۔ تفسیر الدر منثور

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٧﴾﴾

بیشک جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اور نماز قائم کی اور زکوۃ دیتے رہے ان کے لیے ان کا اجران کے رب کے پاس ہے، اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ لوگ غمگین ہوں گے۔

ان الذین امنوا۔۔۔ولاھم یحزنون۔(۲۷۷)

ربط آیات

اس آیت میں سود لینے والے کے مقابلہ میں اہل ایمان کے اوصاف اور ان کا انعام ذکر کر دیا جو سود خور کے اوصاف و حالات اور اس کے حکم کے خلاف اور ضد ہیں جس سے سود خور کی پوری تہدید و تشنیع بھی ظاہر ہوگئی۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا : یعنی جو لوگ اللہ پر اور اس کے پیغمبروں پر اور ان تمام کتابوں پر جو اللہ کی طرف سے پیغمبر لے کر آئے ایمان لائے۔

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ : اور انھوں نے نیک کام کئے یعنی پیغمبروں کی زبانی اللہ کے بھیجے ہوئے احکام کی پابندی کی۔

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ: اور نماز ٹھیک پڑھی اور زکوۃ ادا کی نماز اور زکوۃ کی خصوصی بزرگی کو ظاہر کرنے کے لیے الصّالحات کے بعد ان کا خصوصی ذکر کیا بدنی عبادتوں کی سردار نماز ہے اور مالی عبادت کی چوٹی زکوۃ۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ: انہی کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا ثواب ہے نہ ان کو آئندہ کا خوف ہوگا نہ گزشتہ کا غم۔ جب کہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ایمان اور اعمال صالحہ حاصل ہو چکی تو پھر گزشتہ زندگی اور مصائب و آلام کا کیا غم۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٢٧٨ ﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان والے ہو تو۔

شان نزول: (آیت) "یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا"

ابو یعلیٰؒ نے اپنی مسند میں اور ابن مندہؒ نے کلبیؒ کے طریق سے بواسطہ ابو صالحؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت قبیلہ ثقیف میں سے بنی عمرو بن عوف اور بنی مغیرہ کے بارے میں اتری ہے۔

بنی مغیرہ ثقیف کو سود پر مال دیا کرتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعے مکہ مکرمہ فتح کر دیا

اور اس دن تمام سودی کاروباروں کا خاتمہ کر دیا گیا تو بنی عمرو اور بنی مغیرہ عتاب بن اسید کے پاس آئے بنی مغیرہ نے آ کر کہا کہ اس سود کی وجہ سے ہم تمام لوگوں سے بدتر ہو گئے اور ہمارے علاوہ اور لوگوں نے سود کا خاتمہ کر دیا تو بنی عمرو بولے کہ آپس میں ہم اس شرط پر صلح کر لیں کہ ہمارے لیے ہمارا سود ہے ان کی یہ بات عتاب بن اسیدؓ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں لکھ کر روانہ کی تو اس پر یہ آیت اور اس سے بعد والی آیت نازل ہوئی اور ابن جریرؒ نے عکرمہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت قبیلہ ثقیف میں سے مسعود حبیب ربیعہ اور عبد یا لیل، بنو عمرو اور بنو عمیر کے متعلق اتری ہے۔ (۱)

ابن جریرؒ نے بیان کیا ہے کہ ثقیف نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس بات پر صلح کر لی کہ ان کا جو سود لوگوں پر ہے اور لوگوں کا جو سود ان پر ہے وہ سب چھوڑ دیا جائے گا' فتح مکہ کے بعد حضرت عتاب بن اسیدؓ مکہ مکرمہ کے عامل بنائے گئے اس وقت بنو عمرہ بن عمیر بن عوف' بنو مغیرہ سے سود لیتے تھے اور بنو مغیرہ ان کو جاہلیت میں سود ادا کرتے تھے' جب وہ مسلمان ہوئے تو ان پر بہت زیادہ سود کی رقمیں واجب الادا تھیں' بنو عمرو نے آ کر ان سے اپنے سود کا مطالبہ کیا' بنو مغیرہ نے مسلمان ہونے کے بعد ان کو سود ادا کرنے سے انکار کر دیا' یہ مقدمہ حضرت عتاب بن اسیدؓ کے پاس پیش کیا گیا' حضرت عتاب نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس معاملہ کا حکم معلوم کرنیکے لیے خط لکھا' تو یہ آیت نازل ہو گئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عتاب اسیدؓ کو جواب لکھا کہ اگر بنو عمرو' سود کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوں تو ان سے اعلان جنگ کر دو۔ (۲)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثقیف سود لینے سے باز آ گئے اور کہا: ہم اللہ اور

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔(جامع البیان ج ۳ ص ۷۱' مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

رسول سے جنگ کی طاقت نہیں رکھتے۔

علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ جو لوگ سود لینے کو ترک نہ کریں ان سے اسی طرح جنگ کی جائے گی جس طرح مرتدین اور باغیوں سے جنگ کی جاتی ہے۔ جمہور مفسرین کا یہی مختار ہے۔ [۱]

سود پر وعید کے متعلق احادیث

حافظ سیوطیؒ بیان کرتے ہیں:

امام مسلم اور امام بیہقیؒ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود پر گواہی دینے والے اور سود کے لکھنے والے پر لعنت کی ہے اور فرمایا: یہ سب برابر ہیں۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ بینک سے سود وصول کر کے غریبوں کو کھلانا جائز نہیں ہے، اور نہ بینک کی ملازمت کرنا جائز ہے۔

امام حاکمؒ نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ چار آدمیوں کو جنت میں داخل نہ کرے اور ان کو جنت کی نعمتیں نہ چکھائے، عادی شرابی، سود خور، ناحق مال یتیم کھانے والا اور ماں باپ کا نافرمان۔

امام طبرانیؒ نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: انسان سود کا جو ایک درہم وصول کرتا ہے وہ اللہ کے نزدیک اسلام میں تینتیس بار زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔

۱۔ (روح المعانی ج ۳ ص ۵۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

امام طبرانیؒ نے "معجم اوسط" میں حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سود کے بہتر درجے ہیں اور سب سے کم درجہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔

امام ابو یعلیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس قوم میں زنا اور سود کی کثرت ہو جاتی ہے' اس قوم پر اللہ کا عذاب حلال ہو جاتا ہے۔

امام احمدؒ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس قوم میں سود کی کثرت ہوتی ہے اس قوم پر قحط مسلط کر دیا جاتا ہے' اور جس قوم میں رشوت کی کثرت ہوتی ہے' اس پر رعب طاری کر دیا جاتا ہے۔

امام احمدؒ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس قوم میں سود کی کثرت ہوتی ہے اس قوم پر قحط مسلط کر دیا جاتا ہے' اور جس قوم میں رشوت کی کثرت ہوتی ہے' اس پر رعب طاری کر دیا جاتا ہے۔

امام ابو داؤدؒ ' امام ابن ماجہؒ اور امام بیہقیؒ اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی شخص سود کھانے سے نہیں جو شخص سود نہیں کھائے گا اس کو سود کا غبار پہنچے گا۔[۱]

امام ابن ماجہؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس رات مجھے

۱۔(الدرالمنثور ج۱ ص ۳۶۷' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ ایران)

معراج کرائی گئی مجھے ایک ایسی قوم کے پاس سے گزارا گیا جس نے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح تھے ان کے پیٹوں میں باہر سے سانپ دکھائی دے رہے تھے میں نے پوچھا: اے جبرائیل یہ کون ہیں؟ کہا: یہ لوگ سود کھانے والے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سود کے ستر گناہ ہیں اور ان میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔ [۱]

امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت سمرہ بن جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک صبح کو اپنا خواب بیان فرمایا کہ مجھے جبرائیلؑ اور میکائیلؑ لے گئے میں نے دیکھا کہ خون کا ایک دریا ہے جس کے وسط میں ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور دریا کے کنارے ایک شخص ہاتھ میں پتھر لیے ہوئے کھڑا ہے، جب دریا میں کھڑا ہوا شخص کنارے کی طرف آنے کی کوشش کرتا ہے تو کنارے پر کھڑا ہوا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا ہے اور اس کو پھر دریا کے وسط میں دھکیل دیتا ہے اور وہ جب بھی دریا میں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اس کے ساتھ یہی ہوتا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا' مجھے جبرائیل اور میکائیل نے بتایا کہ خون کے دریا میں ڈوبے ہوئے یہ لوگ سود خور تھے۔ [۲]

سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھا: "خبردار ہو جاؤ، جاہلیت کی تمام باتیں میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال کردی گئیں، جاہلیت کے زمانہ کے تمام خون (میرے دونوں قدموں کے نیچے) پامال کردیے گئے ہیں، (اب کوئی کسی سے بدلہ نہیں

۱۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۶۵۔۱٦٤ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

لے سکتا) اور سب سے پہلا خون جو میں اپنے خونوں سے معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن الحارث کا خون ہے، جس کو قبیلہ ہذیل نے اس وقت قتل کر دیا تھا جب وہ قبیلہ بنو سعد میں ابھی دودھ پیتا بچہ تھا اور جاہلیت کے زمانے کے تمام سود (میرے دونوں قدموں کے نیچے) پامال کر دیے گئے ہیں اور سب سے پہلا سود جو میں باطل قرار دیتا ہوں وہ ہمارے سودوں میں سے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا سود ہے، وہ پورے کا پورا چھوڑ دیا گیا ہے (اب کوئی کسی سے سود نہیں لے سکتا)۔" [۱]

اس حدیث میں سود خوروں کے عذاب قبر کا بیان ہے اور چونکہ یہ لوگ دنیا میں غریبوں کی رگوں سے خون نچوڑتے تھے اس لیے ان کو خون کے دریا میں ڈبویا گیا۔

﴿فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ۚ وَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِكُمۡ ۚ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ ۝۲۷۹﴾

پس اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

شان نزول: فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب

۱۔ [مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ۱۲۱۸]

بغویؒ نے بحوالہ عکرمہ وعطاءؒ بیان کیا ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ نے کچھ چھوارے بطور سلم خریدے تھے فصل ٹوٹنے کا زمانہ آیا تو چھوارے والے نے کہا اگر آپ لوگ اپنا پورا حق لے لینگے تو میرے بچوں کی ضرورت کے لیے کچھ نہیں بچے گا اس لیے مناسب ہے کہ آپ آدھا واجب الادا حق اس وقت لے لیجئے اور باقی کے لیے مدت مقرر کردیجئے میں آپ کو دوگنا کر کے دیدوں گا۔ دونوں حضرات اس تجویز پر راضی ہو گئے جب مدت مقررہ گزری اور وقت ادا آ گیا تو حسب وعدہ زیادتی کا مطالبہ کیا اس کی اطلاع رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہوئی تو آپ نے دونوں کو ممانعت فرمادی اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی دونوں بزرگوں نے حکم کی تعمیل کی اور اپنا اصل مال لے لیا۔ سود چھوڑ دیا۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب۔

قولہ تعالیٰ: (آیت) "فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ"۔ یہ وعید ہے اگر انھوں نے سود نہ چھوڑا اور جنگ قتل کی دعوت دیتی ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن سود کھانے والے کو کہا جائے گا: جنگ کے لیے اپنے ہتھیار لے لے، اور حضرت ابن عباسؓ نے یہ بھی کہا ہے: جو کوئی سود پر قائم رہے اور اس سے باز نہ آئے تو مسلمانوں کے امام پر لازم ہے کہ وہ اس سے سود کا مال واپس لے لے پس اگر وہ باز آجائے۔ (توفبہا) اور نہ وہ اسے قتل کر دے۔

اور حضرت قتادہؓ نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے سود لینے والوں کو قتل کی دھمکی دی ہے اور انھیں مباح قرار دیا ہے جہاں بھی وہ پکڑے جائیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہے: اگر تم باز نہ آئے تو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ جنگ کرنے والے ہو یعنی تم ان کے دشمن ہو۔ ابن خویز منداذؒ نے کہا ہے: اگر کسی شہر والوں نے سود پر اسے حلال سمجھتے ہوئے صلح کر لی تو وہ مرتد ہو گئے اور ان

کے بارے میں حکم مرتدین کے حکم کی طرح ہوگا۔اور اگر وہ اسے حلال نہ سمجھیں تو امام وقت کے لیے ان سے جنگ لڑنا جائز ہے۔کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں اعلان فرمایا ہے (آیت) "فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ"۔ترجمہ پھر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے اعلان جنگ سن لیں۔اور ابوبکرؒ نے حضرت عاصمؒ سے "واذنوا" پڑھا ہے،اس معنی کی بنیاد پر کہ تم اپنے سوا کو بتا دو کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے حالت جنگ میں ہو۔

ابن بکیرؒ نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی حضرت امام مالک بن انسؒ کے پاس آیا اور کہا: اے ابا عبداللہ! میں نے ایک آدمی کو نشہ کہ حالت میں دیکھا، وہ گالی گلوچ کر رہا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ چاند کو پکڑ لے،سو میں نے کہا میری بیوی کو طلاق اگر ابن آدم (انسان) کے پیٹ میں شراب سے بڑھ کر کوئی بری شے داخل ہوتی ہو،تو آپ نے اسے فرمایا: تو واپس چلا جا یہاں تک کہ میں تیرے مسئلہ میں غور وفکر کرلوں، پھر وہ دوسرے دن آیا،تو آپ نے اسے پھر فرمایا: تو واپس لوٹ جا یہاں تک کہ میں تیرے مسئلہ میں غور وفکر کرلوں، وہ پھر تیسرے دن آیا تو آپ نے اسے فرمایا: تیری بیوی کو طلاق ہو چکی ہے میں نے کتاب اللہ اور حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت میں خوب چھان بین کی، گہری غور وفکر کی تو میں نے سود سے بڑھ کر کوئی بری شے نہ دیکھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جنگ کا اعلان کیا ہے۔

یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ سود کھانا اور اس کے مطابق کاروبار کرنا گناہ کبیرہ میں سے ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے ہم اسے بیان کریں گے۔حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مروی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "یاتی علی الناس زمان لایبقی احد الا اکل الربا ومن لم یا کل الربا اصابہ غبارہ"۔(لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی باقی نہیں رہے گا مگر وہ سود کھائے گا اور جس

نے نہ کھایا تو اس کا غبار اس تک پہنچ جائے گا) اور دار قطنیؒ نے حضرت عبداللہ ابن حنظلہ غسیل الملائکہؓ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: لدرھم ربا اشد عند اللہ تعالیٰ من ست وثلاثین زنیۃ فی الخطیئۃ"۔ (سود کا ایک درہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ میں چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ شدید ہے) اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مروی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "الربا تسعۃ وتسعون بابا ادناھا کاتیان الرجل بامہ۔ ①

(سود کے ننانوے دروازے ہیں اور ان میں سے ادنی آدمی کا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کی مثل ہے) اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: سود کھانے والا، کھلانے والا، اسے لکھنے والا اور اس کی شہادت دینے والا سب پر حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان سے لعنت کی گئی ہے۔

اور امام بخاریؒ نے ابو جحیفہؓ سے روایت کیا ہے۔ ②

کہ انھوں نے بیان کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خون کے ثمن (قیمت) کتے کے ثمن اور بدکاری کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور سود کھانے اور کھلانے والے پر (بال) گودنے اور گدوانے والی پر اور تصویر بنانے والے پر لعنت کی ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عن ثمن الدم وثمن الکلب وکسب البغی ولعن اکل الربا وموکلہ والواشمۃ والمستوشمۃ والمصور"۔ (اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو اور ان میں سے ہے۔۔ واکل الربا اور سود کھانے والا، اور مصنف ابی داؤد میں حضرت ابن مسعود

۱۔ (ابن ماجہ، باب التغلیظ فی الرباء حدیث نمبر ۲۲٦٤، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

۲۔ (صحیح بخاری، باب ثمن الکلب، حدیث نمبر: ۲۰۸٤، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

ؓ سے روایت ہے۔ [۱]

انھوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اسے لکھنے والے اور اس پر شاہد بننے والے سبھی پر لعنت کی ہے۔

قولہ تعالیٰ: (آیت) "وان تبتم فلکم رؤوس اموالکم"۔ الایۃ، ابوداؤدؒ نے سلیمان بن عمروؓ سے اور انھوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے۔ [۲]

کہ انھوں نے کہا: میں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "خبردار سنو بیشک دور جاہلت کے سودوں میں سے تمام سود ختم کر دیئے گئے ہیں تمہارے لیے اصل مال ہوں گے نہ تم ظلم کرو اور نہ ہی تم پر ظلم کیا جائے گا' اور آگے پوری حدیث بیان کی، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں توبہ کے ساتھ اپنے راس الاموال کی طرف لوٹا دیا اور انھیں فرمایا: سود لینے میں "تم ظلم نہ کرو" اور تم پر یہ ظلم نہیں کیا جائے گا"۔ کہ تمہارے رأس الاموال میں سے کوئی شے روک لی جائے اور تمہارے اموال ختم ہو جائیں۔ اور یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ تم پر ٹال مٹول کر کے ظلم نہیں کیا جائے گا، کیونکہ غنی کا ٹال مٹول کرنا بھی ظلم ہے ۔ [۳]

پس معنی یہ ہوا کہ فیصلہ سود ختم کرنے کے ساتھ ہی ہوگا اور اسی طرح صلح کا طریقہ ہے اور یہی صلح کے زیادہ مشابہ شے ہے، کیا آپ جانتے نہیں کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جب کعب بن مالک کی طرف ابن ابی حدرد کے قرض میں نصف ختم کرنے کے بارے ارشارہ کیا اور کعب نے کہا: جی ہاں، تو

۱۔ (جامع ترمذی، کتاب البیوع، حدیث نمبر ۱۱۲۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

۲۔ (سنن ابی داود، باب فی وضع الرباء حدیث نمبر ۲۸۹۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

۳۔ (صحیح بخاری، باب الحوالۃ، حدیث نمبر ۲۱۲۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دوسرے کو فرمایا: "اٹھ اور اسے ادا کر دے" پس علماء نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے امر بالقضاء کو مصالحات میں سنت کے طور پر لیا ہے، عنقریب سورہ النساء میں صلح کا بیان آئے گا اور ان کا جن میں صلح جائز ہوتی ہے اور جن میں جائز نہیں ہوتی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

قولہ تعالیٰ: (آیت) "وان تبتم فلکم رؤس اموالکم"۔ یہ تاکید ہے اس (ربا) کو باطل کرنے کی جس پر قبضہ نہیں کیا گیا اور اس رأس المال کو لینے کی جس میں سود نہیں، پس بعض علماء نے اس پر استدلال کیا ہے کہ ہر وہ شے جو بیع پر قبضہ کرنے سے پہلے ان چیزوں میں سے طاری ہو جو عقد کی تحریم کو ثابت کرتی ہیں تو وہ عقد کو باطل کر دے گی، جیسا کہ جب کوئی مسلمان شکار خریدے پھر مشتری یا بائع قبضہ سے پہلے اسے حرام کر دے تو بیع باطل ہو جائے گی، کیونکہ اس پر قبضہ سے پہلے وہ شے طاری ہو چکی ہے جس نے عقد کے حرام ہونے کو ثابت کر دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس (ربا) کو باطل قرار دیا ہے جس پر قبضہ نہیں ہوا، کیونکہ اس پر وہ طاری ہو چکی ہے جس نے قبضہ سے پہلے اس کی تحریم کو ثابت کر دیا ہے اور اگر اس پر پہلے قبضہ کر لیا گیا ہو پھر اس پر کوئی اثر نہ پڑے گا، یہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے اور یہی امام شافعیؒ کے اصحاب کا بھی قول ہے اور اس کے ساتھ اس پر استدلال کیا جاتا ہے کہ قبضہ سے پہلے بائع کے ہاتھ میں مبیع کا ہلاک ہو جانا اور مبیع میں قبضہ کا ساقط ہو جانا عقد کے باطل ہونے کو واجب کرتا ہے بخلاف بعض سلف کے اور یہ اختلاف امام احمدؒ سے روایت کیا جاتا ہے، اور اس کے قول کے مطابق جاری ہو سکتا ہے جو یہ کہتا ہے: بیشک ربا میں عقد فی الاصل منعقد ہو چکا تھا اور پھر وہ قبضہ سے پہلے طاری ہونے والے اسلام کے سبب باطل ہو گیا اور رہے وہ جنہوں نے اصل میں ربا کے انعقاد کا انکار کیا ہے تو (ان کے نزدیک) یہ کلام صحیح نہیں ہے وہ یہ کہ سود (تمام) ادیان میں حرام کر دیا گیا ہے اور وہ جو دور جاہلیت میں

اس کا کاروبار کرتے تھے تو وہ مشرکین کی عادت تھی اور ربا میں سے جس پر انھوں نے قبضہ کرلیا ہے وہ ان مالوں کے جمع ہونے کی جگہ میں ہے جو ان تک غصب اور سلب کے ذریعہ پہنچے ہیں تو اس پر کوئی تعرض نہ کیا جائے گا، پس اس بناء پر استشہاد صحیح نہیں ہوگا ان مسائل میں جو انھوں نے ذکر کئے ہیں اور ہم سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) کی شریعتوں کا ربا کی تحریم پر مشتمل ہونا مشہور ہے اور کتاب اللہ میں مذکور ہے، جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ میں یہودیوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ (آیت) ”واخذھم الربوا وقدنھوا عنہ“۔ (النساء:١٦١) ترجمہ: اور بوجہ ان کے سود لینے کے حالانکہ منع کئے گئے تھے اس سے اور حضرت شعیب (علیہ السلام) کے قصہ میں مذکور ہے کہ ان کی قوم نے ان کا انکار کیا اور کہا: (آیت) ”اصلوتک تامرک ان نترک مایعبد اٰبآؤنا اوان نفعل فی اموالنا مانشؤا“۔ (ہود: ٨٧) ترجمہ؛ کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ ہم چھوڑ دیں انھیں جن کی عبادت کرتے ہوا ہمارے دادا یا نہ تصرف کریں اپنے مالوں میں جیسے ہم چاہیں) پس اس بنا پر اس سے استدلال درست نہ ہوگا، ہاں اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ عقود جو دارالحرب میں واقع ہوں جب امام وقت ان پر غالب آئے تو وہ فسخ کے احکام جاری نہیں کرے گا اگرچہ وہ عقود فاسدہ ہی ہوں۔ [1]

﴿ وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ ‌ؕ وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ‌ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝٢٨٠ ﴾

اور اگر (تمہارا قرض دار) تنگ دست ہو، تو آسانی تک اسے مہلت دو اور اگر صدقہ

١۔ تفسیر قرطبی

کردو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم سمجھو۔

شان نزول (آیت) ”وان کان ذو عسرة“

جب اللہ تعالیٰ نے سود لینے والوں کو ان کے اصل اموال کے بارے حکم فرمایا درآنحالیکہ وہ ان کے پاس ہو جو مال کو پانے والے ہوں تو تنگدستی کی حالت میں خوشحال ہونے تک مہلت دینے کا ارشاد فرمایا اور وہ یہ کہ ثقیف نے جب اپنے ان اموال کا مطالبہ کیا جو بنی مغیرہ پر قرض تھے تو بنی مغیرہ نے تنگدستی کا عذر پیش کیا اور کہا: ہمارے پاس کوئی شے نہیں ہے اور انھوں نے اپنے پھلوں کے تیار ہونے کے وقت تک مہلت کا مطالبہ کیا، تب یہ آیت نازل ہوئی (آیت) ”وان کان ذو عسرة“۔ [۱]

زمانہ جاہلیت میں قرض کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں سود در سود، اصل رقم میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا تھا، جس سے تھوڑی سی رقم ایک پہاڑ بن جاتی اور اس کی ادائیگی ناممکن ہو جاتی، اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کوئی تنگ دست ہو تو (سود کی بجائے) آسانی تک اسے مہلت دے دو اور اگر قرض بالکل معاف کردو تو زیادہ بہتر ہے۔

سلیمان بن بریدہؓ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جس شخص نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اسے ہر دن اس قرض کے برابر صدقے کا ثواب ملے گا۔“ پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: ”جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اسے ہر دن اس قرض سے دوگنا صدقے کا ثواب ملے گا۔“ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے تو اسے ہر دن اس

۱۔(المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۳۷۶)، تفسیر قرطبی

قرض کے برابر صدقے کا ثواب ملے گا۔" لیکن پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: "جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے تو اسے ہر دن اس قرض سے دو گنا صدقے کے برابر ثواب ملے گا؟" تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "قرض چکانے کی مدت تک اسے قرض کے برابر صدقے کا ثواب ملے گا اور اگر قرض چکانے کی مدت کے آنے پر مہلت دے تو اسے قرض سے دو گنا صدقے کے برابر ثواب ملے گا۔ [۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے ایک دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے، اس نے کہا گواہ لاؤ، تاکہ میں انھیں گواہ بنا لوں۔ اس نے کہا، گواہ اللہ ہی کافی ہے۔ اس نے کہا کوئی ضامن پیش کرو۔ اس نے کہا، اللہ تعالیٰ ضمانت دینے کے لیے کافی ہے۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا، پھر اس نے قرض مانگنے والے کو وہ رقم ایک مقررہ وقت تک کے لیے دے دی۔ چنانچہ قرض دار رقم لے کر بحری سفر کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنی ضرورت پوری کی، پھر سواری کو تلاش کیا، تاکہ اس پر سوار ہو کر قرض خواہ کے پاس وقت مقررہ پر پہنچ جائے، لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ اب اس نے ایک لکڑی لی، اسے کھوکھلا کیا، اس میں ایک ہزار دینار اور ایک خط لکھ کر رکھ دیا اور اس کے منہ کو مضبوطی سے بند کر دیا۔ اب وہ اس لکڑی کو لے کر سمندر کے کنارے آیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگا، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیا تھا، اس نے مجھ سے ضامن مانگا، میں نے کہا تھا اللہ ضامن کافی ہے۔ اس نے گواہ مانگا تو میں نے کہا گواہ بھی اللہ کافی ہے اور وہ

۱۔ [مسند أحمد: ۵/ ۳۶۰، ح: ۲۳۱۱۰۔ ابن ماجہ کتاب الصدقات، باب إنظار المعسر: ۲٤۱۸۔ مستدرک حاکم: ۲/ ۲۹، ح: ۲۲۲۵]

راضی ہو گیا تھا۔ اب میں نے سواری کے لیے کوشش کی ہے لیکن سواری نہیں مل سکی۔ چنانچہ میں یہ لکڑی تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے لکڑی کو سمندر کے سپرد کر دیا اور خود واپس آ گیا۔ وہ دوبارہ سواری تلاش کرنے لگا۔ ادھر وہ شخص جس نے قرض دیا تھا، سمندر کے کنارے پر یہ دیکھنے آیا کہ شاید کوئی سوار اس کا مال لے کر آیا ہو، تو اسے وہ لکڑی مل گئی۔ وہ اسے اپنے ایندھن کے لیے گھر لے آیا۔ جب اس نے اسے چیرا تو اس کو اس کی رقم مل گئی اور خط بھی مل گیا۔ پھر وہ قرض دار بھی ایک ہزار دینار لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ قرض دار نے کہا، اللہ کی قسم! میں سواری کے لیے برابر کوشش کرتا رہا، تا کہ تمہارا روپیہ تمہیں آ کر ادا کروں، لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ قرض خواہ نے کہا، کیا تم نے مجھے کوئی چیز بھیجی تھی؟ اس نے کہا، میں نے تمہیں بتایا ہے کہ مجھے اس سے قبل کوئی سواری نہیں مل سکی۔ قرض خواہ نے کہا، بیشک اللہ نے تمہاری طرف سے رقم ادا کر دی جو تم نے لکڑی میں رکھ کر بھیجی تھی، اب تم یہ ایک ہزار دینار لے کر خوشی خوشی واپس جاؤ۔“ [۱]

سیدنا حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ایک شخص کی وفات ہوئی تو اس سے پوچھا گیا کہ تو کیا کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا، میں جب لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا تو خوش حال کو مہلت دے دیا کرتا تھا اور تنگ دست پر تخفیف کر دیا کرتا تھا، تو اس کو بخش دیا گیا۔“ [۲]

سیدنا ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ عہد نبوت میں ایک شخص کو پھلوں کی تجارت میں کافی نقصان ہوا، جس کی وجہ سے اس پر قرض کا بوجھ بہت زیادہ ہو گیا، حتیٰ کہ وہ کنگال ہو گیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اس پر صدقہ کرو۔“ لوگوں نے اس پر صدقہ کیا مگر وہ صدقہ اتنا نہیں تھا کہ قرض پورا

۱۔ [بخاری، کتاب الکفالۃ، باب الکفالۃ فی القرض: ۲۲۹۱]

۲۔ [بخاری، کتاب الاستقراض، باب حسن التقاضی: ۲۳۹۱۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل إنظار المعسر: ۱۵۶۰]

ادا ہو جاتا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کے قرض خواہوں سے کہا: ”(اس کے پاس تو یہی ہے) جو کچھ ملتا ہے لے لو، اس کے علاوہ تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔“ [1]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ایک تاجر لوگوں سے لین دین کا معاملہ کرتا تھا، جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے غلاموں سے کہتا کہ اس کو معاف کر دو، شاید اللہ بھی ہمیں معاف فرما دے۔ (جب وہ فوت ہوا) تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔“ [2]

سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی آوازیں سنیں، دونوں اونچی آواز میں بول رہے تھے، ایک ان میں سے دوسرے سے کچھ معاف کرانا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ قرض خواہ اس کے ساتھ نرمی کرے۔ دوسرا یہ کہہ رہا تھا اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: ”کہاں ہے وہ اللہ کی قسم کھا کر کہنے والا کہ وہ نیکی نہیں کرے گا؟“ اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں یہاں ہوں، (مگر اب) اس کو اختیار ہے، یہ جو چاہے کرے۔ [3]

سیدنا ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ قیامت کی سختیوں سے اسے نجات دے تو اسے چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے، یا (بالکل) معاف ہی کر دے۔“ [4]

۱۔[مسلم، کتاب المساقاۃ، باب استحباب الوضع من الدین:۱۵۵۶]

۲۔[مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل إنظار المعسر:۱۵۶۲]

۳۔[مسلم، کتاب المساقاۃ، باب استحباب الوضع من الدین:۱۵۵۷]

۴۔[مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل إنظار المعسر:۱۵۶۳]

سیدنا ابوالیسرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو شخص کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دے یا (قرضہ) معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔“ [۱]

سیدنا حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ (روز قیامت) ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا جسے اللہ نے مال عطا کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا، تو نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اور (اس روز) وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی نہیں چھپا سکتے۔ بندہ کہے گا، یا اللہ! تو نے دنیا میں مجھے بہت مال دے رکھا تھا اور میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا اور میری عادت تھی کہ میں درگزر سے کام لیتا تھا، خوش حال سے آسان معاملہ کرتا اور تنگ دست کو مہلت دے دیا کرتا تھا۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا، میں اس بات کا تجھ سے زیادہ حق دار ہوں، (اے فرشتوں!) میرے اس بندے سے تم بھی درگزر کرو۔ چنانچہ اسے معاف کردیا جائے گا۔۔ [۲]

امام احمدؒ، امام ابن ماجہؒ، امام حاکمؒ نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقیؒ نے ”شعب الایمان“ میں حضرت بریدہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس نے تنگ دست کو مہلت دی اس کو ہر دن قرض کے برابر صدقہ کا اجر ملے گا' پھر میں نے آپ سے سنا کہ جس نے تنگ کو مہلت دی اس کو ہر دن اس قرض کے دگنے صدقہ کا اجر ملے گا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پہلے تو آپ نے قرض کے برابر صدقہ کے اجر کا فرمایا تھا اور اب آپ نے دگنے صدقہ کے اجر کا فرمایا ہے' آپ نے فرمایا: جب تک قرض کی میعاد پوری نہیں ہوگی اس کو ہر روز قرض کے برابر صدقہ کا اجر ملے گا اور جب میعاد پوری

۱۔[مسلم، کتاب الزھد، باب حدیث جابر (رض): ۳۰۰۶]

۲۔[مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل إنظار المعسر: ۱۵۶۰/۲۹۔ بخاری، کتاب البیوع، باب من أنظر موسرًا: ۲۰۷۷]

ہو جائے گی اور وہ اس کو مہلت دے گا تو پھر اس کو ہر روز اس کے دگنے صدقہ کا اجر ملتا رہے گا۔(اس حدیث میں قرض سے مراد دین ہے' یعنی کاروباری قرض' مدت معینہ کے ادھار پر کوئی چیز خریدنا' کیونکہ نجی قرضوں میں مدت کا تعین قرض دینے والے کی طرف سے جائز نہیں ہے ورنہ وہ قرض سود ہو جائے گا مثلاً سو روپے دے کر ایک ماہ کے تعین کے بعد دو روپے لینا ربا النسیہ ہے اور اگر مدت کا تعین نہ ہو تو پھر جائز ہے ہاں اگر قرض لینے والا مدت کا تعین کرے پھر جائز ہے' مثلاً وہ کہے: میں ایک ماہ بعد ادا کروں گا۔منہ)۔ (۱)

امام احمدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے کسی تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی تپش سے محفوظ رکھے گا۔ (۲)

﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٨١﴾﴾

اور ڈرو اس دن سے جب تم سب اللہ کے پاس لوٹ کر جاؤ گے، پھر ہر ہر شخص کو جو کچھ اس نے کمایا ہے پورا پورا دیا جائے گا، اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

قرآن مجید میں نازل ہونے والی آخری آیت

اللہ تعالیٰ نے آیات ربا کو اس بلیغ پر ختم کیا ہے کہ دنیا جانے والی ہے اور آخرت آنے والی ہے اور باقی

۱۔(مسند احمد ج ۵ ص ۳٦۰' سنن ابن ماجہ ص ۱۷٤' شعب الایمان ج ۷ ص ۵۳۸)

۲۔(الدر المنثور' ج ۱ ص ۳٦۹۔۳٦۸ ملتقطا مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

ہے اور اس کے بعد وہ حساب پیش آنے والا ہے جو یقینی ہے‘ لہٰذا اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس دن سے ڈرا رہا ہے جس دن تم سب لوگ اللہ سے ملاقات کرو گے‘ وہ اعمال کی جزا کا دن ہے‘ اس دن کوئی نیک عمل ہو سکے گا نہ کسی برے کام پر توبہ ہو سکے گی‘ وہ ثواب عتاب اور محاسبہ کا دن ہے‘ اس دین ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کاموں کی پوری پوری جزا دی جائے گی‘ خواہ اس کے عمل نیک ہوں یا بد‘ خیر ہوں یا شر‘ اس دن ہر عمل سامنے آجائے گا اور کوئی چھوٹا یا بڑا عمل باقی نہیں بچے گا‘ پھر اللہ تعالیٰ ان اعمال کی جزا دے گا اور تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا‘ اور اس ذات سے ظلم کیسے متصور ہو سکتا ہے جو برائی پر صرف اتنی ہی سزا دیتا ہے جتنی وہ برائی ہو اور نیکی کا دس گنا بڑھا کر اجر دیتا ہے‘ بلکہ کبھی ایک نیکی پر سات سو گنا کبھی اس سے بھی زیادہ اور کبھی بے حساب اجر دیتا ہے‘ اے بدکار! وہ تجھ پر عدل کرے گا‘ تو اس دن کے آنے سے پہلے توبہ کر لے اور اپنے آپ کو اس کے فضل و کرم کا سزاوار کر لے اور اے نیکوکار! اس دن کے آنے سے پہلے اپنی نیکیوں کو اور بڑھا لے‘ وہ تجھ پر فضل کرے گا۔

بعض روایات کے مطابق یہ قرآن مجید کی آخری آیت ہے‘ امام ابن جریرؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: یہ آخرت آیت ہے جو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہوئی۔ یہ آیت ہفتہ کے دن نازل ہوئی تھی اس کے نزول کے بعد نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نو دن حیات (ظاہری کے ساتھ) رہے اور پیر کے دن رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے۔ [1]

حافظ سیوطیؒ بیان کرتے ہیں: امام ابوعبیدؒ ‘ امام عبد بن حمیدؒ ‘ امام نسائیؒ‘ امام ابن جریرؒ ‘ امام ابن المنذرؒ اور امام بیہقیؒ نے ”دلائل النبوۃ“ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۷۶‘ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت‘ ۱۴۰۹ھ)

علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہونے والی قرآن مجید کی یہ آخری آیت تھی۔ امام بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت منی میں نازل ہوئی تھی اور اس کے اکیاسی دن بعد آپ کا وصال ہوگیا۔[1]

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں: اس آیت کے نزول کے بعد نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدت حیات میں مختلف اقوال ہیں: نو راتیں، سات دن، تین گھنٹے اکیس دن اور اکیاسی دن۔ امام بخاریؒ، امام ابوعبیدؒ، امام ابن جریرؒ، اور امام بیہقیؒ نے شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جو آخری آیت نازل ہوئی وہ آیت ربا ہے، یہ اس آیت کے آخری آیت ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ بیوع سے متعلق آیات میں آخری آیت، آیت ربا ہے، یا مراد یہ ہے کہ آیت ربا آخر میں نازل ہوئی ہے، اور تمام آیتوں کے لحاظ سے جو آخری آیت ہے وہ یہی آیت ہے۔[2]

ابوعبیدؒ، عبد بن حمیدؒ، نسائیؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن الانباریؒ نے المصاحف میں، طبرانیؒ، ابن مردویہؒ، بیہقیؒ نے دلائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر آخری آیت جو قرآن میں نازل ہوئی وہ یہ آیت تھی لفظ آیت "واتقوا یوما ترجعون۔۔الخ"۔

ابن ابی شیبہؒ نے سدی وعطیہ عوفیؒ سے اسی کی مثل نقل کیا ہے۔

الفریابیؒ، عبد بن حمید ابن المنذرؒ، بیہقیؒ نے دلائل میں کلبیؒ کے طریق سے ابوصالحؒ سے اور انھوں نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ آخر آیت جو نازل ہوئی وہ لفظ آیت "واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ" ہے یہ آیت منیٰ میں نازل ہوئی اس آیت کے نازل ہونے اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات حسرت آیات کے درمیان اکاسی دنوں کا فاصلہ تھا۔ ابن الانباریؒ نے ابوصالحؒ وحضرت سعید

۱۔(الدرالمنثور ج۱ ص۳۷۰، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

۲۔(روح المعانی ج۳ ص۵۵، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت)

بن جبیرؒ سے اسی کی مثل روایت کیا ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ سارے قرآن میں سے آخر میں یہ آیت "واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ" نازل ہوئی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نو راتیں زندہ رہے، پھر آپ نے پیر کے دن ربیع الاول کی دو تاریخ کو وفات پائی۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ثم توفی کل نفس ما کسبت" یعنی جو کچھ تم نے عمل کیا خیر میں یا شر میں سے (اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا) پھر فرمایا لفظ آیت "وہم لا یظلمون" یعنی ان کے اعمال میں نہ تو اس کی نیکیوں میں کوئی کمی کی جائے گی اور نہ ان کی برائیوں میں کوئی زیادتی کی جائے گی۔ (۱)

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا یَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ یَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْ ۚ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ

۱۔ تفسیر الدر منثور

رِّجَالِكُمْ ۚ فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ
تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا
الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ
تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ
وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً
حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا
تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۖ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا
شَهِيْدٌ ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ
وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

اے ایمان والو! جب تم مقررہ مدت تک ادھار لینے دینے کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا
کرو، اور چاہیے کہ جو شخص تمہارے درمیان لکھنے والا ہو وہ انصاف کے ساتھ لکھے،
اور کوئی لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا ہے۔ سو چاہیے

کہ لکھ دیا کرے، اور جس کے اوپر حق ہے اسے چاہیے کہ لکھوا دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے، سو اگر وہ شخص کم سمجھ ہو جس پر حق ہے یا ضعیف ہو یا املا کرانے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوا دے، اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنالیا کرو، پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہو تاکہ ان دو عورتوں میں سے اگر ایک بھٹک جائے تو ایک دوسری کو یاد دلا دے، اور نہ انکار کریں گواہ جب ان کو بلایا جائے، اور قرضے کے معاملہ میں لکھنے سے مت اکتاؤ، چھوٹا ہو یا بڑا ہو اس کی مدت مقررہ تک یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کو زیادہ درست رکھنے والی ہے اور اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو، مگر یہ کہ کوئی تجارت ہو جس میں لینا دینا دست بدست ہو جس کا تم آپس میں معاملہ کر رہے ہو سو تم پر اس بات کا کوئی گناہ نہیں کہ تم اسے نہ لکھا، اور گواہ بنالیا کرو جب کہ تم آپس میں خرید و فروخت کا معاملہ کرو، اور نہ ضرر دیا جائے کاتب کو، اور نہ گواہ کو، اور اگر تم ایسا کرو تو بلاشبہ اس میں گناہ گاری ہے تمہارے لیے، اور اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

شانِ نزول

الطیالسی، ابویعلی، ابن سعدؒ، احمدؒ، ابن ابی حاتمؒ، طبرانیؒ، ابوالشیخؒ نے العظمہ میں اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ جب قرضہ کی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے سب سے پہلے انکار کیا وہ آدم (علیہ السلام) تھے (وہ یہ تھا کہ) جب اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا فرمایا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور ان سے وہ تمام انسان نکالے جو قیامت تک پیدا ہونے والے تھے اور آدم (علیہ السلام) کے سامنے ان کی اولاد کو پیش کیا آدم (علیہ السلام) نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا جس کا چہرہ انتہائی روشن تھا پوچھا اے میرے رب یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرا بیٹا داؤد ہے۔ پوچھا اے میرے رب اس کی کتنی عمر ہے؟ فرمایا ساٹھ سال۔ آدم (علیہ السلام) نے عرض کیا اے میرے رب اس کی عمر زیادہ کردو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کی عمر زیادہ نہیں کروں گا مگر یہ کہ تیری عمر میں سے اس کی عمر زیادہ کردوں گا اور آدم کی عمر ایک ہزار سال تھی تو اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کی عمر چالیس سال اور بڑھادی اور آدم (علیہ السلام) کی عمر کم کر کے لکھ دی گئی اور فرشتوں کو بھی گواہ بنالیا گیا جب آدم (علیہ السلام) کی موت کا وقت قریب آیا فرشتے آئے تاکہ ان کی روح کو قبض کریں تو آدمی (علیہ السلام) نے فرمایا میری عمر ابھی چالیس سال باقی ہے ان سے کہا گیا کہ وہ تو آپ نے اپنے بیٹے داؤدؑ کو دے دی تھی انھوں نے انکار کردیا کہ میں تو ایسا نہیں کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف وہ تحریر ظاہر فرمائی اور اس پر فرشتوں نے بھی ان کے خلاف گواہی دی (مگر وہ نہ مانے) تو اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کے ہزار سال پورے کردیئے اور داؤد (علیہ السلام) کے سو سال بھی پورے کردیئے۔

شافعیؒ،عبدالرزاقؒ ،عبدبن حمیدؒ، بخاریؒ ،ابن جریرؒ،ابن المنذرؒ،ابن ابی حاتمؒ ،طبرانیؒ ،حاکم اور بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا انھوں نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ادھار جس کی ضمانت دی گئی ہو ایک مقرر مدت تک ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی مدت کا ذکر فرمایا ہے اور اس کی اجازت بھی دی ہے پھر دلیل کے طور پر یہ آیت پڑھی ۔لفظ آیت ”یایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی“۔

عبدبن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے حضرت ابن عباس رضی عنہما نے فرمایا کہ (یہ آیت) لفظ آیت ”یایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین“ گیہوں میں بیع سلم کے بارے میں نازل ہوئی جس کا پیمانہ معلوم ہو مدت معلوم تک۔

بخاریؒ ،مسلمؒ،ابوداوٗدؒ، ترمذیؒ،نسائیؒ ،ابن ماجہ اور بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا (جب) نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہ لوگ پھلوں میں بیع سلم کرتے تھے دو سال یا تین سال کے لیے تو آپ نے فرمایا جو شخص بیع سلم کرے تو اس کو چاہیے کہ معلوم پیمانہ کے ساتھ معلوم وزن کے ساتھ اور معلوم مدت کے ساتھ بیع سلم کرے۔

بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا بیع سلم نہیں ہے عطا تک ،کھیتی کے کاٹنے تک، کھلیان تک، اس نچوڑنے تک بلکہ اس کے لیے ایک مدت مقرر کرلو۔ (۱)

قرض کے لین دین کے وقت گواہ بنانا

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرضہ کا لین دین کرتے وقت گواہ بنانے کا حکم فرمایا تا کہ اس میں نہ انکار داخل ہو جائے اور نہ

۱۔تفسیر الدر منثور

بھول جس نے اس پر گواہ نہیں بنایا اس نے فرمانی کی مسلمانوں کو جن کسی گواہ کی ضرورت ہو تو گواہ بننے سے انکار نہ کرو جس کے پاس کوئی شہادت ہو تو اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ جب اس کو بلایا جائے تو وہ انکار کر دے پھر اس کے بعد فرمایا لفظ آیت "ولا یضار کاتب ولا شھید" ضرر یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے اور وہ اس سے بے پروا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو حکم دیا ہے کہ تو انکار نہ کرے جب تجھ کو بلایا جائے لیکن اس طرح گواہ کو تکلیف ہو گی جبکہ وہ کسی دوسرے گواہ سے گواہی حاصل کر سکتا ہو پس اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا تو اور فرمایا لفظ آیت "وان تفعلوا فانہ فسوق بکم" یعنی ایسا کرنا گناہ ہے اور فرمایا بڑے گناہوں میں گواہی کو چھپانا ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت "ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ" (یعنی جس نے گواہی کو چھپایا تو اس کا دل گناہ کرنے والا ہے)۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "کاتب بالعدل" سے مراد ہے کہ کاتب لکھنے میں دونوں کے ساتھ انصاف کرے نہ مطلوب پر (کسی قسم کی) زیادتی کرے اور نہ طالب کے حق میں کوئی کمی کرے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے لفظ آیت "ولا یاب کاتب" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ کاتب پر لکھنا واجب ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے لفظ آیت "ولا یاب کاتب" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ کاتب جب فارغ ہے تو انکار نہ کرے۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتلؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولا یاب کاتب" کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا جب کہ اس زمانہ میں کاتب کم تھے۔

عبد بن حمیدؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت " ولا یاب کاتب " کے بارے میں روایت کیا ہے کہ ان دنوں میں کاتب کم تھے (اس لیے یہ حکم فرمایا)۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے لفظ آیت " ولا یاب کاتب " میں کاتب کے لیے لکھنا واجب تھا مگر (اس حکم کو) اس آیت " ولا یضار کاتب ولا شھید " نے منسوخ کر دیا۔

ابن ابی حاتمؒ نے ضحاکؒ سے لفظ آیت " کما علمہ اللہ " کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا فرمایا۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " کما علمہ اللہ " جیسا کہ اللہ نے تم کو لکھنا سکھا یا دوسرے کو محروم رکھا ہے لفظ آیت " ولیملل الذی علیہ الحق " اس سے مراد مقروض ہے یعنی مقروض کو چاہیے کہ وہ حق بات کاتب کو لکھوائے لفظ آیت " ولا یبخس منہ شیئا " یعنی قرض خواہ کے حق میں سے کچھ بھی کمی نہ کرے۔ لفظ آیت " فان کان الذی علیہ الحق " یعنی وہ مطلوب جس پر حق ہے " سفیھا او ضعیفا " یعنی وہ عاجز ہے یا گونگا ہے یا بیوقوف ہے لفظ آیت " اولا یستطیع " یعنی اچھی طرح نہیں لکھوا سکتا۔ لفظ آیت " ان یمل ھو " یعنی جس پر حق ہے " فلیملل ولیہ " پھر قرض خواہ کو لکھوانا چاہیے " بالعدل " (حق کے ساتھ لکھوا دے) کسی چیز کی زیادتی نہ کرے " واستشھد وا " یعنی گواہ بنالو اپنے حق پر " شھید ین من رجالکم " یعنی گواہ بنالو دو مسلمان آزاد مردوں سے لفظ آیت " فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتن ممن ترضون من الشھد اء ان تضل احد ھما " اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنالو ان میں سے جن کو تم بطور گواہ پسند کرتے ہو تاکہ اگر دو عورتوں میں سے اگر ایک گواہی کو بھول جائے تو لفظ آیت " فتذکر احد ھما الاخری " تو دوسری عورت یاد دلائے جس کو گواہی یاد ہے لفظ آیت " ولا یاب الشھد اء اذا ما دعوا " یعنی وہ شخص

جس کے پاس گواہی ہے وہ انکار نہ کرے لفظ آیت "ولا تسئموا" یعنی لکھنے کو نہ بھول جاؤ لفظ آیت "ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا" یعنی حق چھوٹا ہو یا بڑا ہو قلیل ہو یا کثیر ہو (لکھنا نہ بھولو) "الی اجلہ" اس کی مدت تک کیونکہ تحریر مدت اور مال کو شمار کرتی ہے "ذلکم" یعنی یہ تحریر لفظ آیت "اقسط عند اللہ" یعنی زیادہ انصاف والی ہے "واقوم" اور زیادہ درست ہے لفظ آیت "للشھادۃ وادنی" یعنی زیادہ لائق ہے لفظ آیت "الا ترتبوا" یعنی تم شک نہیں کرو گے جب حق مدت اور گواہی لکھی ہوگی پھر اس میں سے استثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا لفظ آیت "الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ" یعنی جب تجارت ہاتھ در ہاتھ ہو تو اس کو لکھنے میں کوئی حرج نہیں لفظ آیت "تدیرونھا بینکم" یعنی جس میں مدت نہیں ہوتی لفظ آیت فلیس علیکم جناح" یعنی کوئی حرج نہیں لفظا آیت "الا تکتبوھا" کہ اس حاضر تجارت کو نہ لکھو" واشھدوا اذا تبایعتم" یعنی اپنے حق پر گواہ بنا لو" وان تفعلوا" یعنی اگر تم نے کاتب کو یا گواہ کو تکلیف دی کہ جس سے منع کیا گیا ہے" فانہ فسوق بکم" یعنی وہ گناہ ہے پھر اس سے ڈراتے ہوئے فرمایا" واتقوا اللہ" اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس میں سے اس کی نافرمانی نہ کرو" واللہ بکل شیء علیم" یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں تمہارے اعمال سے۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت" فان کان الذی علیہ الحق سفیھا" یعنی جس پر حق ہے وہ لکھوانے سے جاہل ہے (نہیں لکھوا سکتا) لفظ آیت" او ضعیفا" یعنی احمق ہے۔

ابن جریرؒ نے سعدی اور ضحاکؒ سے روایت کیا کہ "سفیھا" سے مراد چھوٹا بچہ ہے۔

ابن جریرؒ نے عوفی کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ "فلیملل ولیہ" سے مراد قرض خواہ ہے۔

عبد بن حمیدؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فلیملل ولیہ" سے مراد ہے یتیم کا

ولی۔ (۱)

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا لفظ آیت "فلیملل ولیہ" بیوقوف یا ضعیف کا ولی۔

عبد بن حمیدؒ، ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ کے طریق سے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت واستشھد وا شھیدین" سے مراد ہے جب خرید وفروخت نقد پیسوں کے ساتھ ہو تو گواہ بنا لو اور نہ لکھو مجاہدؒ نے فرمایا کہ جب ادھار بیچے تو لکھ بھی لے اور گواہ بھی بنا لے۔

سفیانؒ، سعید بن منصورؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "واستشھد واشھیدین من رجالکم" میں آزاد لوگوں کو گواہ بننے کا حکم ہے۔

سعید بن منصورؒ نے داؤد بن ابی ہندؒ سے روایت کیا کہ میں نے مجاہدؒ سے باندی سے اظہار کرنے کے بارے میں پوچھا انھوں نے فرمایا اس میں کچھ واجب نہیں میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتے لفظ آیت "الذین تظھرون من نسائھم" کیا (باندیاں) عورتوں میں سے نہیں ہیں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت "واستشھد واشھیدین من رجالکم" کیا پھر غلام کی گواہی جائز ہوگی؟ (کیونکہ غلام بھی تو مردوں میں سے ہے اور وہ جائز نہیں ہے اسی طرح لونڈی سے بھی ظہار نہیں ہے)۔

ابن المنذرؒ نے زہریؒ سے روایت کیا کہ ان سے عورتوں کی شہادت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا جائز ہے قرضہ کے بارے میں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور اس کے علاوہ کسی معاملہ میں جائز نہیں۔

ابن المنذرؒ نے مکحولؒ سے روایت کیا کہ عورتوں کی گواہی صرف قرضہ میں جائز ہے۔

۱۔ تفسیر الدر منشور

ابن ابی حاتمؒ نے یزید بن عبدالرحمن بن ابی مالکؒ سے روایت کیا کہ حقوق کے بارے میں چار عورتوں کی گواہی دو مردوں کے بدلہ میں جائز نہیں اور مرد کے بغیر ان کی گواہی جائز نہیں ہے اور ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی بھی جائز نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت" فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتن"۔

ایک عورت کی گواہی معتبر نہیں

ابن المنذرؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ اکیلی عورتوں کی گواہی جائز نہیں مگر ان معاملات میں کہ جن میں صرف عورتوں کو خبر ہوتی ہے اور اس کے مشابہ وہ صورتیں ہیں جیسے ان کے حمل اور ان کے حیض ہیں (کہ ان چیزوں کے بارے میں صرف عورتوں کو ہی خبر ہوتی ہے)۔

مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں نے عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص کوئی ایسی نہیں دیکھیں ہیں جو عقل والے پر تم سے زیادہ غالب آنے والی ہوں ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ عقل اور دین کا نقصان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی عقل کا نقصان یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے تو یہ عقل کا نقصان ہوا اور عورت کئی راتیں ٹھہری رہتی ہیں (حیض، نفاس کی وجہ سے) نماز نہیں پڑھ سکتی اور رمضان کے روزے نہیں رکھ سکتی یہ دین کا نقصان ہوا۔

ابن جریرؒ نے ربیعؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ممن ترضون من الشھد اء" سے مراد ایسے گواہ ہوں جو انصاف کرنے والے (یعنی سچ بولنے والے ہوں)۔

بچوں کی گواہی

سعید بن منصورؒ، ابن ابی حاتمؒ ، حاکم اور بیہقیؒ نے سنن میں ابن ابی ملیکہؒ سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف لکھا اور ان سے بچوں کی گواہی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لفظ آیت ”ممن ترضون من الشھداء“ یعنی گواہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تم پسند کرتے ہو پس بچے نہیں ہیں ان لوگوں میں سے جن سے تم خوش ہو اس لیے (بچوں کی گواہی) جائز نہیں۔

امام شافعی و بیہقیؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ممن ترضون من الشھداء“ سے مراد دو عادل آزاد مسلمان ہیں۔

عبد بن حمیدؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ وہ اس (آیت) کو یوں پڑھتے تھے لفظ آیت ”فتذکرا حدھما الاخری“ یعنی کاف کو تشدید کے ساتھ پڑھتے تھے۔

عبد بن حمیدؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا کہ اس (آیت) کو یوں پڑھتے تھے لفظ آیت ”فتذکرا حدھما الاخری“ یعنی فتذکر کے لفظ کو خفیف یعنی بغیر تشدید کے۔

ابن ابی داؤدؒ نے اعمشؒ سے روایت کیا کہ ابن مسعودؓ کی قرات میں اس طرح تھا لفظ آیت ” ان تضل احدھما فتذکرا حدھما الاخری“۔

گواہ شہادت کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے

بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت ” ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا“ کے بارے میں

روایت کیا اگر مسلمانوں کو اس کی گواہی کی ضرورت ہو تو گواہی پر گواہی دے یا اس کے پاس گواہی ہو تو اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ بلانے پر انکار کر دے اس کے بعد پھر فرمایا لفظ آیت "ولا یضار کاتب ولا شھید" اور ضرر دینا یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے کہے اور وہ اس سے بے پروا ہو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو حکم دیا ہے کہ تو انکار نہ کرے جب تجھ کو بلایا جائے لیکن وہ اس کو تکلیف دے اس بات سے (کہ انکار کر دے) اور حال یہ ہے کہ وہ اس گواہی کے ساتھ وہ بندھا ہوا ہے (کہ اس کی گواہی کے بغیر اپنا حق نہیں لے سکتا) تو اس بات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اور فرمایا لفظ آیت "وان تفعلوا فانہ فسوق بکم" یعنی (اگر تم انکار کرو گے) تو تم کو گناہ ہوگا۔

ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت "ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا" کے بارے میں روایت کیا کہ اگر ان کے پاس شہادت ہو پھر ان کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ سے روایت کیا کہ ایک آدمی ایک قوم کے پاس بار بار چکر لگاتا تھا اور ان کو گواہی کے لیے بلاتا تھا تو ان میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ نہ چلتا تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اتار لفظ آیت "ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا"۔

عبد بن حمید اور ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے لفظ آیت "ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا" کے بارے میں روایت کیا کہ ایک آدمی ایک بڑے قبیلے میں ایک قوم کے پاس بار بار چکر لگاتا تھا ان کو گواہی کی طرف بلاتا تھا تو ان میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ نہ چلتا تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

سفیانؒ، عبد بن حمید اور ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے لفظ آیت "ولا یاب الشھداء اذا ما دعو" کے بارے میں روایت کیا اگر تمہارے پاس شہادت ہو تو اس کو قائم کرو لیکن جب تجھ کو گواہی کے لیے بلایا جائے تو اگر

چاہے تو چلا جا اور اگر چاہے تو نہ جا۔

عبد بن حمیدؒ نے سعید بن جبیرؒ سے لفظ آیت ”ولا یاب الشھد اء“ کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے وہ آدمی مراد ہے جس کے پاس شہادت ہو۔

ابن جریرؒ نے حسنؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس میں دو حکم جمع کر دیئے ہیں پہلا حکم یہ ہے کہ جب تیرے پاس شہادت ہو تو شہادت دینے سے انکار نہ کر اور دوسرا حکم یہ ہے کہ جب شہادت کی طرف بلایا جائے تو جانے سے انکار نہ کر۔

ابن المنذرؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”ذلکم اقسط عند اللہ“ سے مراد ہے ”اعدل“ یعنی یہ تحریر اللہ تعالیٰ کے نزدیک عدل قائم کرنے کے لیے بہت مفید ہے۔

ابن ابی حاتم اور ابو نعیمؒ نے حلیہ میں حسنؒ سے لفظ آیت ”واشھد وا اذا تبایعتم“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس حکم کو اس آیت ”فان امن بعضکم بعضا“ (البقرۃ) نے منسوخ کر دیا۔

ابن المنذرؒ نے جابر بن زیدؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے ایک کوڑا خریدا تو اس پر میں نے گواہ بنا لیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت ”واشھد وا اذا تبایعتم“۔

نحاسؒ نے اپنی ناسخ میں ابراہیمؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے جب تو کسی چیز کو بیچے تو گواہ بنا لے اور جب تو کسی چیز کو خریدے تو گواہ بنا لے اگرچہ ایک گٹھڑ ترکاری کا کیوں نہ ہو۔

عبد بن حمیدؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”واشھد وا اذا تبایعتم“ سے مراد ہے کہ تم گواہ بنا لو اگرچہ ایک ساگ کا گٹھڑا کیوں نہ ہو۔

گواہ کو اور تحریر لکھنے والے کو نقصان نہ پہنچائے

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ، اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولا یضار کاتب ولا شھید" سے مراد ہے کہ ایک آدمی دو آدمیوں کے پاس آتا اور ان کو تحریر لکھنے اور گواہی دینے کی طرف بلاتا ہے تو وہ کہتے تھے کہ ہم کو کوئی حاجت ہے (ہم ابھی نہیں جا سکتے) تو وہ انھیں کہتا ہے کہ تم دونوں کو یہ بات قبول کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بلانے والے پر یہ جائز نہیں کہ وہ کاتب اور شہید کو تکلیف دے۔

ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ولا یضار کاتب ولا شھید" سے مراد ہے اگر کاتب یا شاہد کو کوئی ایسی ضرورت ہو کہ جس کا چھوڑنا ممکن نہ ہو (تو ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ) اور ان کو چھوڑ دو۔

سفیانؒ، عبد الرزاقؒ، سعید بن منصورؒ، عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور بیہقیؒ نے عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ یوں پڑھتے تھے لفظ آیت "ولا یضار کاتب ولا شھید" یعنی مجہول کے صیغہ کے ساتھ۔

ابن جریرؒ نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ یوں پڑھتے تھے۔ "ولا یضار"۔

ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھتے تھے لفظ آیت "ولا یضار کاتب ولا شھید" اور وہ اس کی تاویل یہ کرتے تھے کہ وہ آدمی جاتا تھا جس کا حق ہوتا تھا اور وہ کاتب کو اور شاہد کو گواہی کے لیے بلاتا تھا شاید وہ کسی کام میں مشغول ہوتے تھے۔

ابن جریرؒ نے طاؤسؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ولا یضار کاتب ولا شھید" سے مراد ہے کہ وہ ایسی بات لکھے جو اس کو نہیں لکھوائی تھی "ولا شھید" اور وہ ایسی گواہی دے جس کا اسے گواہ نہیں بنایا گیا۔

ابن جریر اور بیہقیؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ولا یضار کاتب" یعنی وہ کوئی چیز زیادہ لکھ دے یا کوئی چیز مٹا دے "ولا شھید" سے مراد ہے کہ گواہی کو نہ چھپائے اور سچی گواہی دے۔

ابن جریرؒ نے ربیعؒ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت "ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ" نازل ہوئی تو ان میں سے ایک آدمی کاتب کی طرف جا کر کہتا تھا مجھ کو لکھ دے تو وہ کہتا تھا کہ میں مشغول ہوں یا مجھے حاجت ہے (میں نہیں لکھ سکتا) تو میرے علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ تو وہ اس سے چمٹ جاتا تھا اور کہتا تھا تجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ تو مجھے لکھ دے وہ اس کو نہیں چھوڑتا تھا اور وہ اس معاملہ میں اس کو تکلیف دیتا تھا حالانکہ وہ دوسرے کاتب کو پاتا تھا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "ولا یضار کاتب ولا شھید"

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وان تفعلوا فانہ فسوق بکم" سے مراد ہے اگر وہ کام نہیں کرو گے جس کا تم کو حکم دیا گیا ہے تو لفظ آیت "واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ" (یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ تم کو سکھاتے ہیں) یعنی یہ تعلیم ہے جو تم کو اللہ تعالیٰ نے سکھائی سو اس کو (مضبوطی سے) پکڑ لو۔

ابو یعقوب البغدادیؒ نے کتاب روایۃ الکبار عن الصغار میں سفیانؓ سے روایت کیا جو اپنے عمل کے مطابق عمل کرتا ہے تو وہ مدد دیا جائے گا اس علم کے ساتھ جو وہ نہیں جانتا۔

ابو نعیمؒ نے الحلیہ میں انسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ جس شخص نے عمل کیا اس علم پر جو وہ جانتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ایسے علم کا وارث بنائیں گے جس کو وہ نہیں جانتا۔

ترمذیؒ نے یزید بن سلمہ جعفیؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے آپ سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں اور میں ڈرتا ہوں اس کا اول اور اس کا آخر بھول جاؤں

گا۔ مجھے ایسا کلمہ بتا دیجئے جو ان سب کا جامع ہو۔آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈر اس بارے میں جو جانتا ہے۔

الطبرانیؒ نے الاوسط میں جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ تقویٰ کے معاون میں سے یہ بھی ہے کہ جو تو جانتا ہے اس کے ساتھ وہ بھی سیکھے جو تو نہیں جانتا اور جو تو جانتا ہے اس میں نقص اور تقصیر یہ ہے کہ اس میں زیادتی کا خواہش مند نہ ہو اور جو چیز انسان نہیں جانتا اس میں عدم دلچسپی کا باعث انسان کے علم میں اس سے نفع نہ اٹھانا ہے۔

الداری نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ (ان کے والد) حضرت عمر بن خطابؓ نے عبداللہ بن سلامؓ سے پوچھا ارباب علم کون ہیں؟ انھوں نے فرمایا وہ لوگ جو عمل کرتے ہیں اس چیز پر جو وہ جانتے ہیں۔حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ لوگوں کے سینوں میں کس چیز سے علم اٹھ جاتا ہے؟ انھوں نے فرمایا طمع یعنی لالچ سے۔

بیہقیؒ نے شعب میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا کہ خاموشی کو سیکھو، پھر بردباری کو سیکھو، پھر علم کو سیکھو، پھر اس پر عمل کرنے کو سیکھو پھر اس کو پھیلاؤ۔

ابن ابن الدنیا ؒ نے کتاب التقویٰ میں زیاد بن جریرؓ سے روایت کیا کہ جو قوم دین کی سمجھ حاصل نہیں کرتی وہ تقویٰ کو نہیں پہنچ سکتی۔

ابن ابی الدنیاؒ نے حسنؒ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب میں جانتا ہوں کہ میرے بندہ پر میری اطاعت کو مضبوطی سے پکڑنا غالب ہے تو میں اس پر احسان کرتا ہوں کہ وہ میرے ذکر میں مشغول رہے اور میری طرف ہی متوجہ رہے۔

ابوالشیخ ؒ نے جویبر کے طریق سے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا علم اسلام کی حیات ہے، ایمان کا ستون ہے اور جو علم کی تعلیم دے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے اجر میں قیامت کے دن تک اضافہ کرتا رہے گا اور جس شخص نے علم سیکھا اور اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کو وہ باتیں سکھائے جو وہ نہیں جانتا۔

ھنادؒ نے ضحاک ؒ سے روایت کیا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا نہیں سنتا وہ آدمی جس کے ساتھ زانیہ عورت ہے جب بھی اس سے اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے بخش دے، تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں اس عورت سے دور ہو جا میں تجھ کو بخش دوں گا ورنہ نہیں۔ اور وہ آدمی جو کوئی چیز ایک مدت تک فروخت کرتا ہے اس پر گواہ نہیں بناتا اور اس کو نہیں لکھتا پھر مشتری اس کے حق کا انکار کر دے تو کہتا ہے اے میرے رب فلاں آدمی نے میرے مال کا انکار کر دیا ہے تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں تجھ کو نہ میں اجر دوں گا اور نہ تجھ کو جواب دوں گا میں نے تجھ کو حکم دیا تھا لکھنے کا اور گواہ بنانے کا تو نے میری نافرمانی کی۔ اور وہ آدمی جو کسی قوم کا مال کھاتا ہے اور وہ ان کی طرف دیکھتا رہتا ہے اور پھر دعا کرتا ہے اے میرے رب! مجھ کو بخش دیجئے جو کچھ میں نے ان کے مال میں سے کھایا تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں ان کا مال واپس کر دے (تو تجھے بخش دوں گا) ورنہ نہیں بخشوں گا۔

عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”یقیناً (کوئی چیز) ادھار دینا نصف صدقہ کے برابر ہے۔“ [١]

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”جو شخص لوگوں کے

١۔ [مسند أحمد: ١/٤١٢، ح: ٣٩١٠]

اموال ادائیگی کے ارادے سے لے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرما دیں گے اور جو ہلاک کرنے کے ارادے سے (لوگوں سے) اموال لے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیں گے۔"[۱]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن گزر جائیں اور اس سونے کا کوئی بھی حصہ میرے پاس رہ جائے، سوائے اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لیے رکھ چھوڑوں۔"[۲]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا، وہ شخص تقاضا کرنے آیا تو آپ نے (اپنے صحابہ سے) فرمایا: "ادا کر دو۔" صحابہ نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا لیکن انھیں نہیں ملا، البتہ اس سے زیادہ عمر کا (یعنی اس سے بہتر) مل گیا۔ آپ نے فرمایا: "یہی اسے دے دو۔" اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے پورا پورا حق دے دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا بدلہ دے۔ پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض ادا کرنے میں اچھے ہوں۔"[۳]

سیدنا ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ پھلوں کی دو یا تین سال کے لیے ادھار بیع کیا کرتے تھے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جو شخص ادھار کی بیع کرے تو وہ معلوم ماپ، معلوم تول اور معلوم مدت کے لیے کرے۔"[۴]

۱۔[بخاری، کتاب الاستقراض وإداء الدیون، باب من أخذ أموال الناس یرید أداءھا: ۲۳۸۷]

۲۔[بخاری، کتاب الاستقراض وإداء الدیون، باب إداء الدیون: ۲۳۸۹]

۳۔[بخاری، کتاب الوکالۃ، باب وکالۃ الشاھد والغائب جائزۃ: ۲۳۰۵]

۴۔[بخاری، کتاب السلم، باب السلم فی وزن معلوم: ۲۲۴۰۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب السلم: ۱۶۰۴]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تین آدمی ایسے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول نہیں فرماتے، ایک وہ آدمی جس کی بیوی برے اخلاق والی (یعنی بے حیا) ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے، دوسرا وہ شخص جس نے کسی کو قرض دیا اور اس پر کسی کو گواہ نہ بنایا (یعنی اگر فتنہ وفساد کا خطرہ ہو تو گواہ بنانا ضروری ہے) اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی بیوقوف و بے سمجھ آدمی کو اس کا مال دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (ولا تؤتوا السفهاء أموالكم) [النساء:٥] "اور بے سمجھ کو اپنا مال نہ دو۔" ①

سیدنا ابوذر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "(یہ بھی صدقہ ہے) کہ تم کسی کام کرنے والے کی مدد کردو، یا جو کام کرنا نہیں جانتا اسے کام کردو۔" ②

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار بھی کیا کرو۔ میں نے دیکھا کہ جہنم میں اکثریت عورتوں کی تھی۔" ایک عقل مند عورت نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وجہ کیا ہے، جہنم میں ہماری اکثریت کیوں تھی؟ فرمایا: "اس لیے کہ تم بہت لعنت بھیجتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے نہیں دیکھا کہ عقل و دین میں ناقص ہونے کے باوجود کوئی عقل مند آدمی پر تم سے زیادہ غالب ہو۔" اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! عقل اور دین میں کمی سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: "عقل کی کمی یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر رکھی گئی ہے تو یہ ہے عقل کی کمی اور کچھ دنوں تک یہ نماز نہیں پڑھ سکتی اور نہ

١۔[السنن الكبرى للبيهقي: ١٠/١٤٦، ح: ٢٠٥١٧۔ مستدرك الحاكم: ٢/٣٠٢، ح: ٣١٨١]

٢۔[بخاری، کتاب العتق، باب أی الرقاب أفضل؟: ٢٥١٨۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان كون الإيمان أفضل الأعمال: ٨٤]

رمضان کے روزے رکھ سکتی ہے تو یہ دین کی کمی ہے۔“[1]

عمارہ بن خزیمہ انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے، جو صحابہ کرامؓ میں سے تھے، ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک دیہاتی سے ایک گھوڑا خریدا۔ آپ نے قیمت ادا کرنے کے لیے اسے اپنے ساتھ لے لیا۔ آپ نے رفتار تیز کردی اور وہ پیچھے رہ گیا۔ لوگ اس دیہاتی سے اس گھوڑے کا سودا کرنے لگے۔ انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسے خرید چکے ہیں، یہاں تک کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ اس کی قیمت لگا دی۔ دیہاتی نے پکار کر کہا کہ اگر آپ کو خریدنا ہو تو خرید لو، ورنہ میں کسی اور کو بیچ دوں گا۔ یہ آواز سن کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رک گئے۔ آپ نے دیہاتی سے فرمایا: ”کیا میں نے تم سے یہ گھوڑا نہیں خریدا؟“ اس نے کہا، اللہ کی قسم! میں نے آپ کو نہیں بیچا۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ وہ دیہاتی کہنے لگا، کوئی گواہ پیش کرو کہ میں نے یہ گھوڑا آپ کو بیچ دیا ہے۔ جو مسلمان وہاں آتا وہ دیہاتی سے کہتا، تیری بربادی ہو، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سوائے حق کے کوئی بات نہیں کہتے۔

اتنے میں سیدنا خزیمہ بن ثابتؓ آئے، انھوں نے دونوں کی گفتگو سنی، وہ کہنے لگے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بیچ دیا ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خزیمہؓ سے پوچھا: ”تم کس بنیاد پر گواہی دے رہے ہو؟“ انھوں نے کہا کہ آپ کی نبوت کی تصدیق کی بنیاد پر۔ (یہ سن کر) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے

۱۔[مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات:۷۹]

برابر قرار دیا۔ [1]

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۲۸۳﴾

اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو کوئی چیز گروی رکھ لیا کرو اور اس کا قبضہ دے دیا کرو۔ پھر اگر اعتبار کر لے تم میں سے ایک دوسرے پر تو چاہیے کہ جس پر اعتبار کیا گیا ہے وہ اپنی امانت کو ادا کر دے اور ضروری ہے کہ اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے۔ اور شہادت کو مت چھپاؤ اور جو شخص شہادت کو چھپاتا ہے تو یقیناً اس کا ضمیر گناہ گار ہے۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا جاننے والا ہے۔

اگر آدمی سفر میں ہو اور خرید و فروخت کی نوبت آ جائے اور کاتب میسر نہ ہو تو ایسی صورت میں حقوق کی توثیق رہن کے ذریعے کر دینی چاہیے، تا کہ رہن (گروی) اس بات کا ثبوت ہو کہ رہن رکھنے والے کے ذمہ اس آدمی کا حق ہے جس کے پاس رہن موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ اشیائے رہن اور ضمانتوں کے

---

[1]۔ [مسند أحمد: ٥/ ٢١٥، ٢١٦، ح: ٢١٩٤٢۔ أبوداؤد، كتاب القضاء، باب إذا علم الحاكم صدق شهادة الواحد: ٣٦٠٧۔ نسائی، كتاب البيوع، باب التسهيل في ترك الأشهاد على البيع: ٤٦٥١]

ذریعے لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے اور لڑائی جھگڑے کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رہن ہمیشہ صاحب حق کے قبضے میں رہنا چاہیے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپس میں اعتماد ہونے کی صورت میں بغیر وثیقہ اور بغیر گواہ بنائے بھی خرید وفروخت اور قرض کا لین دین کیا جا سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ گواہ کے لیے اپنی گواہی چھپانا حرام ہے۔

فَرِهٰنٌ مَّقۡبُوۡضَةٌ: رہن رکھنے کی یہ رعایت حالت سفر کے علاوہ حالت اقامت میں بھی ہے، مثلاً اگر حالت اقامت میں فوری طور پر کاتب میسر نہ ہو تو قرض دار اپنی کوئی چیز بطور امانت قرض خواہ کے پاس رہن رکھ کر قرض حاصل کر سکتا ہے۔

سیدنا انس ؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھی اور اس سے اپنے اہل کے لیے کچھ 'جو' خریدے۔ [١]

سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک یہودی سے ایک وقت مقررہ پر قیمت ادا کرنے کی شرط پر کچھ غلہ خریدا اور لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس رہن رکھی۔ [٢]

سیدنا ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”گروی رکھی ہوئی سواری (یعنی اونٹ اور گھوڑے وغیرہ) پر اس کے خرچ کے عوض سواری کی جا سکتی ہے اور گروی رکھے ہوئے دودھ والے جانور کا دودھ اس کے خرچ کے عوض پیا جا سکتا ہے، لہٰذا جو شخص سواری کرے اور جو شخص دودھ پیے، خرچ اسی کے ذمہ ہے۔“ [٣]

١۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بالنسیءۃ: ٢٠٦٩]

٢۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بالنسیئۃ: ٢٠٦٨]

٣۔ [بخاری، کتاب فی الرھن فی الحضر، باب الرھن مرکوب ومحلوب: ٢٥١٢]

فَاِنۡ اَمِنَ بَعۡضُكُمۡ بَعۡضًا فَلۡيُؤَدِّ الَّذِى اؤۡتُمِنَ اَمَانَتَهٗ : یعنی قرض دار کا قرض ادا کر دے، مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص قرض لینے والے کا اعتبار کرے اور اس کی کوئی چیز رہن رکھے بغیر اسے قرض دے دے، تو اسے بھی چاہیے کہ اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کا قرض ادا کر دے۔ ارشاد فرمایا: (اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهۡلِهَا) [النساء: ۵۸] ”بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو۔“

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اس شخص کو امانت واپس کرو جس نے تمہارے پاس امانت رکھی ہے اور جس نے تم سے خیانت کی ہے اس سے خیانت نہ کرو۔“[۱]

وَلۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ : یعنی اللہ سے ڈرے، امانت میں خیانت نہ کرے، خیانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے، ارشاد فرمایا: (وَمَنۡ يَّغۡلُلۡ يَاۡتِ بِمَا غَلَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ) [آل عمران: ۱۶۱] ”اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی، پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ اور فرمایا: (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَخُوۡنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ وَتَخُوۡنُوۡۤا اَمٰنٰتِكُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ) [الانفال: ۲۷] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو، جبکہ تم جانتے ہو۔“

وَلَا تَكۡتُمُوا الشَّهَادَةَ: گواہی کا چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔ اسی لیے اس پر قرآن و حدیث میں سخت وعید

۱۔ [أبوداؤد، کتاب البیوع، باب فی الرجل یأخذ حقه من تحت یده: ۳۵۳۵]

بیان کی گئی ہے اور اسی لیے صحیح گواہی کی فضیلت بھی بڑی ہے، ارشاد فرمایا: (وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ) [المائدۃ:۱۰۶] "اور نہ ہم اللہ کی شہادت چھپائیں گے، بیشک ہم اس وقت یقیناً گنہگاروں سے ہوں گے۔" وہ آدمی بہترین گواہ ہے جو بن بلائے کسی مظلوم کے حق میں سچی گواہی دینے کے لیے حاضر ہو جاتا ہے۔

سیدنا زید بن خالد جہنیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "میں تم کو بتلاؤں کہ سب سے بہتر گواہ کون ہے؟ جو گواہی کے لیے بلائے جانے سے پہلے اپنی گواہی ادا کر دے۔" ①

اور وہ آدمی بدترین گواہ ہے جو ظالم کا ساتھ دیتے ہوئے، جھوٹی گواہی دینے لیے خود بخود حاضر ہو جاتا ہے، سیدنا عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خیر القرون کے بعد والے زمانے کے برے لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہوں گے جو گواہی طلب کرنے سے قبل ہی گواہی دیں گے۔" ②

وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ: آیت میں دل کا خاص ذکر کیا گیا ہے، اس لیے کہ کسی بات کا چھپانا دل کا فعل ہے۔ علاوہ ازیں دل تمام اعضا کا سردار ہے اور یہ گوشت کا ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر یہ صحیح رہے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر اس میں فساد آ جائے تو سارا جسم فساد کا شکار ہو جاتا ہے سیدنا نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "خبردار ہو جاؤ کہ بدن میں ایک ٹکڑا

۱۔[مسلم، کتاب الأقضیة، باب بیان خیر الشھود:۱۷۱۹]

۲۔[بخاری، کتاب الرقاق، باب مایحذر من زھرۃ الدنیا والتنافس فیھا:۶۴۲۸۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة۔۔ الخ:۲۵۳۳ تا ۲۵۳۵]

گوشت کا ایسا ہے کہ جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ (خوب) سن لو! وہ ٹکڑا دل ہے۔" ①

امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ گناہ کا "ھم" (ارادہ) کرے تو اس کا گناہ نہ لکھو، اور اگر وہ اس گناہ کو کرلے تو ایک گناہ لکھ دو اور جب وہ نیکی کا "ھم" کرے اور اس نے ابھی وہ نیکی نہ کی ہو تو اس کی ایک نیکی لکھ دو، اور اگر وہ اس نیکی کو کرلے تو اس کی دس نیکیاں لکھ دو۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ عزوجل نیکیاں اور برائیاں لکھتا ہے، سو جو شخص نیکی کا "ھم" کرے اور ابھی اس نیکی کو نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کو ایک مکمل نیکی لکھ لیتا ہے، اور اگر وہ اس نیکی کو کرلے تو اس کے لیے دس نیکیوں سے لے کر سات سو نیکیوں تک لکھ دیتا ہے اور اگر وہ گناہ کا "ھم" کرے اور اس گناہ کو نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک مکمل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر وہ گناہ کا "ھم" کرے اور وہ گناہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ لکھ دیتا ہے۔ ②

علامہ یحییٰ بن شرف نوویؒ لکھتے ہیں:

امام مازریؒ نے کہا: قاضی ابوبکر بن الطیبؒ کا مذہب یہ ہے کہ جس نے دل سے معصیت کا عزم کیا وہ اپنے اعتقاد اور عزم میں گناہ گار ہوگا، اور اگر اس نے معصیت کا عزم نہیں کیا، وہ معصیت صرف اس کے ذہن میں آئی اس کا ذہن میں استقرار نہیں ہوا تو یہ "ھم" ہے اور ھم اور عزم میں فرق کیا جاتا ہے (اگر کسی

١۔ [بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ: ٥٢]

٢۔ (صحیح مسلم ج ١ ص ٧٨، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ١٣٧٥ھ)

کام میں راجح جانب کرنے کی ہو اور مرجوح سا خیال نہ کرنے کا ہو تو یہ "ھم" ہے اور اگر کام نہ کرنے کی مرجوح جانب بھی ختم ہو جائے اور اس کام کو کرنے کا سو فیصد ارادہ ہو جائے خواہ نفع ہو یا نقصان تو اس کو عزم کہتے ہیں) بہت سے فقہاء اور محدثین نے اس قاعدہ کی مخالفت کی ہے اور ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

قاضی عیاضؒ نے کہا کہ عامۃ السلف' فقہاء اور محدثین کا وہی مذہب ہے جو قاضی ابو بکرؒ کا مذہب ہے' کیونکہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دل کے عمل پر بھی مواخذہ ہوتا ہے لیکن انھوں نے کہا ہے کہ اگر کوئی برائی کا عزم کرے تو ایک برائی لکھ لی جاتی ہے اور اگر برائی کا "ھم" کرے تو برائی نہیں لکھی جاتی کیونکہ "ھم" کے بعد عمل نہیں کیا جاتا اگر چہ یہ ضروری نہیں کہ عمل نہ کرنے کی وجہ خوف الٰہی ہو لیکن نفس اصرار اور عزم معصیت ہے' اس لیے عزم کے بعد ایک معصیت لکھ دی جاتی ہے اور اگر عزم کے بعد اس پر عمل کر لیا تو دوسری معصیت لکھ لی جائے گی اور گر اس نے عزم معصیت کے بعد خدا کے خوف سے اس معصیت کو ترک کر دیا تو ایک نیکی لکھ دی جائے گی۔

معصیت کے "ھم" کے بعد معصیت نہیں لکھی جاتی کیونکہ "ھم" میں نفس اپنے آپ کو اس معصیت پر آمادہ نہیں کرتا' نہ اس کا عقد' عزم اور نیت کرتا ہے' متکلمین نے اس میں بحث کی ہے کہ جب وہ اس معصیت کو خوف خدا کے علاوہ کسی اور وجہ سے ترک کرے' مثلاً لوگوں کے خوف کی وجہ سے ترک کرے تو اس کی نیکی لکھی جائے گی یا نہیں' بعض علماء نے کہا: اب اس کی نیکی نہیں لکھی جائے گی' لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ [۱]

۱۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۷۹' ۷۸۔۷۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۸۴﴾

اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا تم اسے چھپاؤ خدا اس کا تم سے حساب لے گا۔ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

شان نزول: وان تبدوا ما فی انفسکم"

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت (یعنی اگر تم نے اپنے دل کی باتوں کو ظاہر کرو یا اسے پوشیدہ رکھو سب پر مواخذہ ہوگا) نازل ہوئی، تو صحابہ کرامؓ کے لیے یہ چیز سخت حیرانی اور پریشانی کا باعث ہوئی چنانچہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر گھٹنوں کے بل گر گئے اور عرض کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ہم اس حکم کی کہاں طاقت رکھتے ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم اسی طرح کہنا چاہتے ہو جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے تم سے پہلے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی، بلکہ یہ کہو ہم نے سنا اور اطاعت کی پروردگار ہم آپ سے اپنے

گناہوں کی معافی کے طلبگار رہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، چنانچہ جب صحابہ کرامؓ نے یہ جملہ دہرایا اور اس سے ان کی زبانیں تر ہوگئیں، تو حق تعالیٰ نے اس کے بعد (آیت) "امن الرسول" یہ آیت نازل فرمائی، جب اس پر سب نے گواہی دے دی تو اللہ تعالیٰ نے پہلے حکم کو منسوخ کر کے یہ آیت "۔لا یکلف اللہ نفسا"۔ نازل فرمائی، یعنی اللہ تعالیٰ ہر ایک انسان کو اس کی طاقت کے بقدر مکلف بناتا ہے، نیز امام مسلمؒ وغیرہ نے ابن عباسؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ [۱]

اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، وہ ان سب کا بادشاہ ہے، ان سب کی اسے اطلاع ہے، اس سے نہ ظاہر باتیں مخفی ہیں اور نہ پوشیدہ اور نہ کوئی چھوٹی بات مخفی ہے اور نہ بڑی۔ وہ ان سب کا محاسبہ بھی کرے گا، جسے چاہے گا معاف کر دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔ارشاد فرمایا: (قُلۡ اِنۡ تُخۡفُوۡا مَا فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ اَوۡ تُبۡدُوۡهُ يَعۡلَمۡهُ اللّٰهُ‌ ؕ وَيَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ)[آل عمران:۲۹] "کہہ دے اگر تم اسے چھپاؤ جو تمہارے سینوں میں ہے، یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جان لے گا اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ آیت نازل ہوئی: (لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ وَاِنۡ تُبۡدُوۡا مَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡهُ يُحَاسِبۡكُمۡ بِهِ اللّٰهُ‌ ؕ فَيَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ‏)[البقرۃ:۲۸٤] تو صحابہ (رض) پر بہت گراں گزری، وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے

ا۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

اور دوزانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہمیں نماز، روزہ، جہاد اور صدقے جیسے اعمال کا حکم دیا گیا، جن کی ہم میں طاقت تھی اور اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ہم میں اس کی طاقت نہیں ہے، تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس طرح کہو جس طرح پہلے دونوں کتابوں (توراۃ وانجیل) والوں نے کہا تھا: (سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا) ''ہم نے سنا اور نافرمانی کی'' بلکہ یہ کہو: (سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ) ''ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

جب صحابہ ؓ نے اس کا اقرار کر لیا اور یہ الفاظ ان کی زبانوں پر رواں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی: (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ) [البقرۃ:۲۸۵] ''رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' جب صحابہ نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پہلی آیت کو منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرما دی: (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ) [البقرۃ:۲۸۶] ''اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے

لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا۔"[۱]

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں آنے والے خیالات کو معاف فرما دیا ہے، جب تک وہ عمل نہ کریں یا کلام نہ کریں۔"[۲]

سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا بندہ جب کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھو اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کر لے تو (پھر صرف) ایک برائی لکھ لو اور جب وہ نیکی کا محض ارادہ کرے اور ابھی اسے نہ کرے تو پھر بھی ایک نیکی لکھ لو اور اگر اس نیکی کو کر لے تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دو۔"[۳]

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ میں سے چند اصحاب نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آ کر آپ سے دریافت کیا کہ ہمارے دلوں میں ایسے ایسے خیالات آتے ہیں جن کو زبان پر لانا ہم میں سے ہر ایک بہت بڑا (گناہ) سمجھتا ہے (کیا ان خیالات کا آنا بھی گناہ ہے)؟ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "کیا واقعی تم اپنے دل میں ان خیالات کو برا سمجھتے ہو؟" انھوں نے کہا، ہاں! تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "یہ تو عین

۱۔[مسند أحمد: ۲/ ٤١٢، ح: ۹۳٦۳]

۲۔[بخاری، کتاب الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق والکرہ۔۔ الخ: ٥۲٦۹۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب تجاوز اللہ تعالیٰ عن حدیث النفس: ۱۲۷]

۳۔[بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ (یریدون أن یبدلوا کلم اللہ): ۷٥۰۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب إذا ھم العبد بحسنۃ کتبت: ۱۲۸]

ایمان ہے۔"[۱]

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے اور اس سے کہتا ہے فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ حتیٰ کہ پھر وہ یہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب یہ سوال اس کے دل میں آئے تو اسے چاہیے کہ اللہ کی پناہ طلب کرے اور اس خیال سے باز رہے۔"[۲]

انسان کے ضمیر سے خطاب یعنی آسمان وزمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ چھوٹی بڑی چھپی یا کھلی ہر بات کو وہ جانتا ہے۔ ہر پوشیدہ اور ظاہر عمل کا وہ حساب لینے والا ہے، جیسے اور جگہ فرمایا آیت قُلۡ اِنۡ تُخۡفُوۡا مَا فِیۡ صُدُوۡرِكُمۡ اَوۡ تُبۡدُوۡهُ یَعۡلَمۡهُ اللّٰهُ) 3۔آل عمران:29) کہہ دے کہ تمہارے سینوں میں جو کچھ ہے اسے خواہ تم چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ کو اس کا بخوبی علم ہے، وہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے اور فرمایا وہ ہر چھپی ہوئی اور علانیہ بات کو خوب جانتا ہے، مزید اس معنی کی بہت سی آیتیں ہیں، یہاں اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وہ اس پر حساب لے گا، جب یہ آیت اتری تو صحابہ بہت پریشان ہوئے کہ چھوٹی بڑی تمام چیزوں کا حساب ہوگا، اپنے ایمان کی زیادتی اور یقین کی مضبوطی کی وجہ سے وہ کانپ اٹھے تو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آکر گھٹنوں کے بل گر پڑے اور کہنے لگے حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز، روزہ، جہاد، صدقہ وغیرہ کا ہمیں حکم ہوا، وہ ہماری طاقت میں تھا ہم نے حتی المقدور کیا لیکن اب جو یہ آیت اتری ہے اسے برداشت کرنے کی طاقت ہم میں نہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا تم یہود ونصاریٰ کی طرح یہ کہنا چاہتے ہو

۱۔[مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الوسوسۃ فی الایمان:۱۳۲]

۲۔[بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس:۳۲۷۶۔مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الوسوسۃ فی الایمان:۱۳٤/۲۱٤]

کہ ہم نے سنا اور نہیں مانا، تمھیں چاہیے کہ یوں کہو ہم نے سنا اور مانا، اے اللہ ہم تیری بخشش چاہتے ہیں۔ ہمارے رب ہمیں تو تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اسے تسلیم کرلیا اور زبانوں پر یہ کلمات جاری ہو گئے تو آیت (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ)[2]۔ البقرة :285) اتری اور اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف کو دور کر دیا اور آیت لایکلف اللہ نازل ہوئی (مسند احمد) صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف کو ہٹا کر آیت لایکلف اللہ الخ، اتاری اور جب مسلمانوں نے کہا کہ اے اللہ ہماری بھول چوک اور ہماری خطا پر ہمیں نہ پکڑ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نعم، یعنی میں یہی کروں گا۔ انھوں نے کہا آیت ربنا ولا تحمل علینا الخ، اللہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے اگلوں پر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ بھی قبول، پھر کہا ربنا ولا تحملنا اے اللہ ہم پر ہماری طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال، اسے بھی قبول کیا گیا۔ پھر دعا مانگی اے اللہ ہمیں معاف فرما دے، ہمارے گناہ بخش اور کافروں پر ہماری مدد کر، اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمایا، یہ حدیث اور بھی بہت سے انداز سے مروی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس جا کر واقعہ بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس آیت وان تبدوا کی تلاوت فرمائی اور بہت روئے، آپ نے فرمایا اس آیت کے اترتے یہی حال صحابہ کا ہوا تھا، وہ سخت غمگین ہو گئے اور کہا دلوں کے مالک تو ہم نہیں۔ دل کے خیالات پر بھی پکڑے گئے تو یہ تو بڑی مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا سمعنا واطعنا کہو، چنانچہ صحابہ نے کہا اور بعد والی آیتیں اتریں اور عمل پر تو پکڑ طے ہوئی لیکن دل کے خطرات اور نفس کے وسوسے سے پکڑ منسوخ ہو گئی، دوسرے طریق سے یہ روایت ابن مرجانہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ قرآن نے فیصلہ کر دیا کہ تم اپنے نیک و بد اعمال پر پکڑے جاؤ گے خواہ

زبانی ہوں خواہ دوسرے اعضاء کے گناہ ہوں، لیکن دلی وسواس معاف ہیں اور بھی بہت سے صحابہ اور تابعین سے اس کا منسوخ ہونا مروی ہے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلی خیالات سے درگزر فرمالیا، گرفت اسی پر ہوگی جو کہیں یا کریں، بخاری مسلم میں ہے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو جب تک اس سے برائی سرزد ہو، اگر کرگزرے تو ایک برائی لکھو اور جب نیکی کا ارادکرے تو صرف ارادہ سے ہی نیکی لکھ لو اور اگر نیکی کر بھی لے تو ایک کے بدلے دس نیکیاں لکھو (مسلم) اور روایت میں ہے کہ ایک نیکی کے بدلے سات سو تک لکھی جاتی ہیں، اور روایت میں ہے کہ جب بندہ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتے جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ اللہ تیرا یہ بندہ بدی کرنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رکے رہو جب تک کر نہ لے، اس کے نامہ اعمال میں نہ لکھو اگر لکھو گے تو ایک لکھنا اور اگر چھوڑ دے تو ایک نیکی لکھ لینا کیونکہ مجھ سے ڈر کر چھوڑتا ہے، حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں جو پختہ اور پورا مسلمان بن جائے اس کی ایک ایک نیکی کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک بڑھتا جاتا ہے اور برائی نہیں بڑھتی، اور روایت میں ہے کہ سات سو سے بھی کبھی کبھی نیکی بڑھادی جاتی ہے، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بڑا بردبار ہونے والا وہ ہے جو باوجود اس رحم وکرم کے بھی برباد ہو، ایک مرتبہ اصحاب نے آکر عرض کیا حضرت کبھی کبھی تو ہمارے دل میں ایسی وسوسے اٹھتے ہیں کہ زبان سے ان کا بیان کرنا بھی ہم پر گراں گزرتا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا ہونے لگا؟ انھوں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا یہ صریح ایمان ہے (مسلم وغیرہ) حضرت ابن عباس ؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ قیامت والے دن جب تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا تو فرمائے گا کہ میں تمہیں تمہارے دلوں کے

ایسے بھید بتاتا ہوں جس سے میرے فرشتے بھی آگاہ نہیں، مومنوں کو تو بتانے کے بعد پھر معاف فرما دیا جائے گا لیکن منافق اور شک وشبہ کرنے والے لوگوں کو ان کے کفر کی در پردہ اطلاع دے کر بھی ان کی پکڑ ہوگی۔ ارشاد ہے (آیت ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے دلوں کی کمائی پر ضرور پکڑے گا یعنی دلی شک اور دلی نفاق کی بنا پر، حسن بصریؒ بھی اسے منسوخ نہیں کہتے، امام ابن جریرؒ بھی اسی روایت سے متفق ہیں اور فرماتے ہیں کہ حساب اور چیز ہے عذاب اور چیز ہے۔ حساب لیے جانے اور عذاب کیا جانا لازم نہیں، ممکن ہے حساب کے بعد معاف کر دیا جائے اور ممکن ہے سزا ہو، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ہم طواف کر رہے تھے ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ تم نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اللہ تعالیٰ کی سرگوشی کے متعلق کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایمان والے کو اپنے پاس بلائے گا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا پھر اس سے کہے گا بتا تو نے فلاں فلاں گناہ کیا؟ فلاں فلاں گناہ کیا؟ وہ غریب اقرار کرتا جائے گا، جب بہت سے گناہ ہونے کا اقرار کر لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا سن دنیا میں بھی میں نے تیرے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی، اور اب آج کے دن بھی میں ان تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہوں، اب اسے اس کی نیکیوں کا صحیفہ اس کے داہنے ہاتھ میں دے دیا جائے گا، ہاں البتہ کفار ومنافق کو تمام مجمع کے سامنے رسوا کیا جائے گا اور ان کے گناہ ظاہر کئے جائیں گے اور پکارا جائے گا کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر تہمت لگائی، ان ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ حضرت زیدؓ نے ایک مرتبہ اس آیت کے بارے میں حضرت عائشہؓ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا جب سے میں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس بارے میں پوچھا ہے تب سے لے کر آج تک مجھ سے کسی شخص نے نہیں پوچھا، مگر آج تو نے پوچھا تو سن اس سے

مراد بندے کو دنیاوی تکلیفیں مثلاً بخار وغیرہ تکلیفیں پہنچانا ہے، یہاں تک کہ مثلاً ایک جیب میں نقدی رکھی اور بھول گیا، تھوڑی پریشانی ہوئی مگر دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا وہاں سے نقدی مل گی، اس پر بھی اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں، یہاں تک کہ مرنے کے وقت وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جس طرح خالص سرخ سونا ہو۔ ترمذی وغیرہ، یہ حدیث غریب ہے۔

﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨٥﴾ ﴾

ایمان لائے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس چیز پر جو نازل کی گئی ان کی جانب ان کے رب کی طرف سے اور مومنین بھی (ایمان لائے)۔ یہ سب ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر (یہ کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں میں کسی کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی پروردگار! ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے۔

شان نزول

ہمیں الامام ابوالمنصور عبدالقاہر بن طاہر نے اسے محمد بن عبداللہ بن علی بن زیاد نے اسے محمد بن ابراہیم البوشنجی نے اسے امیہ بن بسطام نے اسے یزید بن زریع نے اسے روح بن القاسم نے العلاء سے اور اس نے اپنے والد سے اس نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کر کے خبر دی ابوہریرہ نے کہا کہ جب اللہ نے اپنے رسول پر ان تبدو مافی انفسکم والی آیت نازل کی تو یہ بات صحابہ پر بڑی سخت گزری اس کے بعد صحابہ رسول اللہ کے پاس آئے اور آپ سے عرض کیا کہ ہم پر ایسے اعمال لاگو کیے گئے جن کی ادائیگی ہم کر سکتے ہیں یعنی نماز روزہ جہاد زکوۃ۔ اب آپ پر یہ آیت نازل کی گئی ہے یعنی یہ حکم نازل کیا گیا ہے جسے ہم بجا نہیں لا سکتے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ تم بھی وہی کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے دو کتابوں یعنی توراۃ اور انجیل کے حامل لوگوں نے کہا میری رائے میں آپ نے کہا سمعنا وعصینا یعنی ہم نے سنا اور نہیں مانا تم کہو اسمعنا واطعنا غفرانک۔ یعنی ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی ہم تیری بخشش مانگتے ہیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے جب قوم نے اس آیت کو پڑھا تو ان کی زبانیں لڑکھڑا گئیں اس کے بعد اللہ نے یہ آیت نازل کی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ۔ آخر تک اور اس آیت کا حکم منسوخ کر دیا اور یہ آیت نازل کی لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے امیہ بن بسطام کے حوالے سے نقل کیا۔ (۱)

سعید بن منصور اور عبد بن حمیدؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت "وان تبدوا مافی انفسکم" نازل ہوئی تو یہ حکم صحابہ کرامؓ پر بھاری ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے دلوں میں کوئی ایسی بات سوچتے

۱۔ تفسیر اسباب نزول قرآن

ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ مخلوق میں سے کوئی اس بات پر قطع نہ تو ہو بلاشبہ ہمارے لیے اس طرح اور اس طرح (گناہ) ہوگا آپ نے فرمایا کیا تم اسی حالت سے ملے ہو (یعنی تمہیں ایسی صورت پیش آئی ہے) اور یہ تو صریح ایمان (کی نشانی) ہے تو (اس پر) اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت" امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون"۔

حاکم (نے اس کو صحیح کہا) بیہقیؒ نے شعب میں یحییٰ بن کثیرؒ کے طریق سے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت" امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ" نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہوئی تو نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کے لیے حق ہے کہ وہ ایمان لے آئے ذھبیؒ نے فرمایا کہ یحییٰ اور انسؓ کے درمیان انقطاع ہے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؓ سے روایت کیا ہے ہم کو یہ بات ذکر کی گئی جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس کے لیے حق ہے کہ وہ ایمان لے آئے میں کہتا ہوں انسؓ کی حدیث کے لیے شاہد ہے۔

ابن ابی داؤدؒ نے المصاحف میں علی بن ابی طالبؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے لفظ آیت" امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون" پڑھا۔

سعید بن منصورؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس طرح پڑھا کرتے تھے لفظ آیت" کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ"۔

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایمان والوں نے فرمایا ہم ایمان لائے اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتل بن حیانؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "لانفرق بین احد من رسلہ" کہ ہم اس کے رسولوں میں کسی ایک میں فرق نہیں کرتے اور جو احکام رسول لے آئے ہم ان کا انکار نہیں کرتے اور ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتے (پھر فرمایا) لفظ آیت "وقالوا سمعنا" یعنی ہم نے قرآن کو سن لیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا (پھر فرمایا) یعنی اس کو اللہ کے لیے پڑھو (اس نیت سے) کہ اس کی اطاعت کرو گے اس کے امر میں اور اس کی نہی میں۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے یحییٰ بن عمیرؒ سے روایت کیا کہ وہ اس طرح پڑھا کرتے تھے لفظ آیت "لایفرق بین احد من رسلہ" اور فرماتے تھے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر ایک پر ایمان لایا اور ہر ایک فرق نہیں کرتا۔

ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "غفرانک ربنا" سے مراد ہے تمہاری مغفرت کردی گئی اور "والیک المصیر" سے مراد ہے کہ تیری طرف ہی لوٹنا ہے اور (تیری طرف ٹھکانا ہے جس دن حساب قائم ہوگا)۔

سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ آیت نازل ہوئی: (لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) [البقرۃ:٢٨٤] تو صحابہ پر بہت گراں گزری، وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دو زانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہمیں نماز، روزہ، جہاد اور صدقے جیسے اعمال کا حکم دیا گیا جن کی ہمیں طاقت تھی اور اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ہمیں اس کی طاقت نہیں ہے تو

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس طرح کہو جس طرح تم سے پہلے دونوں کتابوں (توراۃ وانجیل) والوں نے کہا تھا: (سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا) "ہم نے سنا اور نافرمانی کی" بلکہ یہ کہو: (سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ) "ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" تو انھوں نے کہا: (سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ) تو جب صحابہ نے اس کا اقرار کر لیا اور یہ الفاظ ان کی زبانوں پر رواں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس موقع پر یہ آیت نازل فرما دی: (اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مِنۡ رَّبِّهٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ‌ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓٮِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِهٖ‌ وَقَالُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا‌ غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ)[البقرۃ:۲۸۵] "رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" جب صحابہ نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرما دی: (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا‌ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا اكۡتَسَبَتۡ‌ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِيۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا)[البقرۃ:۲۸۶] "اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا، اے ہمارے رب! ہم سے مواخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔" تب اللہ نے فرمایا، ہاں!

(میں نے قبول فرمایا، پھر ہے) (رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ إِصۡرٗا كَمَا حَمَلۡتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِنَا) "اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے۔" اللہ نے فرمایا، ہاں! (میں نے قبول فرما لیا، پھر ہے) (رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ) "اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! (وَٱعۡفُ عَنَّا وَٱغۡفِرۡ لَنَا وَٱرۡحَمۡنَآۚ أَنتَ مَوۡلَىٰنَا فَٱنصُرۡنَا عَلَى ٱلۡقَوۡمِ ٱلۡكَٰفِرِينَ) "اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔" اللہ نے فرمایا، ہاں! (میں نے قبول فرما لیا)۔" [1]

1۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند 5 / 243 میں یہ روایت نقل فرمائی ہے، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ جناب خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سفر معراج میں جب سدرۃ المنتھی کے پاس پہنچے تو وہاں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تین عمدہ چیزیں عطا کی گئیں۔ 1۔ پانچ نمازیں۔ 2۔ سورہ بقرہ کی آخری آیات۔ 3۔ ہر اس امتی کی بخشش جس نے اللہ جل جلالہ کے ساتھ شرک نہ کیا۔

2۔ علامہ سیوطیؒ نے الدر منثور 1 / 378 میں لکھا کہ فریابی، ابو عبیدؒ، طبرانی اور محمد بن نصرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

سورہ بقرہ کی یہ آخری آیات عرش الٰہی کے نیچے پڑے خزانہ سے اتری ہیں۔

3۔ علامہ سیوطیؒ نے الدر 1 / 378 میں لکھا ہے خطیبؒ نے تلخیص المتشابہ نامی کتاب میں حضرت ابن مسعودؓ

۱۔ [مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تجاوز اللہ عن حدیث النفس: ۱۲۵]

کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جس نے سورہ بقرہ کی آخری تین آیات کی تلاوت کی اس نے بہت تلاوت کی اور اچھا کام کیا۔

4۔ علامہ زمخشری نے کشاف 1 / 173 میں لکھا ہے جناب رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت کے خزانوں میں سے دو آیات نازل فرمائی ہیں۔ رحمن ورحیم ذات نے مخلوق کی تخلیق سے دو ہزار برس قبل اپنے دست قدرت سے یہ آیات لکھیں۔ جو بندہ عشاء کے بعد ان کی تلاوت کرے گا اسے رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٨٦﴾ ع﴾

اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے اس کا پھل اسی کے لیے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے اس کا وبال اسی پر ہے۔ (ایمان

لانے والو تم یوں دعا کیا کرو) اے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہم سے مواخذہ نہ فرما۔ اور اے ہمارے پروردگار! ہمارے اوپر اس طرح کا کوئی بار نہ ڈال جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے ہو گزرے' اور اے ہمارے پروردگار! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو' اور ہمیں معاف کر' ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہمارا مولا ہے پس کافروں کے مقابلے میں تو ہماری مدد فرما)۔

شان نزول

امام ابن جریرؒ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا' تو صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم ہاتھ پاؤں اور زبان کے کاموں سے توبہ اور رجوع کرتے ہیں وسوسوں سے کیسے رجوع کریں تو جبرائیلؑ اس آیت کو لے کر آئے: اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا' بیشک تم وسوسوں سے باز رہنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

امام بخاریؒ' امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ' امام ترمذیؒ' امام نسائیؒ' اور امام ابن ماجہؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: میری امت کے سینہ میں جو وسوسے آتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمالیتا ہے' جب تک کہ وہ ان پر عمل نہ کریں اور ان کی بات نہ

کریں۔ [1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اس (شخص) نے نیک کام کیے ہیں ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے، اور جو اس نے برے کام کیے ہیں ان کا نقصان (بھی) اس کے لیے ہے۔ (البقرہ: ۲۸۶)

کسب اور اکتساب کا معنی اور شر کا اکتساب کے ساتھ مخصوص کرنے کی توجیہ:

جس کام کو انسان قصد اور ارادہ سے کرے اس کو کسب اور اکتساب کہتے ہیں، اور خواطر اور وساوس میں انسان کے قصد اور ارادہ کا دخل نہیں ہوتا اس لیے ان پر گرفت نہیں ہوگی، اسی طرح جو کام انسان سے نسیانا اور خطاء ہو جائے یا جو کام اضطراری طور پر صادر ہو، اس پر بھی گرفت نہیں ہوگی۔

امام ابن ماجہؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے ان کاموں کو معاف کر دیا جو خطاء ہوں، نسیانا ہوں یا جن کاموں پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔

___ [2]

اہل لغت کے نزدیک کسب اور اکتساب کا معنی واحد ہے، اور بعض نے کسب اور اکتساب میں فرق بیان کیا ہے، کسب عام ہے خواہ انسان وہ کام صرف اپنے لیے کرے یا دوسرے کے لیے اور اکتساب اس کام کو کہتے ہیں جو صرف اپنے لیے کیا جائے زمخشریؒ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خیر کے لیے کسب اور شر کے لیے اکتساب کو استعمال کیا ہے، کیونکہ باب افتعال کا خاصہ ہے! کسی چیز کو زیادہ محنت اور کوشش سے حاصل کرنا، اور جب انسان کسی برے کام کی خواہش کرتا ہے تو اس کی تحصیل میں زیادہ عمل کرتا ہے اس

۱۔ (الدرالمنثور ج۱ ص ۷۳۶، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

۲۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

کے لیے اکتساب فرمایا: اور بعض نے کہا: نیکی کے کام انسان کی فطرت کے مطابق ہوتے ہیں اس لیے ان کو کرنیکے لیے زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑتی اور برائی کے کام چونکہ انسان کی فطرت کے خلاف ہوتے ہیں اس لیے ان کو کرتے وقت انسان کا نفس بوجھل ہوتا ہے اور ان کے لیے زیادہ عمل کرنا پرتا ہے اس لیے ان کے لیے اکتساب فرمایا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس کی سرشت میں خیر اور نیکی ہو وہ اگر برا کام کسی وجہ سے کرے گا تو اس کا ضمیر مزاحمت کرے گا اور اسے برائی کے لیے زیادہ دشواری ہوگی' اور جس کی سرشت میں شر اور برائی ہو وہ برے کام کو زیادہ دلچسپی اور زیادہ کوشش سے کرے گا' اس طرح ہر صورت میں برے کام میں زیادہ عمل ہوگا اس لیے برے کام کے لیے اکتساب کا لفظ فرمایا جس میں زیادہ عمل ہے کیونکہ زیادتی لفظ زیادتی معنی پر دلالت کرتی ہے۔

دوسروں کے عمل سے نفع یا ضرر پہنچنے کا بیان:

بہ ظاہر اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو صرف ان ہی کاموں کا نفع یا ضرر ہوگا جو اس نے خود کیے ہوں' لیکن تحقیق یہ ہے کہ جن کاموں کے وجود میں آنے کے لیے کسی طور سے بھی کسی انسان کا دخل ہو تو اگر وہ اچھے کام ہیں تو اس کو ان کا نفع پہنچے گا اور اگر وہ برے کام ہوں تو اس کو ان کو ضرر پہنچے گا' مثلا ایک آدمی نے مسجد بنوادی یا لائبریری قائم کردی تو جب تک اس مسجد میں نمازیں پڑھی جاتی رہیں گی اس کو اس کا اجر ملتا رہے گا اور جب تک اس لائبریری میں کتابیں پڑھی جاتی رہیں گی اس کو اجر ملتا رہے گا اس طرح اولاد کے دعا کرنے سے اور کسی استاذ کے پڑھائے ہوئے علم سے اجر ملتا رہے گا' اور جس شخص نے کوئی جواخانہ' قحبہ خانہ یا شراب خانہ بنایا ہے تو جب تک وہاں برائی کے کام ہوتے رہیں گے اس کے نامہ اعمال میں گناہ لکھے جاتے رہیں گے۔ امام مسلم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حضرت جریر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں اون کے کپڑے پہنے ہوئے کچھ دیہاتی حاضر ہوئے' آپ نے ان کی بدحالی اور ضرورت کو دیکھا' پھر آپ نے لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی لوگوں نے کچھ توقف کیا جس سے آپ کے چہرہ انور پر کبیدگی کے آثار ظاہر ہوئے' پھر ایک نصاری درہموں کی تھیلی لے کر آیا' پھر دوسرا آیا اور پھر صدقہ لانے والوں کا تانتا بندھ گیا' حتیٰ کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے مسلمانوں میں کسی برے طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (۱)

امام بخاریؒ بیان کرتے ہیں:

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے گناہ میں ایک حصہ پہلے ابن آدم کا ہوگا (یعنی قابیل کا جس نے ہابیل کو ظلماً قتل کیا تھا) کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ نکالا۔ (۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کرنا۔ (البقرہ: ۲۸۶)

۱۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳٤۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۱' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

خطاء، نسیان اور جو کام جبراً کرائے جائیں ان پر مواخذہ نہ کرنا:

امام ابن ماجہ ؒ، امام ابن المنذر ؒ، امام ابن حبان ؒ، امام طبرانی ؒ، امام دار قطنی ؒ، امام حاکم اور امام بیہقی ؒ نے اپنی "سنن" میں حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطاء، نسیان اور جس کام پر اس کو مجبور کیا گیا ہو اس سے درگزر فرمالیا ہے۔

امام طبرانی ؒ نے اس حدیث کو حضرت ثوبان ؓ حضرت ابن عمر ؓ اور حضرت عقبہ بن عامر ؓ سے بھی روایت کیا ہے۔ اور ابن ماجہ ؒ نے اس حدیث کو حضرت ابوذر ؓ سے روایت کیا ہے، اور امام ابن عدی ؒ نے "کامل" میں امام ابونعیم ؒ نے "تاریخ" میں اور امام سعید بن منصور ؒ نے اپنی "سنن" میں اس کو حسن سے روایت کیا ہے، ہم اس سے پہلے امام مسلم کی روایت سے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی امام ابن جریر ؒ نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔ (البقرہ:۲۸۶)

سابقہ امتوں کے سخت احکام:

امام ابن جریر ؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو ایسے احکام کا مکلف نہ کرنا جن کو ہم ادا نہ کر سکیں، جس طرح ہم سے پہلے یہود و نصاری پر سخت احکام کا بوجھ ڈالا گیا، وہ ان احکام پر عمل نہ کر سکے، پھر اس کی سزا میں ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا گیا۔

امام ابن ابی شیبہ ؒ، امام داؤد ؒ، امام نسائی اور امام ابن ماجہ ؒ نے عبد الرحمن بن حسنہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب بنو اسرائیل کے کپڑوں پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کو قینچی سے کاٹ دیتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم ؒ نے روایت کیا ہے کہ بنو اسرائیل میں جب کوئی شخص گناہ کرتا تو اس سے کہا جاتا کہ تمہاری توبہ یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو قتل کرو' سو وہ قتل کرتا' اس امت سے ایسے سخت احکام کا بوجھ اٹھا لیا گیا۔ [۱]

سابقہ امتوں پر بہت سخت اور دشوار احکام تھے ان پر پچاس نمازیں فرض تھیں' زکوۃ میں چوتھائی مال کو ادا کرنا فرض تھا' نجس کپڑا کاٹے بغیر پاک نہیں ہوتا تھا۔ مال غنیمت حلال نہیں تھا' مسجد کے سوا کسی اور جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے' تیمم کی سہولت نہیں تھی' قربانی کو کھانے کی اجازت نہیں تھی' اونٹ کا گوشت حرام تھا' چربی حرام تھی' ہفتہ کے دن شکار کی اجازت نہ تھی' کوئی گناہ کرتے تو فوراً دنیا میں اس کی سزا مل جاتی تھی' قصاص میں قتل کرنا لازم تھا' شرک کی توبہ قتل کرنا تھی' جس عضو سے گناہ ہوتا تھا اس کو کاٹ دیا جاتا تھا ' دیت کی سہولت نہیں تھی' بعض گناہوں کی سزا میں ان کی صورتوں کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا جاتا تھا۔

سورہ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت:

امام عبد بن حمید ؒ نے عطاء ؒ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے سورہ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے پڑھا تو آپ نے کہا: آمین۔

امام احمد ؒ' امام دارمی ؒ' امام بخاری ؒ' امام مسلم ؒ' امام ابو داؤد ؒ' امام ترمذی ؒ' امام نسائی ؒ' امام ابن ماجہ

۱۔(الدر المنثور ج ۱ ص ۳۷۷ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

اورامام بیہقیؒ نے اپنی "سنن" میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ جس نے رات میں سورہ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو پڑھا تو وہ اس کے لیے کافی ہیں۔

امام طبرانیؒ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت کیا ہے کہ سورہ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو بار بار پڑھو' کیونکہ اللہ نے ان کی وجہ سے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فضیلت دی ہے۔

امام احمدؒ نے اور امام بیہقیؒ نے "شعب الایمان" میں حضرت ابوذرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: مجھے سورہ بقرہ کی آخری آیتیں عرش کی نیچے سے دی گئی ہیں مجھ سے پہلے یہ کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

امام طبرانیؒ نے سند جید کے ساتھ حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے ایک کتاب لکھی اس میں سے دو آیتیں نازل کیں اور سورہ بقرہ کو ان پر ختم کیا' جس گھر میں تین راتیں ان دو آیتوں کو پڑھا جائے گا اس گھر میں شیطان نہیں ٹھہرے گا۔ [۱]

سورہ آل عمران

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وجہ تسمیہ

اس سورت کے چوتھے رکوع میں ال عمران (عمران کی اولاد) کا ذکر ہے۔اس لیے اس کا نام آل عمران

۱۔(الدرالمنثور ج ۱ ص ۳۷۸ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

رکھ دیا گیا۔ اس کا دوسرا نام مجادلہ بھی ہے کیونکہ یہ سورت حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی الوہیت اور مباحثہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

عمران حضرت موسیٰ وحضرت ہارون (علیہ السلام) کے والد کا نام تھا۔ حضرت مریم (علیہ السلام) کے والد کا نام بھی عمران تھا۔ دونوں عمرانوں کے درمیان کئی صدیوں کا فاصلہ ہے۔ مفسرین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اس سورت میں عمران کا مصداق کون سے عمران ہیں۔ بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے والد اور بعض کے نزدیک حضرت مریم (علیہ السلام) ہیں۔

تعارف

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی، ابن الضریسؒ نے اپنے فضائل میں اور نحاسؒ نے اپنے ناسخ اور بیہقی ؒ نے اپنے دلائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ سورہ آل عمران مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

اس میں ۲۰ رکوع، ۲۰۰ آیات، ۳۰۴۲ کلمات اور ۱۵۳۲۶ حروف ہیں۔ سورہ بقرہ میں خاص طور پر بنی اسرائیل کو خطاب تھا۔ اس سورت کے ابتدائی نصف سے زائد حصہ میں عیسائیوں کو خطاب ہے۔ پھر کچھ آیتوں میں یہود ونصاریٰ دونوں کو خطاب ہے۔ سورت کے آخری حصہ میں اسلامی تاریخ کے دو اہم واقعات، غزوہ بدر اور غزوہ احد اور ان کے اسباب ونتائج کا تجزیہ ہے۔

شان نزول

اسباب النزول میں صفحہ ۹۰ اور معالم التنزیل میں (صفحہ ۲۷: ج ۱) علماء تفسیر سے نقل کیا ہے کہ نجران کے لوگ وفد کی صورت میں مدینہ منورہ آئے یہ لوگ نصاریٰ تھے ان کا یہ وفد ساٹھ افراد پر مشتمل تھا ان

میں چودہ آدمی ایسے تھے جو ان کی قوم کے سردار تھے اور ان میں سب سے بڑا ایک شخص عبدالمسیح نامی اور ایک شخص ابہم نامی تھا یہ بھی بڑا سردار تھا۔ یہ لوگ مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور مشرق کی طرف انھوں نے اپنی نماز پڑھی ان میں سے جو دو آدمی سب سے بڑے دو سردار اور قوم کے ذمہ دار تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی انھوں نے کہا کہ ہمارا دین تو اسلام ہی ہے ہم آپ سے پہلے اس دین کو قبول کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم جھوٹے ہو دین اسلام پر نہیں ہو (اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے دین اسلام ہی کو پسند فرمایا ہے اور اسی پر نجات کا مدار ہے دین اسلام میں سب سے بڑی دعوت، دعوت توحید ہے جو توحید والا نہیں وہ اللہ کے بھیجے ہوئے دین پر نہیں ہو سکتا۔ تم لوگ دین والے کس طرح ہو سکتے ہو جبکہ تم اللہ کے لیے اولاد تجویز کرتے ہو اور صلیب کی عبادت کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو انھوں نے کہا کہ اگر عیسیٰ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے اور اس طرح سے انھوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں کٹ حجتی کی اور بحثا بحثی میں ان کے دوسرے لوگ بھی شریک ہو گئے۔

حضرت سرور دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا کیا تمھیں یہ بات معلم نہیں کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ کہنے لگے ہاں! یہ بات تو ہے آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس پر موت طاری نہ ہوگی اور (تمہارے عقیدہ کے مطابق) عیسیٰ کو موت آچکی ہے۔ (کیونکہ ان کے عقیدہ میں وہ مقتول ہو چکے ہیں اور اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ وہ قرب قیامت میں تشریف لائیں گے اور وفات پائیں گے) وہ کہنے لگے ہاں یہ بات بھی ہے! آپ نے فرمایا کیا تم یہ بات نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہر چیز کو قائم کیے ہوئے ہے سب کی حفاظت فرماتا ہے

اور سب کو رزق عطا فرماتا ہے کہنے لگے ہاں ہم اس کو بھی مانتے ہیں! آپ نے فرمایا تو اب تم بتاؤ کیا عیسیٰ ان میں سے کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ نہیں ان چیزوں پر وہ قادر نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم یہ بات نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے نہ آسمان میں اور نہ زمین میں؟ کہنے لگے ہاں! ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں، آپ نے فرمایا اب بتاؤ کیا عیسیٰ (علیہ السلام) کو اس سے زیادہ کچھ علم تھا جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا فرمایا؟ کہنے لگے ان کو اس سے زیادہ کچھ علم نہ تھا! آپ نے فرمایا ہمارے رب نے رحم مادر میں عیسیٰ (علیہ السلام) کی تصویر بنا دی جس طرح چاہا۔ اور ہمارا رب نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ بتاؤ اس بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ کہنے لگے جو کچھ آپ نے فرمایا وہ صحیح ہے پھر آپ نے ان سے سوال کیا کہ بتاؤ کیا عیسیٰ (علیہ السلام) ماں کے پیٹ میں نہیں رہے جیسا کہ اور بچے رہتے ہیں پھر ان کی اسی طرح پیدائش ہوئی جیسا کہ دوسرے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر بچوں کی طرح انھیں غذا دی گئی اور وہ کھاتے تھے اور پیتے تھے اور حالت حدث بھی ان پر طاری ہوتی تھی وہ کہنے لگے کہ ہاں یہ بھی ٹھیک ہے! آپ نے فرمایا پھر ایسے شخص کے بارے میں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ پاک کا بیٹا ہو۔

یہ بات سن کر وہ لوگ خاموش ہو گئے اور اللہ جل شانہ نے سورہ آل عمران کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں جن کی تعداد اسی (۸۰) سے کچھ اوپر ہے (ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں عقائد بیان فرمائے جن کے بغیر کوئی موحد اور مسلم نہیں ہوسکتا۔ درمیان میں مشرکین سے بھی خطاب فرمایا۔ اور اہل دنیا کے مرغوبات بیان فرما کر ان کے مقابلہ میں آخرت کے انعامات بیان فرمائے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف دین اسلام ہی معتبر ہے۔ حضرت مریم اور حضرت یحییٰ (علیہ

السلام) کی پیدائش کا بھی تذکرہ فرمایا اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بغیر باپ کے پیدا فرمانے کی بھی تصریح فرمائی۔ نیز ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کا تذکرہ فرمایا اور آنحضرت سرور دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حکم دیا کہ آپ ان کو مباہلہ کی دعوت دیں۔ آپ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی تو وہ مقابلہ میں آنے سے عاجز ہو گئے۔ یہ مضامین اور ان کے ساتھ اور بہت سے امور ساتویں رکوع کے ختم تک بیان کیے گئے ہیں۔

سورہ آل عمران کی ابتدائی آیتوں کا شان نزول اور نصاریٰ نجران کے ساتھ آپ کے مناظرہ کا بیان:

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سورہ آل عمران کی ابتدائی آیات نجران کے عیسائیوں کے رد میں نازل ہوئی ہیں امام ابن جریرؒ طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ربیعؒ بیان کرتے ہیں کہ نصاریٰ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے متعلق بحث کرنے لگے اور کہنے لگے بتایئے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا باپ کون ہے؟ اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان باندھا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی بیٹا ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے' انھوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے اور اس کو موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ (علیہ السلام) پر فنا آئے گی' انھوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہر چیز کو قائم کرنے والا ہے اس کی حفاظت کرنے والا ہے اور اس کو رزق دینے والا ہے۔ انھوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا عیسیٰ (علیہ السلام) ان میں کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے نہ

زمین میں نہ آسمان میں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے علم دیئے بغیر عیسیٰ (علیہ السلام) کو کسی چیز کا علم ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا ہمارے رب نے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہا حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی صورت بنائی کیا تم کو اس کا علم ہے؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم کو علم ہے کہ ہمارا رب نہ کھانا کھاتا ہے نہ پانی پیتا ہے نہ اس کو حدث (وضو ٹوٹنا) لاحق ہوتا ہے انھوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت عیسیٰ اپنی ماں کے پیٹ میں اس طرح رہے جس طرح عورتوں کو حمل ہوتا ہے۔ پھر ان کو وضع حمل ہوا جس طرح عورتوں کو وضع حمل ہوتا ہے جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تو ان کو غذا دی گئی جس طرح بچہ کو غذا دی جاتی ہے۔ پھر وہ کھانا کھاتے تھے پانی پیتے تھے اور ان کو حدث (وضو ٹوٹنا) لاحق ہوتا تھا' انھوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر جس شخص کی یہ صفات ہوں وہ خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے۔ (آپ پہلے فرما چکے تھے کہ ہر بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور آپ نے جو بعد میں تقریر کی اس سے واضح ہوگیا کہ ممکن واجب کے' حادث قدیم کے اور محتاج مستغنی کے مشابہ نہیں ہوسکتا) آپ کی اس تقریر سے وہ جان گئے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے نہیں ہوسکتے لیکن انھوں نے عناداً" انکار کیا تب اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائیں الف لام میم۔ اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور تمام نظام عالم کو قائم کرنے والا ہے۔ (۱)

خلاصہ مضامین

رکوع ۱: پہلے اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان ہے۔ پھر قرآن کریم کے سچی کتاب ہونے اور آنحضرت (صلی

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۰۹' ۱۰۸۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہونے اور پہلی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کا بیان ہے۔اس کے بعد قرآن کریم کے منکرین کا دنیا می ذلیل وخوار ہونا مذکور ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی صفت علم اور قدرت کاملہ کا اثبات، قرآن کریم جن آیتوں میں صاف صاف احکام ہیں ان پر عمل کرنے کی ہدایت اور متشابہات میں پڑنے کی ممانعت ہے۔آخر میں اہل علم کی تعریف اور ان کی دعا کا بیان ہے۔

رکوع ۲: مال ودولت اولاد کا کافروں کے ذرا بھی کام نہ آنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو جہنم کا ایندھن قرار دینا فرعون اور اس سے پہلی قوموں کا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلانا اور ان کو نافرمانی کی سزا ملنا۔ جنگ بدر کا حال، فانی اشیاء سے محبت اور ان کو مقصد زندگی بنا لینے کی ممانعت اور آخرت کی فکر کرنے کی تلقین، پرہیز گاروں کے لیے اجر اور ان کی صفات کا بیان ۔اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے نزدیک اسلام کا پسندیدہ دین ہونا اور اہل کتاب کا حسد اور ضد کی بنا پر اس کا انکار کرنا مذکور ہے۔

رکوع ۳: پیغمبروں اور نیک لوگوں کو ناحق قتل کرنے پر یہودیوں کے لیے دردناک عذاب کی جزا اور ان کے اس عقیدے کی تردید کہ ان کو جہنم کی آگ چندروز سے زیادہ نہ چھوئے گی۔آخرت میں اعمال کے مطابق جزاوسزا کا ملنا۔اور قیامت کے ہولناک نتائج کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اختیار وقدرت کا بیان ہے۔مسلمانوں کو کافروں سے دوستی کی ممانعت اللہ تعالیٰ سے کسی کے ظاہر وباطن کا مخفی نہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کا آسمانوں اور زمین کے رازوں سے واقف ہونا اور اپنے بندوں پر بہت مہربان ہونا مذکور ہے۔

رکوع ٤: اتباع رسول ہی میں دنیا وآخرت کی فوز وفلاح کا مضمر ہونا مذکور ہے۔انبیاء (علیہم السلام) کا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے خاندان سے ہونا، حضرت مریم (علیہ السلام) کی پیدائش و پرورش،

حضرت زکریا (علیہ السلام) کی دعاء، اس کی قبولت اور ان کو بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری۔ بیٹے کا نام اور اس کی کچھ صفات اور پھر حضرت زکریا (علیہ السلام) کے بیٹے حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کی پیدائش کا حال مذکور ہے۔

رکوع ۵ :۔ حضرت مریم (علیہ السلام) کی فضیلت، ان کو بندگی اور عبادت کی تلقین، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا اثبات اور حضرت مریم (علیہ السلام) کی کفالت کا بیان۔ حضرت مریم (علیہ السلام) کو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش کی بشارت، باپ کے بغیر بیٹے کی پیدائش کا بیان، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے خدا کا بیٹا ہونے کی تردید، یہود کا حضرت مریم (علیہ السلام) پر تہمت لگانا ،حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی نبوت اور معجزے، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے حواری اور ان کی دعا اور کافروں کی خفیہ تدبیر کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا خفیہ تدبیر کرنا۔

رکوع ٦ :۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ کے وعدے، نیک لوگوں کا اجر، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش کی مثال۔ نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں قرآن کے بیان کردہ واقعات وحقائق کی تائید وتصدیق۔

رکوع ۷ :۔ اہل کتاب کی چالاکی، مکاری اور اسلام دشمنی کا ذکر، ہدایت کا منجانب اللہ ہونا، نبوت و شریعت کے عطا ہونے کا انحصار اللہ تعالیٰ کے فضل ومہربانی پر ہونا اور اہل کتاب کی خیانتوں کا بیان ہے ۔پھر خیانت کرنے والوں کا انجام، اہل کتاب کی دھوکہ دہی، نبی کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا اور لوگوں کو اس کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرنا مذکور ہے۔

رکوع ۹: انبیاء کا عہد، عہد شکنوں کو نافرمان قرار دینا، دین حق کی مخالفت، انبیاء کا سلسلہ، اسلام کے سوا

کسی اور دین کا قابل قبول نہ ہونا، ہدایت سے محروم لوگ، ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، سچی توبہ کرنے والوں کے لیے مغفرت، کفر کی حالت پر مرنے والوں سے قیامت کے روز ان کے کفر کے بدلے کسی کا فدیہ قبول نہ کیا جانا اور ان کو گناہوں کی پوری سزا ملنے کا بیان ہے۔

رکوع ۱۰: انفاق فی سبیل اللہ کا معیار۔ بنی اسرائیل کا اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں میں سے بعض کا اپنے اوپر حرام کرنا۔ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والوں کو بے انصاف قرار دیا جانا، ملت ابراہیمی کی اتباع کرنے کی تاکید، بیت اللہ کی عظمت اور اس میں خونریزی کی ممانعت، حج بیت اللہ کی فرضت، اہل کتاب کا انکار اور اہل ایمان کو کفار کی دھوکہ بازیوں سے محتاط رہنے کی تلقین ہے۔

رکوع ۱۱: اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرنے کا حکم جس طرح اس سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط سے تھامنے کی تاکید۔ اہل عرب کی دشمنیوں کو ان کے دلوں میں الفت پیدا کر کے ختم کرنا اور ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا۔ فرقہ بندی کی مذمت، بدکردار لوگوں کا انجام اور متقیوں کے حال کا بیان ہے۔

رکوع ۱۲: ۔امت مسلمہ کو بہترین امت قرار دینا، ان کے اس شرف کی وجہ، اہل کتاب کو ایمان لانے کی نصیحت، اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار، انبیاء کے قتل اور نافرمانی میں حد سے تجاوز کی بنا پر اہل کتاب پر عتاب الٰہی۔ سب اہل کتاب کا برابر نہ ہونا، اللہ والوں کی خصوصیات، کافروں کے لیے دائمی عذاب جہنم، دنیاوی زندگی میں مال خرچ کرنے والے کافروں کی مثال، کافروں کو اپنا راز دار بنانے کی ممانعت، اہل کتاب کا مسلمانوں کا دشمن ہونا اور ان سے حسد کرنا۔

رکوع ۱۳: غزوہ احد کا بیان، غزوہ بدر میں کامیابی پر شکر گزاری کی تاکید۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتوں کی آمد اور اس مدد کا مقصد، توبہ قبول کرنا اور کسی کو ایمان کی توفیق دے کر بخش دینا اور کفر

کی سزا میں کسی کی گرفت کرنا مذکور ہیں۔

رکوع ١٤: سود کی ممانعت، سود خوری کی سزا، متقیوں کی صفات اور ان کا اجر، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے سے پہلے گزر ہوئی قوموں کو پیش آنے والے واقعات کا لوگوں کے لیے باعث عبرت ہونا، جنگ احد میں مسلمانوں کے غلبہ کی خبر، گردش ایام، مومنوں کی آزمائش، اور جنت میں داخلے کی شرط کا بیان ہے۔

رکوع ١٥: آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پہلے رسولوں کی طرح ایک رسول ہونا آپ کی رحلت کے بعد دین سے منحرف ہونے والوں کا اپنا ہی نقصان کرنا۔ موت کا مقررہ وقت پر آنا، حضرات انبیاء اوران کے ساتھی، اللہ والوں کی دعا۔

رکوع ١٦: کافروں کے کہنے پر چلنے کی ممانعت۔ کافروں کے دل میں ہیبت ڈالنا، مسلمانوں کی آزمائش ۔ جنگ احد میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کو پوری طرح نہ ماننے پر مسلمانوں کا نقصان اٹھانا، پھر رحمت الٰہی کا نزول۔ منافقوں کے وسوسے۔ آزمائش کا مقصد۔

رکوع ١٧: منافقوں کی چال ۔ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہونا ۔ اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں پر انعام الٰہی، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نرم خوئی۔ نصرف الٰہی کی نوید اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کی تاکید۔ نبی کی شان، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فرائض منصبی، ابتلا کا شکوہ ۔ آزمائش کا مقصد، منافقوں کی حیلہ سازی۔ حیات شہداء۔

رکوع ١٨: احد میں شکست کے بعد واپس جاتے ہوئے ابوسفیان کا مدینہ پر دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ اور خبر ملنے پر دشمن کا پیچھا کرنے کے لیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا صحابہ کو تیاری کا حکم دینا اور

صحابہ کرام کا زخموں سے چور ہونے کے باوجود آپ کے حکم پر لبیک کہنا۔ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہونا۔ شیطان سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ ایمان کے بدلے کفر خریدنا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کھوٹے کھرے کا فرق واضح کر کے منافقوں کو مسلمانوں سے جدا کر دینا، بخل کا انجام۔

رکوع ۱۹: یہودیوں کی گستاخی اور کٹ حجتی۔ موت کا ذائقہ۔ جان و مال کا امتحان۔ اہل کتاب کا عہد۔ کافروں اور منافقوں کی خوش فہمیاں۔

رکوع ۲۰: آیات الٰہی میں غور و فکر۔ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے دعا کرتے رہنا۔ نیک لوگوں کا اجر۔ دنیا میں کفار کی خوشحالی، مومنوں کی کامیابی کا اصول۔

فضائل سورہ آل عمران

سیدنا ابوامامہ باہلیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”دو جگمگانے والی سورتیں یعنی سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھا کرو، کیونکہ وہ دونوں قیامت کے دن ایسی حالت میں آئیں گی گویا وہ دو بادل ہوں، یا دو سائبان، یا صف باندھے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں۔ وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔“ [۱]

سیدنا نواس بن سمعانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”قیامت کے دن قرآن اور ان قرآن والوں کو جو اس پر عمل کرتے تھے، لایا جائے گا۔ تو سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران قرآن مجید کے آگے آگے ہوں گی۔“ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان دو سورتوں کی تین

۱۔ [مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن وسورہ البقرۃ: ۸۰۴]

مثالیں بیان کیں، میں ان مثالوں کو اب تک نہیں بھولا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”گویا وہ دو بادل ہیں، یا دو سیاہ سائبان، جن کے درمیان خوب روشنی ہو رہی ہے، یا وہ قطار باندھے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہیں، یہ دونوں سورتیں اپنے اصحاب کی طرف سے جھگڑا کریں گی۔“ (۱)

علامہ قرطبیؒ نے احکام ۴ / ۲ میں لکھا ہے کہ دارمیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ابن مسعودؓ کا یہ فرمان نقل کیا ہے سورہ آل عمران فقیر آدمی کے لیے کیا خوب خزانہ ہے جسے وہ رات کے آخری پہر تلاوت کرتا ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے الدر ۲ / ۲ میں لکھا ہے کہ دارمیؒ، محمد بن نصر اور امام بیہقیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: جس نے سورہ آل عمران کی تلاوت کی وہ مالدار ہے اور سورہ نساء زینت بخشتی ہے۔

سعید بن منصورؒ نے ابوعطافؒ سے روایت کیا ہے کہ توراۃ شریف میں آل عمران کا نام طیبہ ہے۔

ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے بلاشبہ سورج گرہن ہو گیا اور وہ بصرہ کے امیر تھے تو انھوں نے دو رکعتیں پڑھیں جن میں سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھی۔

ابن ابی شیبہؒ نے عبدالمالک بن عمیرؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھی تو کعبؓ نے فرمایا اس نے دو سورتیں پڑھیں ان دونوں سورتوں میں ایسا نام ہے کہ جس کے ذریعہ اگر دعا کی جائے تو دعا قبول ہو گی۔

﴿ الٓمّٓ ۝۱ ﴾

”ا۔ل۔م۔“

قرآن کریم میں تین قسم کی آیات ہیں پہلی قسم کی آیات محکمات ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی آیات

۱۔[مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن وسورہ البقرۃ:۸۰۵]

کے الفاظ بھی معلوم ہیں اور ان کا مطلب اور مراد بھی معلوم ہے۔ گویا یہ آیات بالکل واضح ہیں۔ قرآن پاک کی اکثر آیتیں محکمات ہیں۔

آیات کی دوسری قسم متشابہات ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے الفاظ کا معنی تو معلوم ہے۔ مگر ان کی حقیقت پوشیدہ ہے۔ مثلاً آیت کریمہ "الرحمن علی العرش استوی" میں رحمن، عرش اور استویٰ کے معانی معلوم ہیں۔ مگر اس کی حقیقت انسانی ذہن میں نہیں آسکتی۔ وہ غامض اور دقیق ہے۔ گویا معنی تو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ گر ہے۔ مگر جلوہ گر ہونے کی کیفیت ذہن انسانی کے بس کی بات نہیں۔ ایسی آیات متشابہات کہلاتی ہیں۔

تیسری قسم کی آیات مقطعات کہلاتی ہیں۔ یہ مفرد حروف ہیں جو قرآن پاک کی انتیس سورتوں کے ابتداء میں آتے ہیں سورہ بقرہ بھی انہیں میں سے ہے۔ جو الم سے شروع ہوتی ہے۔ حروف مقطعات کا مطلب یہ ہے کہ نہ ان کا معنی واضح ہے۔ اور نہ ان کی مراد معلوم ہے۔

الم: یہ حروف مقطعات میں سے ہے اور حروف مقطعات انتیس سورتوں کے شروع میں آئے ہیں اور وہ یہ ہیں: الٓمٓ۔ الٓرٰ۔ الٓمٓصٓ۔ الٓمٓرٰ۔ حٰمٓ۔ حٰمٓ عٓسٓقٓ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ طٰسٓ۔ طٰسٓمٓ۔ طٰہٰ۔ یٰسٓ۔ صٓ۔ قٓ۔ نٓ۔

ان میں الٓمٓرٰ چھ جگہ ہے۔ اور الٓرٰ پانچ جگہ ہے اور حٰمٓ چھ جگہ ہے اور طٰسٓمٓ دو جگہ ہے۔ اور ان کے علاوہ باقی سب ایک ایک جگہ ہیں۔ کیونکہ یہ متشابہات میں سے ہیں۔ اس لیے مفسرین ان کے سامنے یوں لکھ دیتے ہیں۔ اللہ اعلم بمرادہ بذلك۔ (اللہ کو اس کا معنی معلوم ہے)

حروف مقطعات علم کی تحقیق

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا "الم" اور اس کی مثل دیگر حروف مقطعات کا معنی کسی کو معلوم ہے یا نہیں! ایک قول یہ ہے کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، خلفاء راشدین اور دیگر صحابہؓ سے اس قسم کی روایات منقول ہیں۔

علامہ بیضاویؒ لکھتے ہیں: حضرات خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی مراد یہ ہے کہ یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان اسرار اور رموز ہیں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علاوہ کسی اور کو ان حروف مقطعات پر مطلع کرنے کا قصد نہیں کیا گیا، اور یہ نہیں ہوسکتا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی ان حروف کے معانی کا علم نہ ہو ورنہ لازم آئے گا کہ غیر مفید کلام کے ساتھ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خطاب کیا گیا اور یہ بہت بعید ہے۔ [١]

قرطبیؒ نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود (رضی اللہ عنہم) سے نقل کیا ہے کہ ان کے معنی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں اور کسی کو معلوم نہیں۔ اس لیے وہ ان حروف کی کوئی تفسیر نہیں کرتے۔ عامر، شعبی، سفیان ثوری، ربیع بن خیثم رحمہم اللہ بھی یہی کہتے ہیں ابو حاتم بن حبانؒ کو بھی اسی سے اتفاق ہے۔ [٢]

حضرت علی المرتضیٰؓ سے منقول ہے کہ ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی چھانٹی ہوئی یا منتخب بات ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم میں ایسی بات حروف مقطعات الم وغیرہ ہیں جنہیں ہر آدمی کا سمجھنا ضروری نہیں۔ [٣]

١۔ (انوار التنزیل مع الخفاجی، ج١ ص ١٧٨ مطبوعہ دار صادر، بیروت، ١٢٨٣ھ)

٢۔ تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی

٣۔ (2۔ تفسیر کبیر ج2، ص3، تفسیر عزیزی پ1، ص74)

حضرت امام عامر بن شرجیل المعروف شعبیؒ نے پانچ سو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی زیارت کی ہے۔ اوران سے علم حاصل کیا ہے۔آپ امام ابوحنیفہؒ کے استاذ ہیں جب آپ سے حروف مقطعات کا مطلب پوچھا گیا توفرمایا یہ اللہ کے راز ہیں ان کے پیچھے مت پڑو۔ہوسکتا ہے تم انہیں سمجھنے میں ناکام رہو اور کسی غلط چیز میں مبتلا ہوجاؤ۔لہٰذا تم انہیں صرف پڑھ لیا کرو۔ (۱)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کے ہر حروف کی تلاوت پر دس نیکیاں عطا فرماتے ہیں جومومن ان حروف کو پڑھے گا اسے تیس نیکیاں حاصل ہوں گی یہی بہت بڑی غنیمت ہے۔ لہٰذا ان کے معانی تلاش کرنے میں کوشش نہ کرو۔ (۲)

علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں: ظن غالب یہ ہے کہ حروف مقطعات کا علم مخفی ہے' علماء اس کی تاویل سے عاجز ہیں' حضرت ابن عباسؓ کا یہی قول ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا: ہر کتاب کے اسرار ہوتے ہیں اور قرآن مجید کے اسرار اوائل حروف مقطعات ہیں' امام شعبیؒ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اسرار کا کھوج نہ لگاؤ۔بعض علماء نے کہا: اگر ان حروف کا کوئی معنی نہ ہو تو یہ مہمل ہوں گے' یہ قول صحیح نہیں ہے' کیونکہ اگر یہ مراد ہو کہ تمام لوگوں کو ان حروف کا معنی معلوم ہو تو یہ ضروری نہیں اور اگر یہ مراد ہو کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کا معنی معلوم ہو تو کوئی مومن اس میں شک نہیں کرسکتا اور ہر صاحب ایمان کا یہ ایمان ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان حروف کے معنی معلوم ہیں۔ (۳)

حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں اور فقہاء شافعیہ اور حنفیہ کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم (صلی

۱۔(3۔تفسیر عزیزی پ 1 ص 75، تفسیر کبیر ج 2 ص 3)

۲۔(4۔تفسیر کبیر ج 2 ص 2)

۳۔(روح المعانی ج۱ ص ۱۰۱۔۱۰۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دنیا میں متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا۔

ملا جیونؒ لکھتے ہیں: متشابہ کا حکم یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس کی مراد حق ہے' اگرچہ قیامت سے پہلے ہم کو وہ مراد معلوم نہیں ہے اور قیامت کے بعد متشابہ ہر ایک پر منکشف ہو جائے گا اور یہ امت کے حق میں ہے اور بہر حال نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو متشابہات کا قطعی طور پر علم ہے' ورنہ آپ کو ان سے خطاب کرنے کا فائدہ باطل ہو جائے گا اور یہ مہمل کلام سے خطاب کرنے کی طرح ہوگا جیسے حبشی کے ساتھ عربی میں گفتگو کی جائے اور یہ تقریر ہمارے نزدیک ہے اور امام شافعی کے نزدیک تمام "راسخین فی العلم" کو متشابہات کا علم ہے۔ [1]

قاضی ثناء اللہ مظہر نقشبندیؒ لکھتے ہیں: میرے نزدیک حق یہ ہے حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان اسرار ہیں' ان حروف سے عام لوگوں کو سمجھانے کا قصد نہیں کیا گیا بلکہ صرف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان حروف سے افہام مقصود تھا۔ علامہ سجاوندیؒ نے کہا ہے کہ یہ حروف مقطعات اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان اسرار ہیں اور کبھی محبین کے درمیان کچھ کلمات بہ طور معمہ ہوتے ہیں، ان میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ ان کلمات کو محرمان راز کے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

ایک قول یہ ہے کہ حروف مقطعات اور متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے ساتھ مخصوص کر لیا ہے' ان کا علم نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عطا کیا ہے اور نہ آپ کے متبعین کو' یہ قول بہت بعید ہے' کیونکہ خطاب افہام کے لیے ہوتا ہے اگر ان حروف سے افہام نہ ہو تو ان سے خطاب کرنا مہمل کلمات

۱۔ (نور الانوار ص ۹۳' مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی)

سے خطاب کرنے کی طرح ہوگا' یا جیسے عربی کے ساتھ ہندی میں خطاب کیا جائے' نیز پورا قرآن بیان اور ہدایت نہیں رہے گا (کیونکہ جب ان الفاظ کا کوئی مفہوم حاصل نہ ہو تو ان سے ہدایت کیسے حاصل ہوگی) اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ وعدہ فرمایا ہے: (آیت) " ثم ان علینا بیانہ (القیامہ: ۱۹) (ترجمہ) پھر اس قرآن کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔اس وعدہ کا خلاف لازم آئے گا' (اسی طرح " الرحمن علم القرآن" کا بھی خلاف لازم آئے گا' کیونکہ حروف مقطعات بھی قرآن ہیں اور رحمان نے ان کو نہیں سکھایا)' اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن خواہ محکم ہو یا متشابہ' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا بیان واجب اور ضروری ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ میں" راسخین فی العلم " سے ہوں اور میں ان علماء سے ہوں جن کو ان کی تاویل کا علم ہے' اسی طرح مجاہدؒ سے بھی مروی ہے۔حضرت مجدد الف ثانیؒ نے یہ دعوی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر حروف مقطعات کی تاویل کو ظاہر فرما دیا ہے اور ان کے اسرار کو بیان کر دیا ہے لیکن عام لوگوں کے لیے ان کا بیان ممکن نہیں ہے کیونکہ ان کا بیان کرنا ان کے اسرار الہیہ ہونے کے منافی ہے۔ (۱)

شیخ محمود الحسنؒ لکھتے ہیں: ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں ان کے اصلی معنی تک اوروں کی رسائی نہیں بلکہ یہ بھید ہے اللہ اور اس کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان جو بہ وجہ مصلحت وحکمت ظاہر نہیں فرمایا۔ (۲)

میں (محمد طاہر) کہتا ہوں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ان کا ٹھیک مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں،

۱۔(تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۵-۱۴' مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

۲۔(حاشیۃ القرآن ص ۳ مطبوعہ کمپنی لمیٹڈ' کراچی)

یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ایک راز ہے جس کی تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں اور عقیدے یا عمل کا کوئی مسئلہ ان کے سمجھنے پر موقوف نہیں۔

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝۲ ﴾

اللہ ہی معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زندہ اور قائم رکھنے والا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: ارشاد فرمایا: (اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ) [النساء:۱۷۱] ”اللہ تو صرف ایک ہی معبود ہے۔“ اور فرمایا: (اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّآ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ) [الانعام:۱۹] ”کیا بیشک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بیشک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بیشک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔“ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ: حَیٌّ اور قَیُّوْمٌ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ہیں۔ ”حی“ کا مطلب ہے کہ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا، اسے موت اور فنا نہیں۔ ”قیوم“ کا مطلب ہے کہ وہ ساری کائنات کا قائم کرنے والا، محافظ اور نگران ہے۔ ساری کائنات اس کی محتاج اور وہ کسی کا محتاج نہیں، ارشاد فرمایا: (وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ) [الفرقان:۵۸] ”اور اس زندہ پر بھروسا کر جو نہیں مرے گا۔“

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”اللہ ہمیشہ سے ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔“ [۱]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس طرح دعا کیا کرتے

۱۔ [بخاری، کتاب التوحید، باب (وکان عرشہ علی الماء۔۔۔ الخ): ۷۴۱۸]

تھے: (اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ)

"(اے اللہ!) میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں، تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، تو وہ ہے کہ جس کو موت نہیں آتی، جبکہ جنات اور انسان تو مرتے رہتے ہیں۔"[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور تمام نظام عالم کو قائم کرنے والا ہے۔ (آل عمران: ۲) سورہ بقرہ میں آیت الکرسی کی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر بیان کی جا چکی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا معنی ہے مستحق عبادت "حی" کا معنی ہے صاحب حیات' اور حیات کا معنی ہے ایسی صفت جو احساس' حرکت بالا رادہ اور علم کے ساتھ اتصاف کو مستلزم ہو اور "قیوم" کا معنی ہے ہر چیز کو قائم کرنے والا' اس کے وجود اور بقاء کی حفاظت کرنے والا اور اس کے حقوق کی رعایت کرنے والا۔

موجود انجیل کی شہادت سے حضرت مسیح کا خدا یا خدا کا بیٹا نہ ہونا:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ وہ ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے ہمیشہ زندہ رہے گا وہ تمام نظام عالم کو قائم کرنے والا ہے لہٰذا سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ موجودہ انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو بھوک لگتی تھی ان سولی دی گئی اور وہ درد سے چلائے۔ اور ظاہر ہے جس کا یہ حال ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ متی کی انجیل میں ہے: اور صبح کو پھر شہر جا رہا تھا اسے بھوک لگی۔ متی باب: ۲۱ آیت: ۱۸۔ اور راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کے اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اتر آ۔ متی باب: ۲۷

۱۔ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ (وھو العزیز الحکیم): ۷۳۸۳]

آیت: ٤٠۔ ٣٩۔ اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز میں کے ساتھ چلا کر کہا کہ ایلی۔ ایلی لما شبقتنی؟ یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ متی باب: ٢٧ آیت ٤٦۔ یسوع نے پھر بڑی آواز کے ساتھ چلا کر جان دے دی۔ متی باب: ٢٧ آیت: ٥٠۔ ان اقتباسات کو پڑھ کر کوئی صاحب عقل یہ باور نہیں کر سکتا کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) خدا یا خدا کے بیٹے تھے البتہ ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ابن الانباریؒ نے المصاحف میں ابی بن کعبؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے لفظ آیت "ھوالحی القیوم" پڑھا

عبد بن حمیدؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے "القیوم" سے مراد ہے ہر چیز کو قائم کرنے والا۔

ابو عبیدؒ، سعید بن منصور اور طبرانیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس طرح پڑھا "الحی القیام"۔

ابو عبیدؒ، سعید بن منصورؒ، محمد بن حمیدؒ، ابن داوٗدؒ، ابن الانباریؒ اکٹھے مصاحف میں ابن المنذر اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا کہ حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عشاء کی نماز پڑھی تو سورہ آل عمران کو شروع فرمایا اور یوں پڑھا لفظ آیت "اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم"۔

ابن ابی داوٗدؒ نے اعمشؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہؓ کی قرات میں لفظ آیت "الحی القیوم" تھا۔

ابن جریرؒ، ابن الانباریؒ نے علقمہؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے لفظ آیت "الحی القیوم" پڑھا۔

ابن جریرؒ، ابن الانباریؒ نے ابو معمرؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے علقمہ کو یوں پڑھتے ہوئے سنا "الحی القیوم" اور حضرت عبد اللہؓ کے اصحاب "الحی القیوم" پڑھتے تھے۔

﴿ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ
التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝٣ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ
الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝٤ ﴾

اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ کتاب حق کے ساتھ نازل فرمائی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اسی نے توراۃ اور انجیل کو نازل فرمایا (۴)۔ اس (قرآن) سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لیے اور اسی نے قرآن نازل فرمایا، بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے، اور اللہ تعالیٰ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے (۵)۔

شانِ نزول: (آیت) ”نزل علیک الکتب بالحق“ (الخ)

ابن ابی حاتم ؒ نے ربیع ؓ سے روایت کیا ہے کہ عیسائی رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آئے اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں جھگڑنے لگے، اس پر اللہ تعالیٰ (آیت) ”الم۔ اللہ لا الہ“۔ سے تقریبا اسی آیات نازل فرمائیں۔

اور ابن اسحاق ؒ، محمد بن سہل بن ابی امامہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وفد نجران نے رسول اکرم (صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں آ کر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں گفتگو شروع کی تو ان کے بارے میں سورہ آل عمران کی ابتدائی تقریباً اسی آیات نازل ہوئیں اور اس روایت کو امام بیہقیؒ نے دلائل میں بھی روایت کیا ہے۔ [۱]

قرآن مجید کا کتاب حق ہونا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس نے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور اس نے توراۃ اور انجیل کو نازل کیا۔ اس کتاب سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لیے اور فرقان (حق اور باطل میں امتیاز کرنے والا) نازل کیا' بیشک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب منتقم ہے۔ (آل عمران: ۴۔ ۳)
جمہور مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ اور تنزیل کا معنی ہے کسی چیز کو بتدریج نازل کرنا۔ اور قرآن مجید آپ پر ضرورت اور مصلحت کے اعتبار سے ۲۳ سال میں نازل ہوا ہے حق کا معنی ہے صدق' قرآن کریم کی دی ہوئی ماضی کی خبریں اور مستقبل کی پیش گوئیاں سب صادق ہیں اور قرآن مجید کے وعد اور وعید بھی صادق ہیں۔

اس لیے قرآن مجید حق ہے' حق کا دوسرا معنی یہ ہے کہ جب کوئی اس وقت اس مقدار اور اس کیفیت میں آئی ہو کہ جس وقت' مقدار اور جس کیفیت میں اس کو ہونا چاہیے اس لحاظ سے قرآن کریم کے احکام بھی حق ہیں کیونکہ وہ احکام صحیح وقت میں نازل ہوئے' صحیح مقدار (مثلاً' کتنے فرائض ہوں) اور صحیح کیفیت (مثلاً کون سی چیز فرض کی جائے اور کون سی حرام) کے ساتھ نازل ہوئے' اس لیے قرآن مجید کی خبریں

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

اور وعدے اور وعیدات بھی حق ہیں کیونکہ وہ صادق ہیں اور قرآن مجید کے احکام بھی حق ہیں کیونکہ وہ صحیح وقت‘ صحیح مقدار اور صحیح کیفیت کے ساتھ نازل ہوئے ہیں اس آیت میں تورات اور انجیل کا ذکر ہے پہلے ہم تورات کی تحقیق کریں گے اس کے بعد انجیل کا بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

تورات کا معنیٰ‘ مصداق اور لفظی تحقیق

بعض علماء نے کہا ہے کہ تورات کا لفظ توریہ سے ماخوذ ہے‘ توریہ کنایہ کو کہتے ہیں چونکہ تورات میں زیادہ تر مثالیں ہیں اس لیے اس کو توریہ کہا گیا اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے اور عبرانی زبان میں تورات کا معنیٰ شریعت ہے۔ یہ دوسری رائے زیادہ صحیح ہے۔ تورات موجودہ بائبل (کتاب مقدس) کا ایک حصہ ہے‘ کتاب مقدس کے دو اہم حصے ہیں۔

(۱)(oldtestement) پرانا عہد نامہ

(۲)(newtestement) نیا عہد نامہ۔

پرانا عہد نامہ نئے عہد نامے سے نسبتاً زیادہ ضخیم ہے‘ کل بائبل تمام عیسائیوں کی مذہبی کتاب ہے لیکن یہودیوں کی مذہبی کتاب صرف پرانا عہد نامہ ہے۔ پرانے عہد نامہ کے مشمولات: پرانا عہد نامہ یہودیوں کے مختلف مقدس صحیفوں کا مجموعہ ہے علماء یہود نے عہد نامہ قدیم کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) تورات: (۲) صحائف انبیاء (۳) صحائف مقدسہ۔

تورات کو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اس میں بنی نوع بشر کی پیدائش سے لے کر بنی اسرائیل کی تاریخ تک اور اس کے بعد حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی وفات تک بحث کی گئی

ہے، بنی اسرائیل کے لیے جو معاشرتی قوانین اور عبادات کے طریقے واضع کئے گئے تھے وہ سب اس میں مندرج ہیں۔ اصل توراۃ حسب ذیل پانچ صحیفوں پر مشتمل ہے۔

اصل توراۃ کے مشمولات

(۱) تکوین: اس میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے پہلے کے لوگوں کے احوال بیان کئے گئے ہیں تا کہ آل یعقوب نمایاں ہو اردو کی کتاب میں اس صحیفہ کا نام پیدائش ہے۔

(۲) خروج: اس میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی ولادت سے لے کر ان کے اعلان نبوت اور کوہ طور پر جانے اور ان کو احکام دیئے جانے تک کے احوال مذکور ہیں۔

(۳) لاویین: اس میں خصوصیت کے ساتھ بنی اسرائیل کی عبادتوں کے طریقہ کا ذکر ہے اردو کی کتاب میں اس صحیفہ کا نام احبار ہے۔

(٤) اعداد: اس میں خروج کے بعد کے بنی اسرائیل کے احوال مذکور ہیں کہ کس طرح بنی اسرائیل نے اردن اور ماوراء اردن کا علاقہ فتح کیا نیز اس میں تدریجی احکام اور قوانین کا بھی ذکر ہے اردو کی کتاب میں اس صحیفہ کا نام گنتی ہے۔

(٥) تثنیہ: اس میں تاریخی پس منظر پر نظر ڈالی گئی ہے اور قوانین کا ایک مجموعہ پیش کیا ہے، یہ صحیفہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی وفات کے ذکر پر ختم ہوتا ہے۔

یہ پانچ صحائف اصل توراۃ ہیں اس کے علاوہ عہد نامہ قدیم میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد میں آنے والے انبیاء پر نازل ہونے والے صحیفوں کو بھی شامل کیا گیا مثلاً یوشع، قضاۃ صمویل اور ملوک وغیرہ زبور بھی ان صحائف میں شامل ہے بعض صحائف کا جزو ہیں یہ کل ٣٤ صحیفے ہیں عہد نامہ قدیم (اردو) میں

توراۃ کے پانچ صحائف کے یہ ۳٤ صحائف شامل ہیں۔شروع میں ان ۳۹ صحائف کی فہرست ہے یہ تمام صحائف عبرانی زبان میں تھے البتہ دانیال اور عزرا آرامی زبان میں تھے۔

موجودہ توراۃ کے متعلق یہودی اور عیسائی علماء اور مفکرین کا نظریہ

پہلی صدی عیسوی تک تمام یہودی اور عیسائی علماء اور مفکرین کا نظریہ:

پہلی صدی عیسوی تک تمام یہودیوں اور عیسائی کا یہ متفقہ عقیدہ تھا کہ توراۃ باقی تمام صحائف سمیت یعنی مکمل عہد نامہ قدیم لفظا لفظا وحی منزل من اللہ ہے اور جو کچھ بھی بین الدفتین (اس جلد میں) ہے۔وہ اللہ کا کلام ہے۔اوریجن متوفی ۲۵٤ء پہلا عیسائی عالم تھا جس نے یہ اعتراف کیا کہ عہد نامہ قدیم کی بعض عبارتیں معنوی طور سے صحیح نہیں ہیں اور بعض عبارات اخلاقی اعتبار سے پست اور مذموم ہیں ایک اور عیسائی عالم پوفری متوفی ۳۰٤ء نے یہ خیال ظاہر کیا کہ صحیفہ دانیال بابل کی جلاوطنی کے زمانہ میں نہیں لکھا گیا بلکہ چار صدی بعد ضبط تحریر میں آیا اسی طرح ایک ہسپانوی یہودی عالم ابن عذراء متوفی ۱۱٦۷ء نے تحقیق کی کہ صحائف خمسہ (توراۃ) حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد کی تالیف ہیں۔

ایک فاضل جرمن عالم رائما روس متوفی ۱۷٤۷ء نے ایک ضخیم تصنیف شائع کی جس میں اس نے بائبل کے منزل من اللہ ہونے سے انکار کیا اسی طرح اور بہت سے محققین نے یہ ثابت کیا ہے کہ توراۃ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی وفات کے بعد تالیف کی گئی ہے اور موجودہ توراۃ مع بقیہ صحائف وحی الہٰی نہیں ہیں۔

حوادث روزگار کے ہاتھوں توراۃ کا تلف ہوجانا

تاریخ سے ثابت ہے کہ حوادث زمانہ کے ہاتھوں توراۃ کئی بار تلف ہوئی ۷۰۵ قبل مسیح سے ۱۳۵ء تک فلسطین مسلسل مختلف حملہ آوروں اور فاتحین کی جولانگاہ بنا رہا۔ ۷۰۰ ق م میں سنے کرب حملہ آور ہوا اور یروشلم کا محاصرہ کیا۔ ۵۸۶ ق م میں بخت نصر حملہ آور ہوا اور یروشلم کو تباہ کر دیا اس تباہی میں توراۃ خاکستر ہو گئی اور یہودیوں کو مملکت بابل میں جلاوطن کر دیا گیا۔ ۵۳۸ ق م سے لے کر ۳۳۲ ق م تک فلسطین ایران کے زیر اقتدار رہا۔ ۳۳۲ ق م سے لے کر ۳۲۳ ق م تک فلسطین سکندر اعظم کے زیر اقتدار رہا اور ۶۳ ق م سے لے کر ۳۹۵ء تک فلسطین سلطنت روما کے زیر اقتدار رہا۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ یہودیوں کے اصل صحائف مقدسہ حوادث زمانہ کی نذر ہو گئے۔

توراۃ کی نشاۃ ثانیہ

اس بات کا کوئی محقق تاریخی ثبوت نہیں ہے کہ موجودہ صحائف توراۃ کب مرتب ہوئے عام خیال یہ ہے کہ عزرا نبی (حضرت عزیرؑ) نے ان کو دوبارہ مرتب کیا ایک مروجہ روایت کے مطابق حضرت عزراؑ نے ۹۴ صحائف ۴۰ روز میں پانچ کاتبوں کو لکھوائے جن میں سے ۳۴ صحائف اب عہد نامہ قدیم میں شامل ہیں اور باقی ۶۰ صحائف غیر مستند قرار دیئے گئے (انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا) عہد قدیم کا قدیم ترین نسخہ ۹۱۶ء کا تحریر شدہ ہے دوسری صدی عیسوی سے پہلے جو مخطوطات تھے وہ ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے عبرانی متن میں ایسے آثار بھی پائے جاتے ہیں جن سے یہ بھی ہوتا ہے کہ اوائل زمانہ میں عبارت میں ردوبدل کرنا جائز سمجھا جاتا تھا۔ اتنا تو خود علماء یہود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ توراۃ میں ۱۸ مقامات ایسے ہیں جہاں اوائل زمانہ میں کاتبوں نے عمداً "تبدیلیاں کیں" یہ تمام صحائف ایک مولف کے مرتب کئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ رفتہ رفتہ اضافے ہوتے رہے اور وہ کئی مرحلوں سے گزرنے کے بعد

موجودہ شکل میں پہنچے ہیں۔ یہود اصل توراۃ کو گم کر چکے تھے اور موجودہ توراۃ بعد میں مرتب کی گئی ہے اس کی شہادت پرانے عہدنامے میں بھی موجود ہے‘ کیونکہ پرانے عہدنامے میں لکھا ہے کہ جب یوسیاہ بادشاہ کے اٹھارویں برس میں ہیکل سلیمانی کی دوبارہ مرمت ہوئی تو توراۃ اچانک مل گئی۔اور سردار کاہن خلقیاءنے سافن منشی سے کہا کہ مجھے خداوند کے گھر میں توراۃ کی کتاب ملی ہے اور خلقیاہ نے وہ کتاب سافن کو دی اور اس نے اس کو پڑھا، اور سافن منشی بادشاہ کے پاس آیا اور بادشاہ کو خبر دی کہ تیرے خادموں نے وہ نقدی جو ہیکل میں ملی لے کر کارگزاروں کے ہاتھ میں سپرد کی جو خداوند کی گھر کی نگرانی رکھتے ہیں‘ اور سافن منشی نے بادشاہ کو یہ بھی بتایا کہ خلقیاہ کاہن نے ایک کتاب میرے حوالہ کی ہے اور سافن نے اسے بادشاہ کے حضور پڑھا، جب بادشاہ نے توراۃ کی کتاب کی باتیں سنیں تو اپنے کپڑے پھاڑے، اور بادشاہ نے خلقیاہ کاہن اور سافن کے لیے اخی قام اور میکایاہ کے بیٹے عکبور اور سافن منشی اور عسایاہ کو جو بادشاہ کا ملازم تھا یہ حکم دیا کہ، یہ کتاب جو ملی ہے اس کی باتوں کے بارے میں تم جا کر میری اور سب لوگوں اور سارے یہوداہ کی طرف سے خداوند سے دریافت کرو کیونکہ خداوند کا بڑا غضب اس سبب سے ہم پر بھڑکا ہے کہ ہمارے باپ دادا نے اس کتاب کی باتوں کو نہ سنا کہ جو کچھ اس میں ہمارے بارے میں لکھا ہے اس کے مطابق عمل کرتے۔ [۱]

موجودہ توراۃ کے موضوع اور محرف ہونے کے ثبوت میں داخلی شہادتیں:

موجودہ توراۃ میں حضرات انبیاء (علیہم السلام) کے متعلق بہت ہی نازیبا اور توہین آمیز عبارات لکھی ہیں جس کتاب کے متعلق الہامی بلکہ اللہ اور رشد و ہدایت کا ذریعہ ہونے کا دعوی کیا جاتا ہو وہ کتاب یقیناً“

۱۔(۲۔سلاطین۔باب:۲۲ آیت:۱۸۔۳)(عہدنامہ قدیم:ص۳۸۸۔مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

ایسی نہیں ہوسکتی! حضرت نوح (علیہ السلام) کے متعلق لکھا ہے: اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہوگیا۔ ①

حضرت لوط (علیہ السلام) کے متعلق لکھا ہے: اور لوط صغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اسے صغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے، تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے، آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں، سو انھوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی، اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی آؤ آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں، سو اس رات بھی انھوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی، سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں۔ ②

حضرت ہارون (علیہ السلام) کے متعلق ہے: اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پہاڑ سے اترنے میں دیر لگائی تو وہ ہارون کے پاس جمع ہو کر اس سے کہنے لگے کہ اٹھ ہمارے لیے دیوتا بنا دے، جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد موسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لایا کیا ہوگیا، ہارونؑ نے ان سے کہا تمہاری بیویوں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں ان کو

۱۔(پیدائش: باب:۹ آیت:۲۱۔۲۰)(عہدنامہ قدیم ص ۱۱ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی)

۲۔(پیدائش باب:۱۹ آیت:۳۶۔۳۰)(عہدنامہ قدیم ص ۱۹ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی)

اتار کر میرے پاس لے آؤ چنانچہ سب لوگ ان کے کانوں سے سونے کی بالیاں اتار اتار کر ان کو ہارون کے پاس لے آئے، اور اس نے ان کو ان کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت میں چھینی سے ٹھیک کی تب وہ کہنے لگے اے اسرائیل یہی تیری وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا، یہ دیکھ کر ہارون نے اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور اس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کے لیے عید ہوگی، اور دوسرے دن صبح سویرے اٹھ کر انھوں نے قربانیاں چڑھائیں، اور سلامتی کی قربانیاں گزاریں، پھر ان لوگوں نے بیٹھ کر کھایا پیا اور اٹھ کر کھیل کود میں لگ گئے۔ ①

حضرت داؤد (علیہ السلام) کے متعلق ہے: اور شام کے وقت داؤدؑ اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی، تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا کیا وہ العام کی بیٹی بنت سبع نہیں جو حتی اوریاہ کی بیوی ہے؟، اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلا لیا وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی) پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی، اور وہ عورت حاملہ ہوگئی سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں، اور داؤد نے یوآب کو کہلا بھیجا کہ حتی اوریاہ کو میرے پاس بھیج دے سو یوآب نے حتی اوریاہ کو داؤد کے پاس بھیج دیا۔ ②

چند آیات کے بعد مذکور ہے: صبح کو داؤدؑ نے یوآب کے لیے ایک خط لکھا اور اسے اوریاہ کے ہاتھ بھیجا، اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اس کے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے اور جاں بحق ہو، اور یوں ہوا کہ جو یوآب نے اس شہر کا ملاحظہ کر لیا تو اس نے اوریاہ کو

۱۔(خروج: باب:۳۲ آیت:۶۔۱) (عہدنامہ قدیم ص ۸٤ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی)

۲۔(۲ سمویل باب:۱۱ آیت:۷۔۲) (عہدنامہ قدیم ص ۱۱ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی)

ایسی جگہ رکھا جہاں وہ جانتا تھا کہ بہادر مرد ہیں، اور اس شہر کے لوگ نکلے اور یوآب سے لڑے اور وہاں داؤدؑ کے خادموں میں سے تھوڑے سے لوگ کام آئے اور حتی اوریاہ بھی مر گیا۔ [۱]

اس کے بعد مذکور ہے: جب اوریاہ کی بیوی نے سنا کہ اس کا شوہر اوریاہ مر گیا تو وہ اپنے شوہر کے لیے ماتم کرنے لگی، اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤدؑ نے اسے بلوا کر اس کو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اس کی بیوی ہوگئی اور اس سے اس کا ایک لڑکا ہوا پر اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند ناراض ہوا۔ [۲]

حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے متعلق ہے: اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی، عمونی، ادومی، صیدانی اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا، یہ ان قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے بیچ نہ جانا اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کرلیں گی، سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا، اور اس کے پاس سات سو شہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا، کیونکہ جب سلیمان بڈھا ہوگیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کرلیا اور اس کو دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا کہ اس کے باپ داؤد کا دل تھا، کیونکہ سلیمان صدانیوں کی دیوی عسارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا، اور سلیمان نے خدا کے آگے بدی کی اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اس کے باپ داؤد نے کی تھی۔ [۳]

۱۔(۲۔سموئیل، باب ۱۱، آیت: ۱۸۔۱۵)(عہد نامہ قدیم ص ۳۰۳۔۴ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی)

۲۔(۲۔سموئیل، باب ۱۱، آیت: ۲۷۔۲۶)(عہد نامہ قدیم ص ۳۰۴ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی)

۳۔(۱۔سلاطین، باب ۱۱، آیت: ۷۔۱)(عہد نامہ قدیم ص ۳۴۰ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی)

اس کے بعد مذکور ہے: اور خداوند سلیمان سے ناراض ہوا کیونکہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا۔ جس نے اسے دوبارہ دکھائی دے کر، اس کو اس بات کا حکم کیا تھا کہ وہ غیر معبودوں کی پیروی نہ کرے پر اس نے وہ بات نہ مانی جس کا حکم خداوند نے دیا تھا، اس سبب سے خداوند نے سلیمان کو کہا چونکہ تجھ سے یہ فعل ہوا اور تو نے میرے عہد اور میرے آئین کو جن کا میں نے تجھے حکم دیا نہیں مانا اس لیے میں سلطنت کو ضرور تجھ سے چھین کر تیرے خادم کو دوں گا۔ [۱]

توراۃ سے جو اقتباسات ہم نے پیش کیے ہیں ان میں اس بات کی قوی شہادت ہے کہ موجودہ توراۃ مکمل وحی الٰہی نہیں ہے بلکہ اس میں بڑی حد تک تحریف کر دی گئی ہے یہ کہنا تو صحیح نہیں کہ توراۃ تمام تر انسانی تالیف ہے کیونکہ اس میں اللہ کا کلام بھی موجود ہے اور ان ہی آیات کی قرآن مجید نے تصدیق کی ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر تفصیل سے بیان کریں گے انشاء اللہ العزیز، سردست ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ توراۃ کے متعلق قرآن مجید کے کیا ارشادات ہیں: اصل توراۃ کے منزل من اللہ ہونے کے متعلق قرآن مجید کے ارشادات: قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ توراۃ چند صحائف کا مجموعہ ہے: (آیت) "ام لم ینبا بما فی صحف موسیٰ"۔ (النجم: ۳۶) ترجمہ کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ توراۃ میں اصل اور متعقدات بھی بیان کئے گئے تھے اور تمام فروعی مسائل اور احکام شرعیہ کے لیے بھی ہدایت دی گئی تھی اور وہ بنو اسرائیل کے لیے مکمل دستور حیات تھا۔ (آیت) "واتینا موسیٰ الکتاب وجعلنہ ھدی لبنی اسرآئیل"۔ (ابنو اسرائیل: ۲) ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنو اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔ (آیت) "وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء

۱۔ (۱۔ سلاطین، باب ۱۱، آیت: ۷۔۱) (عہد نامہ قدیم ص ۳٤ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی)

موعظۃ وتفصیلا لکل شیء"۔ (الاعراف: ۱۴۵) ترجمہ: اور ہم نے ان کے لیے توراۃ کی تختیوں میں ہر شے سے نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔ قرآن مجید نے توراۃ کو ضیاء' نصیحت' فرقان' ہدایت اور نور فرمایا:

(آیت) "ولقد اتینا موسیٰ وھارون الفرقان وضیآء وذکرا للمتقین (الانبیاء: ۴۸) ترجمہ: اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون کو حق اور باطل میں امتیاز کرنے والے کتاب دی جو متقین کے لیے روشنی اور نصیحت ہے۔

(آیت) "ولقد اتینا موس الکتاب من بعد ما اھلکنا القرون الاولی بصآئر اللناس وھدی ورحمۃ لعلھم یتذکرون"۔ (القصص: ۴۳) ترجمہ: اور بیشک ہم نے پہلے زمانہ کی قوموں کو ہلاک کرنیکے بعد موسیٰ کو کتاب دی درآں حالیکہ ان میں لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے دلیلیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔ قرآن مجید سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد کے انبیاء بھی توراۃ کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔

(آیت) "انا انزلنا التورۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلمو اللذین ھادوا والربانیوں والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ" (المائدہ: ۴۴ ترجمہ: بیشک ہم نے تورایت کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے اس کے مطابق انبیاء فیصلہ کرتے رہے جو ہمارے تابع فرمان تھے' (ان لوگوں کا فیصلہ کرتے رہے) جو یہودی تھے اور اسی کے مطابق اللہ والے اور علماء فیصلہ کرتے رہے کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے۔ یہ بھی قرآن مجید کا امتیاز ہے ورنہ کسی اور مذہبی کتاب نے کسی دوسری مذہبی کتاب کی اس قدر تعریف اور ستائش نہیں کی۔ موجودہ توراۃ کے محرف ہونے متعلق قرآن مجید کے ارشادات: قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ یہودی خود کتاب کو تصنیف کرتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے:

(آیت)"فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون"۔(البقرہ:٧٩) ترجمہ: سوان لوگوں کے لیے عذاب ہے جو اپنے ہاتھوں سے ایک کتاب تصنیف کریں پھر کہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے تا کہ اس کے بدلہ تھوڑی قیمت حاصل کرلیں، سو اس کیلیے اس سبب سے عذاب ہے کہ انھوں نے کتاب تصنیف کی اوران کے لیے اس کے معاوضہ میں کمائی حاصل کرنے کے سبب سے عذاب ہے۔بعض اوقات یہود آیات کو بدل دیتے تھے اور بعض اوقات آیات کو چھپا دیتے تھے۔

(آیت)"ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون"۔(البقرہ:٤٢) ترجمہ: اورحق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کرحق کو نہ چھپاؤ۔بعض اوقات یہود توراۃ کا مطلب سمجھنے کے باوجود اس کی عبارت تبدیل کرتے تھے۔

(آیت)"وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد عقلوہ وھم یعلمون"۔(البقرہ:٧٥) ترجمہ: بیشک ان (یہود) میں سے ایک گروہ تھا جو اللہ کا کلام سنتے تھے پھر اس کو سمجھنے کے باوجود اس میں دانستہ تحریف کردیتے تھے۔

(آیت)"یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا حظا مما ذکروا بہ ولا تزال تطلع علی خائنۃ منھم"۔(المائدہ:١٣) ترجمہ: وہ کلام میں اس کی جگہوں سے تحریف کردیتے ہیں اور جس حصہ کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی وہ اس کو بھول گئے اور آپ ہمیشہ ان کی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے۔

(آیت)"یحرفون الکلم من بعد مواضعہ"۔(المائدہ:٤١) ترجمہ: اللہ کے کلام میں اس کے مواقع سے تحریف کردیتے ہیں:۔(آیت)"ولقد اتینا موسیٰ الکتاب فاختلف فیہ"۔(حم السجدۃ:٤٥) ترجمہ: اور

بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی سو اس میں اختلاف کیا گیا۔

موجودہ توراۃ کی تصدیق کے متعلق قرآن مجید کی آیات

(آیت) "وامنوا بما انزلت مصدقا لما معکم"۔ (البقرہ:۴۱) ترجمہ: اور اس (قرآن) پر ایمان لاؤ جس کو میں نے نازل کیا ہے درآں حالیکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے۔

(آیت) "فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ مصدقا لما بین یدیہ"۔ (البقرہ:۹۷) ترجمہ: اس (جبرائیلؑ) نے اللہ کے حکم سے (قرآن کو) آپ کے دل پر نازل کیا درآں حالیکہ وہ اس سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔

(آیت) "وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ"۔ (المائدہ:۴۸) ترجمہ: اور ہم نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے درآں حالیکہ یہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو اس کے سامنے ہے اور اس کے محافظ اور نگہبان ہے۔

(آیت) "ان ھذا القرآن یقص علی بنی اسرآئیل کثر الذی ھم فیہ یختلفون"۔ (النمل:۷۶) ترجمہ: بیشک یہ قرآن بنو اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں:

موجودہ توراۃ کی بعض وہ آیات جن کا قرآن مصدق ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اصل توراۃ تلف ہو چکی تھی حضرت عزیرؑ نے لوگوں سے سن کر توراۃ کی آیات کو جمع کیا تھا بعد میں ان صحائف میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کے حالات زندگی اور ان کی سیرت کے واقعات کو بھی لکھا گیا، جن پانچ صحائف کے مجموعہ کو توراۃ کہا جاتا ہے یعنی پیدائش، خروج، احبار، گنتی اور استثناء۔ ان میں سے پیدائش میں تو انبیاء سابقین کے حالات درج ہیں اور دوسرے چار صحیفوں میں حضرت موسیٰ

(علیہ السلام) اور ان کے بعد کے انبیاء (علیہم السلام) کے حالت میں موجود ہیں' قرآن مجید نے جو فرمایا ہے کہ وہ توراۃ کا مصدق ہے اس کا تعلق ان ہی آیات سے ہے ہم نے توراۃ کا مطالعہ کر کے بعض ان آیات کو تلاش کیا ہے جو قرآن کے معیار پر پوری اترتی ہیں' اور ہم اب ان آیات کو بیان کر رہے ہیں تا کہ واضح ہو جائے کہ قرآن مجید کی تصدیق کا تعلق کن کن آیات سے ہے نیز یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ قرآن مجید نے توراۃ کو محرف اور موضوع بھی فرمایا ہے اور اس کی تصدیق بھی کی ہے' اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ کل موجودہ توراۃ کو قرآن مجید محرف اور موضوع نہیں فرماتا اور نہ کل کی تصدیق کرتا ہے' ہم نے توراۃ کی بعض محرف عبارات کی مثالیں پیش کی تھیں اور اب بعض اصل آیات کی مثالیں پیش کر رہے ہیں لیکن یہ واضح رہے کہ محرف آیات اور اصل آیات کی یہ بعض مثالیں ہیں کل نہیں ہیں سن اے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔[۱]

اس کی تصدیق اس آیت میں ہے: (آیت) "والٰھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم"۔(البقرہ:۱۶۳)

ترجمہ: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے۔ دیکھ آسمان اور آسمانوں کا آسمان اور زمین اور جو کچھ زمین میں ہے یہ سب خداوند تیرے خدا ہی کا ہے۔[۲]

(آیت)"۔للہ ما فی السموات وما فی الارض"۔(البقرہ:۲۸۳) ترجمہ: جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے۔ تم اپنے لیے بت نہ بنانا اور نہ کوئی تراشی ہوئی مورت یا لاٹ اپنے لیے کھڑی کرنا اور نہ اپنے ملک میں کوئی شبیہ دار پتھر رکھنا کہ اسے سجدہ کرو اس لیے کہ میں خداوند

۱۔(استثناء باب:۵' آیت:۴)(عہد نامہ قدیم:۱۷۲)

۲۔(استثناء باب:۱۰' آیت:۱۵)(عہد نامہ قدیم:ص ۱۷۲)

تمہارا خدا ہوں۔ (۱)

(آیت) "ولاتجعلوا مع اللہ الھا اخر"۔ (الذاریات:۵۱) ترجمہ: اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ۔
(آیت) "واتخذوا من دونہ الھۃ لایخلقون شیئا وھم یخلقون ولا یملکون لانفسھم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیاۃ ولا نشورا"۔ (الفرقان:۳) ترجمہ: اور مشرکوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لئے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور وہ اپنے لیے کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ کسی نفع کے اور نہ وہ موت کے مالک ہیں اور نہ حیات کے اور نہ مرنے کے بعد اٹھنے کے۔ حضرت سیدنا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے موجودہ توراۃ میں بھی یہ بشارتیں موجود ہیں: خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا، یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن جورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تاکہ میں مرنہ جاؤں، اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں، میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ (۲)

وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔ اس کے دہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت تھی وہ بیشک قدموں سے محبت رکھتا ہے۔ (۳)

۱۔ (احبار، باب:۲۶، آیت:۱) (عہد نامہ قدیم: ص۱۲۰)
۲۔ (استثناء باب ۱۸، آیت:۱۸-۵۱) (عہد نامہ قدیم: ص۱۸٤)
۳۔ (استثناء باب:۳۳، آیت:۲) (عہد نامہ قدیم: ص۲۰۱)

(آیت) "الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجد ونہ مکتوبا عندھم فی التورۃ والانجیل"۔(الاعراف: ۱۵۷) ترجمہ: جو اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

(آیت) "لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم"۔(التوبہ: ۱۲۸) ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظیم رسول آ گیا اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے وہ تمہاری بھلائی چاہنے میں بہت حریص ہے اور مومنوں پر نہایت مشفق اور بہت مہربان ہے۔(آیت) "وماینطق عن الھوی، ان ھوالاوحی یوحی"۔(النجم: ٤۔۳) ترجمہ: وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا وہی کہتا ہے جس کی اس پر وحی کی جاتی ہے۔خداوند تیرے خدا نے تجھ کو روئے زمین کی اور سب قوموں سے چن لیا تا کہ اس کی خاص امت ٹھہرے۔ [۱]

(آیت) "یبنی اسرآئیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العلمین"۔(البقرہ: ٤۷) ترجمہ: اے بنو اسرائیل میرے اس انعام کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیا ہے اور یہ کہ میں نے تم کو (اس زمانہ کی) تمام قوموں پر فضیلت دی۔خداوند تم کو اپنے زوردار ہاتھ سے نکال لایا اور غلامی کے گھر یعنی مصر کے بادشاہ فرعون کے ہاتھ سے تم کو مخلصی بخشی۔ [۲]

(آیت) "واذ نجینکم من ال فرعون"۔(البقرہ: ٤۹) ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی۔اور اس نے مصر کے لشکر اور ان کے گھوڑوں اور رتھوں کا کیا حال کیا اور کیسے اس نے بحر قلزم کے پانی میں ان کو غرق کیا جب وہ تمہارا پیچھا کر رہے تھے اور خداوند نے ان کو کیسا ہلاک کیا کہ آج کے

۱۔(استثناء باب: ۷، آیت: ٦)(عہد نامہ قدیم: ص ۱۷۳)

۲۔(استثناء باب: ۷، آیت: ۸)(عہد نامہ قدیم: ص ۱۷۳)

دن تک وہ نابود ہیں۔ (۱)

(آیت) ”واذ فرقنا بکم البحر فانجینکم واغرقنا ال فرعون وانتم تنظرون“۔(البقرہ:۵۰) ترجمہ: اور جب ہم نے تمہارے لیے سمندر کو چیر دیا سو تم کو نجات دی اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا درآں حالیکہ تم دیکھ رہے تھے۔ اور میں نے تمہارے گناہ کو یعنی اس بچھڑے کو جو تم نے بنایا تھا لے کر آگ میں جلایا پھر اسے کوٹ کوٹ کر ایسا پیسا کہ وہ گرد کی مانند باریک ہو گیا اور اس کی اس راکھ کو اس ندی میں جو پہاڑ سے نکل کر نیچے بہتی تھی ڈال دیا۔ (۲)

(آیت) ”وانظر الی الھک الذی ظلت علیہ عاکفا لنحرقنہ ثم لننسفنہ فی الیم نسفا“۔(طہٰ:۹۷) ترجمہ: (موسیٰ نے سامری سے کہا) اپنے اس معبود کو دیکھ جس کی پوجا میں تو جم کر بیٹھا رہا، ہم اس کو ضرور جلا ڈالیں گے پھر اس (کی راکھ) کو دریا میں بہا دیں گے۔ اور اس نے ان سے کہا خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تم اپنی اپنی ران سے تلوار لٹکا کر پھاٹک پھاٹک گھوم کر سارے لشکر گاہ میں اپنے اپنے بھائیوں اور اپنے اپنے ساتھیوں اور اپنے اپنے پڑوسیوں کو قتل کرتے پھرو۔ اور بنی لاوی نے موسیٰ کے کہنے کے موافق عمل کیا چنانچہ اس دن لوگوں میں سے قریبا ”تین ہزار مرد کھیت آئے۔ (۳)

(آیت) ”واذ قال موسیٰ لقومہ یقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذالکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم“۔(البقرہ:۹۴) ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی امت سے کہا اے میری امت بیشک تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا سو اپنے خالق کی طرف توبہ کرو تو اپنی جانوں کو قتل

۱۔(استثناء باب:۱۱، آیت:۴)(عہد نامہ قدیم:ص۱۷۷)

۲۔(استثناء باب:۹، آیت:۲۱)(عہد نامہ قدیم:ص۱۷۵)

۳۔(خروج، باب:۳۲، آیت:۲۷،۲۸)(عہد نامہ قدیم:۸۵)

کرو، تمہارے خالق کے نزدیک یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا جیسے خداوند تیرے خدا نے حکم دیا ہے۔ [1]

لعنت اس پر جو اپنے باپ یا ماں کو حقیر جانے اور سب لوگ کہیں آمین۔ [2]

(آیت) "وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا، اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما۔ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربینی صغیرا"۔ (بنواسرائیل:۲۳-۲۴) ترجمہ: اور آپ کے رب نے حکم فرمایا کہ اس (اللہ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تمہارے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انھوں اف (تک) نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرنا۔ اور نرم ولی کے ساتھ ان کے سامنے عاجزی سے جھکے رہنا اور کہنا کہ اے میرے ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔ تو اپنی ماں کے بدن کو جو تیرے باپ کا بدن ہے بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری ماں ہے تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا۔ تو اپنے باپ کی بیوی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کا بدن ہے۔ تو اپنے بہن کے بدن کو چاہے وہ تیرے باپ کی بیٹی ہو چاہے تیری ماں کی اور خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو خواہ اور کہیں بے پردہ نہ کرنا، تو اپنی پوتی یا نواسی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ ان کا بدن تو تیرا ہی بدن ہے، تیرے باپ کی بیوی کی بیٹی جو تیرے باپ سے پیدا ہوتی ہے، تیری بہن ہے، تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا، تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کی قریبی رشتہ دار ہے، تو اپنی خالہ کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ

۱۔ (استثناء باب:۲۷، آیت:۱۶) (عہدنامہ قدیم: ص ۱۷۱)

۲۔ (استثناء باب:۲۷، آیت:۱۵) (عہدنامہ قدیم: ص ۱۹۲)

وہ تیری ماں کی قریبی رشتہ دار ہے، تو اپنے باپ کے بھائی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا یعنی اس کی بیوی کے پاس نہ جانا وہ تیری چچی ہے، تو اپنی بہو کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے بیٹے کی بیوی ہے سو تو اس کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا، تو اپنی بھاوج کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے بھائی کا بدن ہے، تو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا اور نہ تو اس عورت کی پوتی یا نواسی سے بیاہ کر کے انمیں سے کسی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ دونوں اس عورت کی قریبی رشتہ دار ہیں یہ بڑی خباثت ہے، تو اپنی سالی سے بیاہ کر کے اسے اپنی بیوی کی سوکن نہ بنانا کہ دوسری کے جیتے جی اس کے بدن کو بھی بے پردہ کرے۔ [۱]

(آیت) "ولا تنکحوا ما نکح اٰبآؤکم من النسآء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ ومقتا وسآء سبیلا۔ حرمت علیکم امھتکم وبنٰتکم واخواتکم وعمتکم وخلتکم وبنت الاخ وبنت الاخت وامھتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ وامھت نسآئکم وربآئبکم التی فی حجورکم من نسآئکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم وحلائل ابنآئکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ان اللہ کان غفورا رحیما"۔ (النساء: ۲۳۔۲۲)

ترجمہ: جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہے ان سے نکاح نہ کرو مگر جو گزر چکا ہے بیشک ایسا کام بے حیائی موجب غضب اور بہت ہی برا راستہ ہے، تم پر حرام کی گئیں ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور ان کی وہ بیٹیاں جو تمہارے زیر پرورش ہیں تو تمہاری ان بیویوں سے ہیں جن سے تم صحبت

۱۔ (احبار، باب: ۱۸، آیت: ۱۸۔۷) (عہد نامہ قدیم: ۱۱۲۔۱۱۱)

کر چکے ہو سوا گر تم نے ان سے صحبت نہیں کی ہے تو (ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور (تم پر حرام کی گئی ہیں) تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع کرو مگر جو گزر چکا ہے بیشک اللہ بہت بخشنے والا ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ اور تو عورت کے پاس جب تک وہ حیض کے سبب سے ناپاک ہے اس کے بدن کو بے پردہ کرنے کے لیے نہ جانا۔ ①

(آیت) " فاعتزلوا النسآء فی المحیض ولاتقربوھن حتی یطھرن "۔ (البقرہ: ۲۲۲) ترجمہ: عورتوں سے حالت حیض میں الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے مقاربت نہ کرو۔ جو جانور آپ ہی مرجائے تم اسے مت کھانا۔ ②

فقط اتنی احتیاط ضرور رکھنا کہ تو خون کو نہ کھانا کیونکہ خون ہی تو جان ہے سو تو گوشت کے ساتھ جان کو ہرگز نہ کھانا۔ ③

اور سؤر کو کیونکہ اس کے پاؤں الگ اور چرے ہوئے ہیں پر وہ جگالی نہیں کرتا وہ بھی تمہارے لیے ناپاک ہے۔ تم ان کا گوشت نہ کھانا۔ ④

اور مردار یا درندہ کے پھاڑے ہوئے جانور کو کھانے سے وہ اپنے آپ کو نجس نہ کرلے۔ ⑤

(آیت) "حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما

۱۔ (احبار: باب: ۱۸' آیت: ۱۹) (عہد نامہ قدیم: ۱۱۲)

۲۔ (استثناء باب: ۱۴' آیت: ۲۱) (عہد نامہ قدیم: ۱۸۰)

۳۔ (استثناء باب: ۱۲' آیت: ۲۳) (عہد نامہ قدیم: ۱۷۹)

۴۔ (احبار: باب: ۱۱' آیت: ۸۔۷) (عہد نامہ قدیم: ۱۰۳)

۵۔ (احبار: باب: ۲۲' آیت: ۸) (عہد نامہ قدیم: ۱۱۵)

اکل السبع الا ماذ کیتم (المائدہ:۳) ترجمہ: تم پر حرام کیا گیا ہے مردار اور (رگوں سے بہایا ہوا) خون' اور خنزیر کا گوشت اور جس پر وقت ذبح غیر اللہ کا نام پکارا گیا' اور گلا گھٹ جانے والا اور چوٹ سے مارا ہوا' اور گر کر مرا ہوا اور سینگ مارنے سے مرا ہوا اور جس کو درندے نے کھایا ہو مگر جس کو تم نے اللہ پر ذبح کر لیا ہو۔ اور تجھ کو ذرا ترس نہ آئے جان کا بدلہ جان' آنکھ کا بدلہ آنکھ' دانت کا بدلہ دانت' ہاتھ کا بدلہ ہاتھ، اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہو۔ [۱]

(آیت) "وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن السن بالسن والجروح قصاص"۔ (المائدہ:۴۵) ترجمہ: اور ہم نے ان پر توراۃ میں فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان اور آنکھ کا بدلہ آنکھ اور ناک کا بدلہ ناک اور کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔ تو کسی گھناؤنی چیز کو مت کھانا، جن چوپایوں کو تم کھا سکتے ہو وہ یہ ہیں یعنی گائے بیل اور بھیڑ بکری، اور ہرن اور چکارا اور چھوٹا ہرن اور بز کوہی اور سابر اور نیل گائے اور جنگلی بھیڑ۔ [۲]

پاک پرندوں میں سے تم جسے چاہو کھا سکتے ہو، لیکن ان میں سے تم کسی کو نہ کھانا یعنی عقاب اور استخوان خوار اور بحری عقاب، اور چیل اور باز اور گدھ اور ان کی اقسام، ہر قسم کا کوا۔ [۳]

(آیت) "ویحل لھم الطیبت ویحرم علیھم الخبآئث"۔ (الاعراف:۱۵۷) ترجمہ: وہ امی نبی ان کے لیے پاک چیزوں حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزیں حرام کرتے ہیں۔ تو اپنے بھائی کو سود پر قرض مت دینا

۱۔(استثناء باب:۱۹' آیت:۲۱) (عہدنامہ قدیم:۱۸۵)

۲۔(استثناء باب:۱۴' آیت:۵۔۳) (عہدنامہ قدیم:ص۱۸۰)

۳۔(استثناء باب:۱۴' آیت:۱۴۔۱۱) (عہدنامہ قدیم:ص۱۸۰)

خواہ وہ روپے کا سود ہو یا اناج کا یا کسی ایسی چیز کا سود، جو بیاج پر دی جایا کرتی ہے۔ [1]

(آیت) "واحل اللہ البیع وحرم الربوا"۔ (البقرہ: ۲۷۵) ترجمہ: اور اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔ جب تو خداوند اپنے خدا کی خاطر منت مانے تو اس کو پورا کرنے میں دیر نہ کرنا اس لیے کہ خداوند تیرا خدا ضرور اس کو تجھ سے طلب کرے گا تب تو گناہ گار ٹھہرے گا، لیکن اگر تو منت نہ مانے تو تیرا کوئی گناہ نہیں۔ [2]

(آیت) "ولیوفوا نذورھم"۔ (الحج: ۲۹) ترجمہ: اور (اللہ کے لیے مانی ہوئی) اپنی نذریں پوری کریں۔ تو اپنے قبیلہ کی سب بستیوں میں جن کو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے قاضی اور حاکم مقرر کرنا جو صداقت سے لوگوں کی عدالت کریں، تو انصاف کا خون نہ کرنا تو نہ تو کسی کی رورعایت کرنا اور نہ رشوت لینا کیونکہ رشوت دانشمند کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور صادق کی باتوں کو پلٹ دیتی ہے۔ [3]

(آیت) "واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل"۔ (النساء: ۵۸) ترجمہ: اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ (آیت) "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون"۔ (البقرہ: ۱۸۸) ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ (بہ طور رشوت) وہ مال حاکموں تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم گناہ کے ساتھ (ناجائز طور پر) جان بوجھ کر کھاؤ۔ اگر تم میری شریعت پر چلو اور میرے حکموں کو مانو اور ان پر عمل کرو، تو میں تمہارے لیے بروقت مینہ برساؤں گا اور زمین سے اناج پیدا ہوگا اور میدان

۱۔ (استثناء باب: ۲۳، آیت: ۱۹) (عہد نامہ قدیم: ص ۱۸۸)

۲۔ (استثناء باب: ۲۳، آیت: ۲۲) (عہد نامہ قدیم: ص ۱۸۸)

۳۔ (استثناء باب: ۲۱، آیت: ۱۹-۱۸) (عہد نامہ قدیم: ص ۱۸۲)

کے درخت پھلیں گے، یہاں تک کہ انگور جمع کرنے کے وقت تک تم داوتے رہو گے اور جو تنے بونے کے وقت تک انگور جمع کرو گے اور پیٹ بھر اپنی روٹی کھایا کرو گے اور چین سے اپنے ملک میں بسے رہو گے، اور میں ملک میں امن بخشوں گا اور تم سوؤ گے اور تم کو کوئی نہیں ڈرائے گا۔ ١

(آیت) "ولو انھم اقاموالتورۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم"۔ (المائدہ:٦٦) ترجمہ: اور اگر وہ توراۃ اور انجیل کو قائم رکھتے اور ان (احکام) کو قائم رکھتے جو ان کے لیے ان کے رب کی طرف سے نازل کئے گئے تو وہ ضرور اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔

جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا، اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگزار بن تیری خدمت کریں، اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تو اس کا محاصرہ کرنا، اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا، لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس کے شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا، ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں، پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا، بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا، تاکہ وہ تم کو اپنے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انھوں نے اپنے دیوتاؤں کے لیے کئے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف

١۔(احبار باب:٢٦ 'آیت:٦-٣)(عہد نامہ قدیم:ص:١٢٠)

گناہ کرنے لگو۔ ۱

واضح رہے کہ عیسائیوں کے نزدیک بھی کفار کے خلاف جہاد کا یہ حکم باقی ہے منسوخ نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: یہ نہ سمجھو کہ میں توراۃ یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں، کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین مل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توراۃ سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تم سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ ۲

جو غیر مسلم مستشرقین اسلام کے نظریہ جہاد پر اعتراض کرتے ہیں انھیں توراۃ اور انجیل کے ان اقتباسات کو غور سے پڑھنا چاہیے اب جہاد کے متعلق اسلام کا نظریہ ملاحظہ کریں: (آیت) ” فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوالھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فخلوق سبیلھم “۔ (التوبہ: ۵) ترجمہ: سو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو اور انھوں پکڑو اور ان کا محاصرہ کرلو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو ۔(آیت) ” فاذالقیتم الذین کفروافضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فامامنا بعدواما فدآء حتی تضع الحرب اوزارھا ذلک (محمد: ٤) ترجمہ: جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتی کہ جب تم ان کا اچھی طرح خون بہا چکو تو (قیدیوں کو) مضبوط باندھ لو پھر خواہ ان پر احسان کرکے انھیں (بلامعاوضہ) چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ و حتی کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے (حکم) یہی ہے۔(آیت) ” قاتلوا الذین لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن یدوھم صغرون “۔ (التوبہ: ۲۹) ترجمہ: اور اہل کتاب

۱۔ (استثناء باب: ۲۰ ‘ آیت: ۱۸۔۱۰) (عہدنامہ قدیم: ص ۱۸٦۔۱۸۵)

۲۔ (متی ‘ باب: ۵ ‘ آیت: ۱۸۔۱۷) (نیا عہد نامہ: ص ۸)

میں سے جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اس کو حرام قرار نہیں دیتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے ان سے قتال کرو حتی کہ وہ مطیع ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

اسلام کے نظریہ جہاد کی زیادہ وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے' امام مسلمؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب کسی شخص کو بڑے یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو بالخصوص اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتے اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو نیکی کی وصیت کرتے، پھر آپ فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرو جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ جنگ کرو' خیانت نہ کرو' عہد شکنی نہ کرو' کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ بگاڑو' اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو' جب تمہارا اپنے مشرکین دشمنوں کے ساتھ مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دینا وہ ان میں سے جس کو بھی مان لیں اس کو قبول کر لینا' اور جنگ سے رک جانا' پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کر لو اور ان سے جنگ نہ کرو' اور ان سے یہ کہو کہ وہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے شہر میں آ جائیں اور ان کو یہ بتاؤ کہ اگر انھوں نے ایسا کر لیا تو ان کو وہ سہولتیں ملیں گی جو مہاجرین کو ملتی ہیں اور ان پر وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں' اور اگر وہ مہاجرین کے شہر میں آنے سے انکار کریں تو ان کو یہ خبر دے دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں پر حکم ہو گا ان پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے لیکن ان کو مال غنیمت اور مال فے سے جہاد کے بغیر کوئی حصہ نہیں ملے گا اگر وہ لوگ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو' اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو تم بھی اس کو قبول کر لو اور ان سے جنگ نہ کرو اور اگر وہ اس کا انکار کریں تو پھر اللہ کی مدد کے ساتھ ان سے جنگ

شروع کردو، اور جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور قلعہ والے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (کسی عہد پر) ضامن بنانا چاہیں تو تم اللہ اور اس کے رسول کو ضامن نہ بنانا بلکہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو ضامن بنانا۔الحدیث۔ (۱)

اسلام کے نظریہ جہاد کی وضاحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ تورات میں جس طرح کفار سے جزیہ لینے ورنہ ان کو قتل کرنے کا حکم ہے اسلام میں بھی یہی حکم ہے اور قرآن مجید میں اسی کا مصدق ہے باقی تفصیلات میں کچھ فرق ہے اسلام نے جہاد کو زیادہ بہتر اور معتدل انداز میں پیش کیا ہے اس ضمنی وضاحت کے بعد ہم پھر اصل موضوع کی طرف آرہے ہیں: اگر تیری بستیوں میں کہیں آپس میں خون یا آپ کے دعوی یا آپس کی مار پیٹ کی بابت کوئی جھگڑے کی بات اٹھے اور اس کا فیصلہ کرنا تیرے لیے نہایت ہی مشکل ہو تو تو اٹھ کر اس جگہ جسے خداوند تیرا خدا چنے گا جانا، اور لاوی کاہنوں اور ان دنوں کے قاضیوں کے پاس پہنچ کر ان سے دریافت کرنا اور وہ تجھ کو فیصلہ کی بات بتائیں گے۔ (۲)

(آیت) "فسئلوا اھل الذکران کنتم لاتعلمون"۔ (النحل: ٤٣) ترجمہ: اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔ اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی ہو اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے، تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں، لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا، یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔ (۳)

۱۔(صحیح مسلم ج۲ ص۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

۲۔(استثناء باب:۱۷، آیت:۹۔۸)(عہد نامہ قدیم: ص۱۸۳)

۳۔(استثناء باب:۲۲، آیت:۲٤۔۲۳)(عہد نامہ قدیم: ص۱۸۷)

اس آیت کی تصدیق میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: (آیت) ”وکیف یحکمونک وعندھم التورۃ فیھا حکم اللہ“۔ (المائدہ: ٤٣) ترجمہ: وہ کیسے آپ کو منصف بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے اوراس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔ سو یہ موجودہ تورات کی وہ آیات ہیں جن کا قرآن مجید مصدق ہے قرآن مجید کل موجودہ تورات کا مصدق نہیں ہے۔ ورنہ کل موجودہ تورات کو محرف قرار دیتا ہے اور ہم نے موجودہ تورات سے دونوں قسم کی مثالیں پیش کردی ہیں۔

انجیل کا لفظی معنیٰ، مصداق اور لفظی تحقیق

انجیل عبرانی زبان کا لفظ ہے عربی کے کسی لفظ سے مشتق نہیں ہے اوراس کا کوئی وزن نہیں ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ لفظ نجل سے مشتق ہے نجل زمین سے پھوٹنے والے پانی کو کہتے ہیں اور چشمہ کے فراخ کرنے کو بھی کہتے ہیں انجیل بھی احکام الہی کا سرچشمہ ہے اوراس میں تورات کے مشکل احکام کو آسان کیا گیا ہے اس لیے میں نجل کی مناسبت پائی جاتی ہے، زمخشری نے کہا ہے کہ تورات اور انجیل دونوں عجمی زبان کے لفظ ہیں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اوراس نے حواری نسلا اور مذہبا، عیسائی تھے اوران کی مذہبی زبان عبرانی تھی یا مغربی آرامی، یونانی زبان میں انجیل کے معنی بشارت ہیں انجیل کو بشارت اسی لیے کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بشارت دی۔

قرآن مجید میں ہے: (آیت) ”واذ قال عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرآئیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد“۔ (الصّف: ٦) ترجمہ: اور جب عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے کہا: اے بنی اسرائیل بیشک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں درآں حالیکہ میں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اوراس عظیم رسول کی بشارت دینے والا ہوں جس کا نام احمد

ہے۔

انجیل کی تاریخی حیثیت اور اس کے مشمولات

ہر چند کہ اصل انجیل اب من وعن باقی نہیں ہے اور موجودہ اناجیل حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بعد تالیف کی گئی ہیں، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی زندگی کے آخری تین سالوں میں جو خطبات اور کلمات طیبات ارشاد فرمائے تھے، آپ کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے کافی عرصہ کے بعد آپ کے مختلف حواریوں اور شاگردوں نے آپ کی سیرت کو مرتب کیا اور اس سیرت میں اس وحی ربانی کو بھی درج کر دیا جو حقیقت میں انجیل ہے، پھر اس میں مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ تغیرات ہوتے رہے اور کمی بیشی اور تحریف ہوتی رہی، عبرانی زبان سے اس کو سو سے زیادہ زبانوں میں منتقل کیا گیا، اس وقت دنیا میں چار انجیلیں موجود ہیں۔ متی کی انجیل، مرقس کی انجیل، لوقا کی انجیل اور یوحنا کی انجیل یہ انجیلیں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی سیرت اور آپ کی تعلیمات پر مشتمل ہیں اور رسولوں کے اعمال ہیں یعنی حواریوں کے اور پولس، پطرس، یوحنا اور یعقوب کے مکاتب ہیں یعنی خطوط، اور یوحنا کا مکاشفہ ہے، اور جو مجموعہ ان تمام چیزوں پر مشتمل ہے اس کو نیا عہد نامہ کہتے ہیں، اس کو کتاب مقدس اور بائبل بھی کہتے ہیں، بائبل لاطینی زبان کا لفظ ہے اس کا معنی مجموعہ کتب ہے، اور یہ لفظ الہامی نوشتوں کے مجموعہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کیتھولک بائبل کے نوشتوں کی تعداد پروٹسٹنٹ بائبل کی تعداد سے زیادہ ہے ہم نے جو تفصیل درج کی ہے وہ پروٹسٹنٹ بائبل کے مطابق ہے۔

انجیل کے متعلق قرآن کی آیات

(آیت) ” وقفینا علی اثارھم بعیسی ابن مریم مصدقا لما بین یدیہ من التورۃ واتینہ الانجیل فیہ ھدی ونور ومصدقا لما بین یدیہ من التورۃ وھدی وموعظۃ للمتقین“۔(المائدہ:٤٦) ترجمہ: ہم نے ان کے پیچھے ان قدموں کے نشان پر عیسیٰ بن مریمؑ کو بھیجا درآں حالیکہ وہ توراۃ کی تصدیق کرنے والے تھے جو اس کے سامنے تھی اور ہم نے ان کو انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے اور توراۃ کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس کے سامنے ہے اور (اصل انجیل) ہدایت اور نصیحت ہے متقین کے لئے۔

(آیت) ” ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون“ (المائدہ: ٤٧) ترجمہ: اور انجیل والے اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔

(آیت) ” ولو انہم اقاموا التورۃ والانجیل وما انزل الیہم من ربھم لاکلوا من فوقہم ومن تحت ارجلھم“ (المائدہ: ٦٦) ترجمہ: اور اگر وہ توراۃ اور انجیل اور جو (احکام) ان کے لیے ان کے رب کی طرف نازل ہوئے کو قائم رکھتے تو وہ ضرور اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔

(آیت) ” قل یاھل الکتب لستم علی شیء حتی تقیموا التورۃ والانجیل وما انزل الیکم من ربکم“ (المائدہ: ٦٨) ترجمہ: آپ کہئے اے اہل کتاب! تمہارا دیندار ہونا اس وقت تک غیر معتبر ہے جب تک کہ تم توراۃ اور انجیل کو قائم نہ کرو اور ان احکام کو قائم نہ کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کئے گئے ہیں۔ موجودہ انجیل کی بعض وہ آیات جن کا قرآن مصدق ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔[١]

١۔(متی: باب: ١٥ آیت: ٢٤) (نیا عہد نامہ ص ١٩۔ مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور)

(آیت) "ورسولا الی بنی اسرآئیل"۔ (آل عمران: ۴۹) ترجمہ: (مسیح عیسیٰ بن مریم) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔ اور ایک بڑی بھیڑ، لنگڑوں، اندھوں، گونگوں، ٹنڈوں اور بہت سے بیماروں کو اپنے ساتھ لے کر اس کے پاس آئی اور ان کو اس کے پاس پاؤں میں ڈال دیا اور اس نے انھیں اچھا کر دیا۔ (۱)

اور ایک کوڑھی نے اس کے پاس آ کر منت کی اور اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر اس سے کہا اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے، اس نے اس پر ترس کھا کر ہاتھ بڑھایا اور اسے چھو کر اس سے کہا میں چاہتا ہوں تو پاک صاف ہو جا، اور فی الفور اس کا کوڑھ جاتا رہا اور وہ پاک صاف ہو گیا۔ (۲)

وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ عبادت خانہ کے سردار کے ہاں سے لوگوں نے آ کر کہا تیری بیٹی مر گئی، (الی قولہ) وہ اس پر ہنسنے لگے لیکن وہ سب کو نکال کر جہاں لڑکی پڑی تھی اندر گیا، اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اس سے کہا تلیتا قومی۔ جس کا ترجمہ ہے اے لڑکی میں تجھ سے کہتا ہوں اٹھ، وہ لڑکی فی الفور اٹھ کر چلنے پھرنے لگی کیونکہ وہ بارہ برس کی تھی اس پر لوگ بہت ہی حیران ہوئے۔ (۳)

(آیت) "وابرئی الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ"۔ (آل عمران: ۴۹) ترجمہ: میں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو شفایاب کرتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ یہ نہ سمجھو کہ میں توراۃ یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توراۃ سے ہرگز نہ

۱۔ (متی: باب: ۱۵ آیت: ۳۰) (نیا عہد نامہ ص ۱۹)

۲۔ (مرقس: باب: ۱ آیت: ۴۰) (نیا عہد نامہ ص ۳۵)

۳۔ (مرقس: باب: ۵ آیت: ۳۵۔۴۲) (نیا عہد نامہ ص ۳۹)

ٹلے گا جب تک کہ سب کچھ پورا نہ ہو۔ ①

(آیت) "ومصدقالما بین یدی من التورۃ"۔(آل عمران:۵۰) ترجمہ: میں توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے۔اس نے ایک اور تمثیل ان کو سنائی کہ آسمان کی بادشاہی اس رائی کے دانے کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بو دیا، تو وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔ ②

(آیت) "ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار"۔(الفتح:۲۹) ترجمہ: انجیل میں ان کی مثل ایک کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی تو اسے طاقت دی پھر وہ موٹی ہوگئی اور اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی جو کاشتکار کو بہت اچھی لگتی ہے، تاکہ کافروں کا دل جلائے۔ مانگو تو تم کو دیا جائے گا' ڈھونڈو تو پاؤ گے' دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا۔ ③

(آیت) "وقال ربکم ادعونی استجب لکم"۔(المومن:۶۰) ترجمہ: اور آپ کے رب نے فرمایا تم مجھ سے دعا کرو میں ضرور قبول کروں گا۔اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو جہاں کیڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہی۔ ④

۱۔(متی:باب:۵ آیت:۱۸۔۱۷)(نیا عہدنامہ ص ۸)

۲۔(متی:باب:۱۳ آیت:۳۲۔۳۱)(نیا عہدنامہ ص ۱۷)

۳۔(متی:باب:۷' آیت:۷)(نیا عہدنامہ ص ۱۰)

۴۔(متی:باب:۶ آیت:۱۹)(نیا عہدنامہ ص ۹)

(آیت)الذی جمع وعدده۔ یحسب ان مالہ اخلدہ۔ کلالینبذن فی الحطمۃ"۔(الھمزۃ:٤۔٢)ترجمہ: جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال (دنیا میں) اسے ہمیشہ (زندہ) رکھے گا۔ ہرگز نہیں:! وہ چورا چورا کرنے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا۔ بلکہ اپنے لیے آسمان پر مال جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے نہ زنگ اور نہ وہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں۔ [١]

(آیت)"المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا والبقیت الصلحت خیر عند ربک ثوابا وخیر املا"(الکھف:٤٦) ترجمہ: مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے رب کے حضور ثواب کے لیے بہتر ہیں اور امید کے لیے بہت اچھی۔ میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں، لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا، میں تمہیں اطمینان دیئے جاتا ہوں اپنا اطمینان تمہیں دیتا ہوں جس طرح دنیا دیتی ہے تمہیں اس طرح نہیں دیتا، تمہارا دل نہ گھبرائے اور نہ ڈرے، تم سن چکے ہو کہ میں نے تم سے کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے تو اس بات سے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں خوش ہوتے کیونکہ باپ مجھ سے بڑا ہے، اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو، اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ [٢]

(آیت)"الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورۃ والانجیل"۔(الاعراف:١٥٧) ترجمہ: جو اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں لکھا ہوا

١۔(متی: باب:٦ آیت:٢٠)(نیا عہد نامہ ص ٨)

٢۔(یوحنا، باب:١٤، آیت: ٣٠۔٢٥)(نیا عہد نامہ ص:٩٩)

پاتے ہیں۔

احکام اسلام بہ مقابلہ تعلیمات انجیل

تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا، پس اگر تیری دہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضاء میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے، اور اگر تیرا دہنا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اس کو کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے کیونکہ تیرے لیے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضاء میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ جائے۔ [۱]

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان اپنے جسم کے کسی عضو کو کاٹنے کا مجاز نہیں ہے اگر اس کے کسی عضو سے گناہ ہو جائے تو وہ صدق دل سے توبہ کرلے اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے معاف فرما دے گا۔ یہ بھی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اسے طلاق نامہ لکھ دے، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑے وہ اس سے زنا کراتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔ [۲]

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر بیوی کو بدچلنی کے علاوہ کسی اور سبب سے طلاق دی تو پھر بھی جائز ہے اور عدت کے بعد کوئی شخص اس سے نکاح کرلے تو یہ جائز ہے جائز نکاح کرنے کے بعد اس کے شوہر کا فعل زنا

۱۔(متی: باب:۵ آیت:۔ ۳۔ ۲۷)(نیا عہد نامہ ص:۸)

۲۔(متی: باب:۵ آیت:۳۲۔۳۱)(نیا عہد نامہ ص:۸)

نہیں ہے۔تم سن چکے ہو کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے، اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لینے دے، اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زیادتی کرے تو اس سے اتنا ہی بدلہ لینا جائز ہے لیکن اسے معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے اور برائی کے جواب میں نیکی کرنا اور بھی زیادہ بہتر ہے لیکن کسی زیادتی اور برائی کرنے والے کو مزید زیادتی اور برائی کرنے کا موقع دینا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ اس شخص کے ساتھ بدخواہی کرنے کے مترادف ہے۔(آیت) "وجزآء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ"۔(الشوری:٤٠) ترجمہ: برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے پھر جو معاف کر دے اور نیکی کرے تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے۔(آیت) "ولمن صبر وغفران ذالک لمن عزم الامور"۔(الشوری:٤٣) ترجمہ اور جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یقینا یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہے۔اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے؟ اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے؟ کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟، ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے کیا تم ان کی زیادہ قدر نہیں رکھتے ؟، تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر ایک گھڑی بھی بڑھا سکے؟، اور پوشاک کے لیے کیوں فکر کرتے ہو؟ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو وہ کس طرح بڑھتے ہیں وہ نہ محنت کرتے ہیں نہ کاتتے ہیں۔ [١]

ا۔(متی: باب:٦ آیت:٢٨۔٢٥)(نیا عہد نامہ ص:٩)

اسلام میں کھانے پینے اور پہننے کی فکر کرنا اور اس کے لیے حلال ذرائع سے کسب معاش کرنا پسندیدہ فعل ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ ساتھ عبادت کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے دیگر احکام کی اطاعت کرتا رہے۔ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ"۔ (الجمعہ:۱۰) ترجمہ: سو جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور (کاروبار میں) اللہ کا فضل تلاش کرو۔ امام عبدالرزاق بن ھمامؒ متوفی ۲۱۱ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ایوبؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب نے ٹیلہ کی چوٹی سے قریش کے ایک آدمی کو آتے دیکھا۔ صحابہؓ نے کہا یہ شخص اللہ کے راستے میں ہے جو قتل کردیا جائے؟ پھر فرمایا جو شخص اپنے اہل کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے البتہ جو شخص مال کی کثرت کی طلب میں نکلے گا وہ شیطان کے راستے میں ہے۔ (۱)

جب شام ہوئی تو وہ ان بارہ کے ساتھ آیا، اور جب وہ بیٹھے کھا رہے تھے تو یسوع نے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک جو میرے ساتھ کھاتا ہے مجھے پکڑوائے گا، وہ دلگیر ہونے لگے اور ایک ایک کرکے اس سے کہنے لگے کیا میں ہوں؟، اس نے ان سے کہا وہ بارہ سے ایک ہے جو میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا ہے، کیونکہ ابن آدم تو جیسا اس کے حق میں لکھا ہے جاتا ہی ہے لیکن اس آدمی افسوس جس کے وسیلہ سے ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے! اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اس کے لیے اچھا ہوتا۔ (۲)

وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یہوداہ جو ان بارہ میں سے تھا اور اس کے ساتھ ایک بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لیے

۱۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۷۲۔۲۷۱ مطبوعہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ)

۲۔ (مرقس: باب: ۱۴ آیت: ۲۱۔۱۷) (نیا عہد نامہ ص: ۴۸)

ہوئے سردار کاہنوں اور فقیہوں اور بزرگوں کی طرف سے آپہنچی، اور اس کے پکڑوانے والے نے انھیں یہ نشان دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے اسے پکڑ کر حفاظت سے لے جانا، وہ آ کر فی الفور اس کے پاس گیا اور کہا اے ربی! اور اس کے بوسے لئے، انھوں نے اس پر ہاتھ ڈال کر اسے پکڑ لیا ان میں سے جو پاس کھڑے تھے ایک نے تلوار کھینچ کر سردار کاہن کے نوکر پر چلائی اور اس کا کان اڑا دیا، یسوع نے ان سے کہا کیا تم تلواریں اور لاٹھیاں لے کر مجھے ڈاکو کی طرح پکڑنے نکلے ہو؟، میں ہر روز تمہارے پاس ہیکل میں تعلیم دیتا تھا اور تم نے مجھے نہیں پکڑا لیکن یہ اس لیے ہوا ہے کہ نوشتے پورے ہوں، اس پر سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے، مگر ایک جوان اپنے ننگے بدن پر مہین چادر اوڑھے ہوئے اس کے پیچھے ہولیا اسے لوگوں نے پکڑا، مگر وہ چادر چھوڑ کر ننگا بھاگ گیا۔[1]

انجیل کے اس بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے حواریوں میں سے ایک نے حضرت عیسیٰ کو پکڑوایا اور جب مخالفین پکڑنے آئے تو تمام حواری حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو چھوڑ کر بھاگ گئے اس کے برعکس جب کفار قریش نے سیدنا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھر کا ننگی تلواروں کے ساتھ محاصرہ کیا تو حضرت علیؓ آپ کی جگہ آپ کے بستر پر لیٹ گئے غار ثور میں حضرت ابوبکرؓ نے سانپ کے بل پر اپنی ایڑی رکھ دی سانپ نے متواتر ڈنک مارے مگر حضرت ابوبکرؓ نے اپنی ایڑی نہ ہٹائی مبادا آپ کو کوئی گزند پہنچے' صحیح مسلم میں ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ نے اٹھ کر کہا خدا کی قسم آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں' صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت مقدادؓ نے کہا ہم موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں ہم

۱۔ (مرقس: باب: ۱۴ آیت: ۵۲-۴۳) (نیا عہدنامہ ص: ۴۹)

تو آپ کے داہنے سے بائیں سے سامنے اور پیچھے سے لڑیں گے، امام بیہقیؒ نے روایت کیا ہے جب اہل مکہ حضرت زید بن دشنہؓ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے جانے لگے تو ابو سفیان نے کہا اے ابو زید! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوتے اور تمہارے بجائے ان کی گردن ماری جاتی؟ حضرت زیدؓ نے کہا خدا کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں ہے کہ میں اپنے اہل میں عافیت سے ہوں اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیر میں کانٹا چبھ جائے۔ اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز کے ساتھ چلا کر کہا ایلی، ایلی لما شقتنی؟ یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟۔ (۱)

انجیل کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدا نے چھوڑ دیا اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے متعلق قرآن مجید میں ہے (آیت) "ماودعک ربک وما قلی"۔ (الضحی: ۳) ترجمہ: آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ آپ سے بیزار ہوا۔ انبیاء (علیہم السلام) کے متعلق کتاب مقدس میں لکھا ہے: کہ نبی اور کاہن دونوں ناپاک ہیں۔ ہاں میں نے اپنے گھر کے اندر ان کی شرارت دیکھی خداوند فرماتا ہے، اس لیے ان کی راہ ان کے حق میں ایسی ہوگی جیسے تاریکی میں پھسلنی جگہ وہ اس میں رگیدے جائیں گے اور وہاں گریں گے کیونکہ خداوند فرماتا ہے میں ان پر بلا لاؤں گا یعنی ان کی سزا کا سال، اور میں نے سامریہ کے نبیوں میں حماقت دیکھی ہے انھوں نے بعل کے نام سے نبوت کی میری قوم اسرائیل کو گمراہ کیا، میں نے یروشلم کے نبیوں میں ایک ہول ناک بات دیکھی وہ زنا کار جھوٹ کے

۱۔ (متی: باب: ۲۷ آیت: ٤٦) (نیا عہد نامہ ص: ۳۳)

پیرو اور بدکاروں کے حامی ہیں یہاں تک کہ کوئی اپنی شرارت سے باز نہیں آتا۔ [1]

قرآن مجید حضرت اسحاق، حضرت یعقوب حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرعیسیٰ، اور حضرت الیاس، کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے: (آیت) "کل من الصالحین"۔ (الانعام: ۸۵) ترجمہ: یہ سب ہدایت یافتہ اور صالح ہیں۔ اور حضرت اسماعیل (علیہ السلام) حضرت الیسع (علیہ السلام)، حضرت یونس (علیہ السلام) اور حضرت لوط (علیہ السلام) کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے۔ (آیت) "وکلا فضلنا علی العلمین"۔ (الانعام: ۸۶) ترجمہ: اور ہم نے ان سب کو ان کے زمانہ میں تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝۵ ﴾

بیشک اللہ ایسا ہے کہ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں۔

خالقِ کل

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ آسمان وزمین کے غیب کو وہ بخوبی جانتا ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں، وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں جس طرح کی چاہتا ہے اچھی، بری نیک اور بدصورتیں عنایت فرماتا ہے، اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے، جبکہ صرف اسی ایک نے تمہیں بنایا، پیدا کیا، پھر تم دوسرے کی عبادت کیوں کرو؟ وہ لازوال عزتوں والا غیر فانی حکمتوں والا، اٹل احکام والا ہے۔ اس میں اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ بھی اللہ عزوجل ہی کے پیدا کئے ہوئے اور اسی کی چوکھٹ پر

---

[1] ۔ (یرمیاہ، باب: ۲۳ آیت: ۱۴۔۱۱) (عہدنامہ قدیم ص: ۷۳۶)

جھکنے والے تھے، جس طرح تمام انسان اس کے پیدا کردہ ہیں انہی انسانوں میں سے ایک آپ بھی ہیں، وہ بھی ماں کے رحم میں بنائے گئے ہیں اور میرے پیدا کرنے سے پیدا ہوئے، پھر وہ اللہ کیسے بن گئے؟ جیسا کہ اس لعنتی جماعت نصاریٰ نے سمجھ رکھا ہے، حالانکہ وہ تو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف رگ وریشہ کی صورت ادھرادھر پھرتے پھراتے رہے، جیسے اور جگہ ہے آیت (يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ) 39۔الزمر:6) وہ اللہ جو تمہیں ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے، ہر ایک کی پیدائش طرح طرح کے مرحلوں سے گزرتی ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾

وہی تو ہے جو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جیسی چاہتا ہے بنا تا ہے۔ اس زبردست، حکمت والے کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔

قولہ تعالیٰ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۔وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے۔علامہ سیوطیؒ نے الدر 4 / 2 میں لکھا ہے کہ ابن المنذرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ کا اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ فرمان نقل کیا ہے کہ کیف یشاء کی تفسیر یہ ہے مذکر بنائے یا مونث بنائے۔

2 ۔طبریؒ نے جامع 6 / 167 میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور چند اور صحابہ کرامؓ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر یوں منقول ہے۔جب نطفہ رحم مادر میں پہنچتا ہے تو چالیس دن تک یوں ہی پڑا رہتا ہے پھر چالیس دن لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر چالیس دن گوشت پوست کی شکل اختیار

کیے رہتا ہے۔ جب اسے زندہ کرنے کی نوبت آجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی صورت بنانے کے لیے ایک فرشتہ بھیجتے ہیں۔ فرشتہ اپنی دو انگلیوں میں مٹی لے کر آتا ہے اور اسے اس گوشت میں ملا کر گوندھتا ہے پھر جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہوتا ہے اس طرح کی شکل وصورت بنا دیتا ہے۔ اس کے بعد عرض کرتا ہے کہ یہ مذکر ہوگا یا مونث؟ بد بخت ہوگا یا خوش بخت؟ اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کی زندگی کتنی ہے؟ اس میں قابلیت وصلاحیت کتنی ہوگی؟ اسے کتنی مشکلات کا سامنا ہوگا؟ پس اللہ تعالیٰ جیسا جیسا بتاتے ہیں فرشتہ لکھتا جاتا ہے۔ آدمی جب فوت ہوتا ہے تو وہیں دفن ہوتا ہے۔

(آیت) "ھوالذی یصورکم"۔ اللہ تعالیٰ نے ماؤں کے رحموں میں انسان کی تصویریں بنانے کی خبر دی ہے اور رحم کی اصل رحمۃ سے ہے، کیونکہ یہ ان میں سے ہے جن کے ساتھ ایک دوسرے پر رحم کیا جاتا ہے اور صورۃ کا اشتقاق صارہ الی کذا سے ہے جب وہ اس کی طرف مائل ہوجائے، پس صورت مائل ہوتی ہے ایک شبیہ اور ہیئت کی طرف۔ اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کو بیان کرتی ہے اور اس کے ضمن میں نجران کے عیسائیوں کا رد ہے۔ اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) ان میں سے ہیں جنکی تصوریں بنائی گئیں اور یہ ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورہ الحج اور المومنون میں تصویر کی شرح اور وضاحت کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسی طرح حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حدیث ابن مسعودؓ میں اس کی وضاحت کی ہے، جیسا کہ وہاں اس کا بیان آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ (۱)

اور اس میں طبائعین کا بھی رد ہے کیونکہ وہ اسے مستقل فاعل بناتے ہیں اور ان کا رد آیۃ التوحید میں گزر

۱۔(۱)(المحرر الوجیز، جلد۱، صفحہ ۴۰۰ دار الکتب العلمیہ)

چکا ہے اور مسند ابن سنجر میں حدیث ہے۔(ان کا نام محمد بن سنجر ہے)''بیشک اللہ تعالیٰ جنین کی ہڈیاں اور اس کی غضاریف (کچی ہڈیاں جو کھائی جاسکتی ہیں) مرد کی منی سے اور اس کی چربی اور گوشت عورت کی منی سے پیدا فرماتا ہے۔ (۱)

اور اس میں اس پر بہت بڑی دلیل ہے کہ بچہ مرد اور عورت کے پانی سے پیدا ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں صریحا موجود ہے۔

(آیت)''یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی''۔(الحجرات:۱۳) ترجمہ:اے لوگو! ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ثوبان ؓ کی حدیث میں ہے'' کہ ایک یہودی نے حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا: میں ایک شے کے بارے آپ سے سوال کرنے کے لیے آیا ہوں۔ سوائے نبی یا ایک آدمی یا دو آدمیوں کے اہل زمین میں سے کوئی اسے نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا:''تجھے نفع ہوگا اگر میں تجھے بتادوں؟''اس نے کہا: میں کان لگا کر پورے غور سے سنوں گا، پھر اس نے کہا: میں بچے کے بارے آپ سے پوچھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، تو حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: آدمی کا پانی سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی زرد، اور جب وہ دونوں جمع ہوجائیں اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہو تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے بچہ (مذکر) پیدا ہوتا ہے اور جب عورت کی منی مرد کی منی پر غالب ہو تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے بچی پیدا ہوتی ہے۔ (۲)

(آیت)''کیف یشآء'' یعنی جسے وہ چاہتا ہے خوبصورت یا بدصورت، سیاہ اور سفید، طویل القامت یا پستہ قدم، اعضاء کے اعتبار سے صحیح سالم یا اپاہج (پیدا کرتا ہے) یہاں تک کہ اس کا شقی (بدبخت) ہونا

۱۔(المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۰۰ دار الکتب العلمیہ)

۲۔(۱)(صحیح مسلم، کتاب الحیض، جلد ۱، صفحہ ۱۴۶)

اور سعید ہونا وغیرہ۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے ذکر کیا گیا کہ قرآء آپ کے پاس جمع ہیں تا کہ جو احادیث آپ کے پاس ہیں وہ انھیں سنائیں۔ تو آپ نے انھیں فرمایا: میں تم سے چار چیزوں کے سبب مشغول ہوں اور میں روایت حدیث کے لیے فارغ نہیں ہوں، تو آپ سے عرض کی گئی: وہ مشغولیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان میں سے ایک یہ ہے کہ یوم میثاق میں غور وفکر اس حیثیت سے کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یہ جنت میں ہوں گے اور مجھے کوئی پروانہیں ہے اور یہ جہنم میں ہوں گے اور مجھے کوئی پروانہیں ہے۔" اور میں نہیں جانتا اس وقت میں کون سے فریق میں تھا اور دوسری یہ ہے کہ رحم میں میری صورت بنائی گئی تو اس فرشتے نے کہا جو رحموں پر مقرر ہے: "اے میرے رب! یہ شقی ہے یا سعید ہے ۔۔۔۔"[1]

تو میں نہیں جانتا اس وقت اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا، اور تیسری چیز یہ ہے کہ جس وقت ملک الموت میری روح قبض کرے گا تو یہ کہے گا: "اے میرے رب! کفر کے ساتھ یا ایمان کے ساتھ" تو میں نہیں جانتا جواب کیسا ہوگا، اور چوتھی شے یہ ہے کہ وہ کہے گا۔

(آیت) "وامتازوا الیوم ایھا المجرمون"۔ (یسین) ترجمہ: اور (حکم ہوگا) اے مجرمو! (میرے دوستوں سے) آج الگ ہوجاؤ۔ تو میں نہیں جانتا میں کون سے فریق میں ہوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) "لا الہ الا ھو"۔ یعنی اس کے سوا کوئی خالق نہیں اور نہ کوئی مصور (تصویر بنانے والا) ہے اور یہ اس کی وحدانیت پر دلیل ہے، پس حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کیسے الہ مصور ہوسکتے ہیں حالانکہ ان کی تصویر بنائی گئی ہے یعنی وہ مصور ہیں۔ (آیت) "العزیز"۔ سے مراد وہ ہے جو مغلوب نہیں ہوسکتا۔"

1

الحکیم"۔ سے مراد ذوالحکمت (صاحب حکمت) یا محکم"۔ (حکم (دانا بنانے والا) دینے والا) ہے۔ یہ اس کے مقابلہ میں اخص ہے جو تصویر کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔ [1]

﴿ هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷ ﴾

وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں جو اصل کتاب کا درجہ رکھتی ہیں اور دوسری کچھ آیتیں متشابہ ہیں۔ پس جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے' وہ اس میں سے متشابہات کے درپے ہوتے ہیں تا کہ فتنہ پیدا کریں اور ان کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کریں حالانکہ نہیں جانتا اس کی حقیقت کو اللہ

ا۔ تفسیر قرطبی

کے سوا کوئی۔تو جولوگ علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے اور یہ سب ہمارے رب ہی کے پاس سے ہے اورنہیں نصیحت قبول کرتے مگر عقلمند۔

ربط آیات:۔گزشتہ آیات میں یہ بتایا گیا، کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے،اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔وہی سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔اس کی قدرت اور حکمت کی کوئی انتہانہیں۔اس نے کسی حکمت و مصلحت سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو باپ کے بغیر اور حضرت حوا (علیہ السلام) کو ماں کے بغیر اور حضرت آدم (علیہ السلام) کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا فرمایا۔وہ جس مخلوق کو جس طرح چاہتا ہے پیدا فرما دیتا ہے۔اس کی حکمتوں کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا۔اگلی آیت میں محکم و متشابہ آیات کا بیان ہے۔محکم وہ آیات ہیں جن کے معنی صاف اور واضح ہیں اور انھیں پر احکام دین کا دارومدار ہے جبکہ متشابہ آیات کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان ایک راز ہیں ۔ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ان کی مزید تحقیق وکرید کرنے کی اجازت نہیں۔

آیات محکمات اور متشابہات کے ذکر کی مناسبت

عیسائیوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق فرمایا ہے:

(آیت)”انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القھا الی مریم وروح منہ“۔(النساء:۱۷۱)

ترجمہ:اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسیح عیسیٰ بن مریمؑ اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے‘ جس کو اللہ نے مریم کی

طرف القا کیا اور اللہ کی طرف سے روح ہے۔

عیسائیوں نے یہ کہا کہ قرآن نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو اللہ کا کلمہ اور اس کی روح کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ ابن اللہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں کہ قرآن مجید میں محکم آیات بھی ہیں اور متشابہ آیات بھی ہیں اور یہ آیت متشابہات میں سے ہے اور متشابہات کی اصل مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

محکم کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی ؒ متوفی ۵۰۲ ھ لکھتے ہیں:

محکم وہ آیت ہے جس میں لفظ کی جہت سے کوئی شبہ پیدا ہو نہ معنی کی جہت سے۔ [1]

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا ہے محکمات وہ آیات ہیں جو ناسخ ہیں، اور ان میں حلال، حرام، حدود اور فرائض کا بیان ہے اور یہ کہ کس پر ایمان لایا جائے اور کس پر عمل کیا جائے وہ آیات ہیں جو منسوخ ہیں وہ اور موخر ہیں ان پر ایمان لایا جائے اور ان پر عمل نہ کیا جائے،۔

محمد بن جعفر بن زبیر ؒ نے کہا محکم وہ آیات ہیں جن کا صرف ایک معنی اور ایک محمل ہے اور اس میں کسی اور تاویل کی گنجائش نہیں ہے اور متشابہ وہ آیات ہیں جن میں کئی تاویلات کی گنجائش ہے۔

ابن زید ؒ نے کہا محکم وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں اور ان کے رسولوں کے واقعات اور قصص بیان فرمائے اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کی امت کے لیے ان کی تفصیل کی،

۱۔(المفردات ص ۱۲۸، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ، ایران ۱۳۴۲ ھ)

اور متشابہ وہ آیات ہیں جن میں ان واقعات کو بار بار ذکر فرمایا ہے اور ان کے الفاظ اور معانی میں اختلاف ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ نے بیان فرمایا محکم وہ آیات ہیں جن کے معنی اور ان کے تاویل اور تفسیر علماء کو معلوم ہے اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کا معنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور مخلوق میں سے کسی کو بھی ان کو علم نہیں ہے، آیات متشابہات میں حروف مقطعہ ہیں جو اوئل سورہ میں مذکور ہیں جیسے الم، المر، المص وغیرہ اسی طرح حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے نزول کا وقت، اور سورج کب مغرب سے طلوع ہوگا، اور قیامت کب واقع ہوگی۔ (۱)

متشابہہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانیؒ متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں:

متشابہ کی تین قسمیں ہیں:

(اول) جس کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہ ہو جیسے وقت وقوع قیامت اور دابۃ الارض کے نکلنے کا وقت، وغیرہ

(ثانی) جس کی معرفت کا انسان کے لیے کوئی ذریعہ ہو جیسے مشکل اور غیر مانوس الفاظ اور مجمل احکام

(ثالث) جو ان دونوں کے درمیان ہو علماء راسخین کے لیے اس کی معرفت حاصل کرنا ممکن ہے اور عام لوگوں کے لیے ممکن نہیں ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علیؑ کے متعلق دعا کی تھی: اے اللہ اس کو دین کی فقہ عطا فرما اور اس کو تاویل کا علم عطا فرما، اس دعا سے اسی قسم کی متشابہہ آیات کا علم

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۱۵-۱۱۶ مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

مراد ہے آپ نے حضرت ابن عباسؓ کے لیے بھی اسی قسم کی دعا کی ہے۔ [1]

علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانیؒ متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

جس کا معنی نفس لفظ کی وجہ سے مخفی ہو اور اس کی معرفت کی بالکل امید نہ ہو جیسے اوائل سورہ میں حروف مقطعات ہیں۔ [2]

اصولیین کے نزدیک محکم اور متشابہ کی تعریفیں:

علامہ عبدالعزیز بن احمد بخاریؒ متوفی ۷۳۰ھ لکھتے ہیں:

لفظ سے جس معنی کا ارادہ کیا گیا ہے اگر اس میں نسخ اور تبدیل ممتنع ہو تو وہ محکم ہے' اس سے معلوم ہوا کہ لفظ محکم اپنے معنی کا فائدہ پہنچانے میں انتہائی واضح ہوتا ہے اور چونکہ وہ معنی منسوخ نہیں ہو سکتا اس لیے اس کو محکم کہتے ہیں ہمارے عام اصولیین کی یہی رائے ہے' اس کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں۔

(۱) جس میں صرف ایک محمل کی گنجائش ہو۔

(۲) عقل کے نزدیک وہ واضح ہو۔

(۳) وہ ناسخ ہو۔

(٤) اس کے معنی کا علم اور اس کی مراد معلوم ہو۔

(٥) تمام اہل اسلام کے نزدیک اس کا معنی ظاہر ہو اور کسی کا اس معنی میں اختلاف نہ ہو۔

(٦) جو فرائض اور حدود کے بیان پر مشتمل ہو۔

۱۔(المفردات ص ۲۰۵' مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ' ایران' ۱۳٤۲ھ)

۲۔(کتاب التعریفات ص ۸٦' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر ۱۳۰٦ھ)

(۷) جو حلال اور حرام کے بیان پر مشتمل ہو۔ محکم کی یہ متعدد تعریفیں ہیں لیکن صحیح تعریف پہلی ہے۔ [۱]

علامہ عبدالعزیز بن احمد بخاری ؒ متوفی ۷۳۰ھ متشابہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

جب کسی لفظ سے اس کی مراد مشتبہ ہو اور اس کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہ ہو حتی کہ اس کی مراد کی طلب ساقط ہو جائے اور اس کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد واجب ہو تو اس کو متشابہ کہتے ہیں۔ [۲]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ماہر علماء یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ (آل عمران ۷:)

زائغین (جن کے دلوں میں کجی ہے) کا مصداق

"جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے" اس سے مراد نجران کے عیسائی ہیں کیونکہ انھوں نے قرآن مجید کی آیات سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ابن اللہ ہونے پر استدلال کیا' یہ ربیع ؒ کا قول ہے' اور حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا اس سے مراد یہود ہیں کیونکہ یہودی عالم حی بن اخطب اور اس کے اصحاب کے سامنے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مختلف سورتوں کے اوائل سے حروف مقطعات پڑھے تو وہ ابجد کے حساب سے ان کے عدد نکال کر اس دین کی مدت کا حساب کرنے لگے' اور جب آپ نے کئی حروف پڑھے تو وہ کہنے لگے ہم پر حساب مشتبہ ہو گیا کہ ہم قلیل عدد کا اعتبار کریں یا کثیر کا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ اس کتاب میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ہیں، قتادہ ؒ نے کہا

۱۔ (کشف الاسرار ۱/ص ۱۳۶' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۱۱ھ)

۲۔ (کشف الاسرار ج۱ ص ۱۴۹۔۔۱۴۸' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۱۱ھ)

کہ ان لوگوں سے مراد منکرین بعثت ہیں' اور ابن جریج ؒ نے کہا اس سے مراد منافقین ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد تمام مبتدعین ہیں' قرآن مجید کا ظاہر لفظ عموم کا تقاضا کرتا ہے اور اس کے عموم میں ہر وہ فرقہ داخل ہے جس کے دل میں کجی ہے۔

لایعلم تاویلہ الا اللہ " میں وقف کی تحقیق:

" حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا " اس میں اختلاف ہے کہ آیت کے اس حصہ پر وقف کیا جائے گا یا " والراسخون فی العلم " کو اس کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے گا اور اس پر وقف کیا جائے گا' دوسری صورت میں یہ معنی ہوگا حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ اور ماہر علماء کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ' حضرت ابی بن کعبؓ ' حضرت ابن عباسؓ ، حضرت عائشہؓ ' حسنؒ ' عروہؒ ' عمر بن عبدالعزیزؒ ' ابی نہیک اسدیؒ ' مالک بن انسؒ ' کسائیؒ ' فراءؒ ' جلبائیؒ ' اخفش اور ابو عبیدؒ کے نزدیک الا اللہ پر وقف ہے اور اس کا معنی ہے اللہ کے سوا اور کوئی متشابہہ کے علم کو نہیں جانتا' علامہ خطابی اور فخر الدین رازیؒ کا بھی یہی موقف ہے۔ مجاہدؒ ' ربیع بن انسؒ ' محمد بن جعفر بن زبیرؒ اور اکثر متکلمین کے نزدیک " والراسخون فی العلم " پر وقف ہے اور معنی ہے " حالانکہ متشابہ کے محمل کو اللہ اور ماہر علماء کے سوا کوئی نہیں جانتا " پہلی تفسیر راجح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے متشابہات کے علم کے درپے ہونے والوں کی مذمت کی ہے' نیز وقت وقوع قیامت' حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے نزول اور دجال کے خروج اور دابۃ الارض کے ظہور کا وقت بھی متشابہات میں ہے اور اس کو ماہر علماء نہیں جانتے نیز اللہ تعالیٰ نے ماہر علماء کی مدح اس بات میں کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ " ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے "

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا قرآن مجید کی تفسیر کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) وہ تفسیر جس میں جہل نہیں ہے۔

(۲) وہ تفسیر جس کو عرب اپنی زبان دانی کی وجہ سے جان لیتے ہیں۔

(۳) وہ تفسیر جس کو صرف علماء ماہرین ہی جانتے ہیں۔

(٤) وہ تفسیر جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "الرحمن علی العرش استوی"۔ (طٰہ:۵)

ترجمہ: رحمن عرش پر جلوہ فرما ہے۔

یہ آیت بھی متشابہات میں سے ہے امام مالکؒ سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا استوی کا مطلب (قائم قرار گزیں) معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کی کیفیت کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، امام مالکؒ کے اس جواب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس آیت میں وقف الا اللہ پر ہے۔ [۱]

امام ابوبکر محمد بن حسین آجریؒ متوفی ۳٦۰ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات میں بحث کر رہے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن سے بچنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، نیز حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا لوگ قرآن کے متشابہ میں بحث کریں گے تو تم علم رکھنے والے لوگو کو لازم پکڑ لینا۔ [۲]

(۱) ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے علیؓ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے

۱۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۳ ص ۲۸۔ ۲٦، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ)

۲۔ (الشریعہ ص ۷٦۔ ۷٤، مطبوعہ مکتبہ دار السلام ریاض، ۱٤۱۳ھ)

کہ لفظ آیت ”محکمت“ سے مراد ہے ناسخ آیات حلت اور حرمت کے احکام والی آیات اور حدود اور فرائض والی آیات جن پر ایمان لایا جاتا ہے اور ”المتشبھت“ سے مراد ہے اس کی منسوخ موخر آیات مثالیں اور اس کی اقسام جن پر ایمان تو لایا جاتا ہے اور عمل نہیں کیا جاتا۔

(۲) ابن جریرؒ نے عوفیؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ”المحکمات“ سے مراد وہ منسوخ کرنے والی آیات ہیں (جو سابقہ حکم کو منسوخ کرنے والی آیات ہیں (جو سابقہ حکم کو منسوخ کردیتی ہے) جن کی تابعداری کی جاتی ہے اور اسی کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے لفظ آیت ”والمتشبھات“ جن کی تابعداری نہیں کی جاتی سے مراد وہ منسوخ شدہ آیتیں ہیں۔

(۳) سعید بن منصورؒ، ابن ابی حاتمؒ، حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور ابن مردویہؒ نے عبداللہ بن قیسؒ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لفظ آیت ”منہ ایت محکمت“ سے مراد سورہ انعام کی آخری تین آیات محکمات ہیں (پہلی آیت) ”قل تعالوا“ اور اس کے بعد دو آیتیں۔

(٤) عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے وجہ آخر سے حضرت ابن عباسؓ سے لفظ آیت ”ایت محکمت“ کے بارے میں روایات کیا ہے کہ ”قل تعالوا“ سے آخری تین آیات تک اور ”وقضی ربک الاتعبدوا الا ایاہ“ سے اس کے بعد والی تین آیات تک (آیات محکمات ہیں)۔

(٥) ابن جریرؒ نے سدیؒ کے طریق سے ابو مالکؒ سے ابو صالحؒ سے اور حضرت ابن عباسؓ مرہ ابن مسعودؓ اور صحابہؓ میں سے کچھ لوگوں سے روایت کیا ”محکمت“ سے وہ ناسخات مراد ہیں کہ جن پر عمل کیا جاتا ہے اور ”متشبھت“ سے منسوخات مراد ہیں۔

(٦) عبد بن حمیدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ”محکمت“ سے حلال اور حرام مراد ہیں۔

(۷) عبد بن حمیدؒ اور فریابیؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ "محکمت" سے وہ آیات مراد ہیں جن میں حلال اور حرام کے بارے میں ہے۔ ان کے علاوہ اس میں سے متشابہ آیات ہیں جو بعض بعض کی تصدیق کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے "ومایضل بہ الا الفسقین" اور جیسے ان کا قول ہے لفظ آیت "کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یؤمنون" (انعام آیت ۱۲۵) اور جیسے ان کا قول ہے لفظ آیت "والذین اھتدو وازادھم ھدی واتھم تقوھم" (محمد آیت ۱۷)۔

(۸) ابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ سے روایت کیا ہے کہ "محکمت" سے حکم کرنے والی اور تنبیہ کرنے والی آیات مراد ہیں۔ [۱]

ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے لفظ آیت "ھن ام الکتب" سے اصل کتاب مراد ہے اس لیے کہ یہ چیزیں لکھی ہوئی ہیں ساری کتابوں میں۔

آیات محکم ومتشابہ

ابن جریرؒ نے محمد بن جعفر بن زبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ "محکمت" سے مراد ہے رب کی حجت اور بندوں کی حفاظت جھگڑے اور باطل کو دفع کرنا نہ اس سے انھیں پھیرا جاتا ہے اور نہ ہی اس سے تحریف کی جاتی ہے کہ جس معنی کے لیے ان کو وضع کیا گیا (اور) وہ آخر متشابہات یعنی دوسری متشابہات سچائی میں ایک دوسرے کے متشابہ ہیں ان کو (ایک معنی سے دوسرے معنی کی طرف) پھیرا جاتا ہے ان کی تعریف کی جاتی ہے اور ان میں تاویل کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اپنے بندوں کو اس طرح آزمائش میں ڈالا ہے جیسا کہ ان کو حلال اور حرام کے بارے میں آزمائش میں ڈالا ہے نہیں پھیرا جاتا ان کو باطل کی

۱۔ تفسیر الدر منشور

طرف اور نہ ان کو حق سے دور کیا جا سکتا ہے۔

ابن جریرؒ نے مالک بن دینارؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت حسنؓ سے ”ام الکتاب“ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا اس سے حلال وحرام مراد ہے پھر میں نے ان سے پوچھا لفظ آیت ”الحمد للہ رب العلمین“ (کیا ہے) تو انھوں نے فرمایا یہ ام القرآن ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے مقاتل بن حبانؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ جو فرمایا لفظ آیت ”ہن ام الکتب“ کیونکہ دین والا آدمی ان سے راضی ہوتا ہے (اور) لفظ آیت ”واخر متشابھات“ اور متشابہات سے مراد۔ الم۔ المص۔ المر اور السر ہیں۔

ابن المنذرؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”متشابہات“ قرآن میں وہ آیات ہیں کہ جن کے ذریعہ لوگ شبہ میں پڑ جاتے ہیں اس لیے گمراہ ہونے والے ان سے گمراہ ہو گئے ہر فرقہ قرآن میں سے آیات پڑھتا ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ آیت ان کے حق میں ہے اس میں سے (فرقہ) حرور یہ متشابہ آیت، میں سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت ”ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفسقون“ کو پڑھتے ہیں پھر وہ اس کے ساتھ (یہ آیت ”ثم الذین کفروا بربہم یعدلون“) بھی پڑھتے ہیں جب انھوں نے امام کو دیکھا کہ وہ بغیر حق کے فیصلہ کرتا ہے تو انھوں نے کہا تحقیق اس شخص نے کفر کیا جس نے کفر کیا تو اس نے اپنے آپ کو رب کے برابر قرار دیا جس نے اپنے آپ کو اپنے رب کے برابر قرار دیا اس نے اپنے رب کے ساتھ شرک کیا تو یہ فرقہ مشرک ہیں۔

بخاریؒ نے تاریخ میں ابن جریرؒ نے ابن اسحاقؒ کے طریق سے کلبی سے ابو صالحؒ سے ابن عباسؓ سے اور وہ جابر بن عبد اللہ بن ربابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) ابو یاسر

بن اخطب جو یہودی تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے گذرا اور آپ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات تلاوت فرما رہے تھے لفظ آیت "الم۔ ذلک الکتب لا ریب فیہ" پھر اپنے بھائی حی بن اخطب کے پاس آیا یہودیوں کے ساتھ اور کہنے لگا کیا تم جانتے ہو اللہ کی قسم میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان آیتوں کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے جو ان پر اتاری گئیں یعنی لفظ آیت "الم۔ ذلک الکتب لا ریب فیہ" انھوں نے کہا کیا تو نے واقعی اس کو سنا ہے؟ ابو یاسر نے کہا ہاں! تو آپ چلے یہاں تک کہ یہ لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف پہنچ گئے اور انھوں نے کہا کیا آپ نے یہ آیت بھی تلاوت کی ہیں آیات میں سے جو آپ پر اتاری گئیں (یعنی) لفظ آیت "الم ذلک الکتب" آپ نے فرمایا کیوں نہیں پھر انھوں نے کہا ان حروف کے ساتھ انبیاء بھیجے گئے تو ان میں ان انبیاء کی بادشاہت کی مدت کو بیان کیا گیا (ان حروف سے معلوم ہوا) کہ آپ کی امت کی مدت یہ ہے الف کے لیے ایک ہے لام کے لیے تیس ہیں اور میم کے لیے چالیس ہیں اور یہ اکہتر سال ہوئے۔ پھر کہا (اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے علاوہ کیا اور بھی تیرے پاس ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں (جیسے) "المص" تو کیا یہ بھاری ہے اور زیادہ لمبا ہے الف کے لیے ایک ہے لام کے لیے تیس ہیں میم کے لیے چالیس ہیں اور صاد کے لیے نوے ہیں اور یہ ایک سو اکتیس ہوئے کیا اس کے علاوہ بھی تیرے پاس ہے آپ نے فرمایا ہاں "الر" ہے تو کیا یہ پہلے سے بھاری ہے اور لمبا ہے الف کے لیے ایک ہے لام کے لیے تیس ہیں اور راء کے لیے دوسو ہیں یہ سب دوسو اکتیس سال ہوئے (پھر پوچھا) کیا اس کے علاوہ بھی تیرے پاس ہے؟ فرمایا ہاں "المر" ہے تو کہا یہ زیادہ بھاری اور لمبا ہے یہ سب دوسو اکہتر سال بنتے ہیں پھر کہا آپ کا معاملہ ہم پر شک میں پڑ گیا یہاں تک کہ ہم نہیں جانتے کہ آپ کو تھوڑا وقت دیا گیا یا زیادہ۔ پھر کہا

کھڑے ہو جاؤ ان سے پھر ابو یاسر نے اپنے بھائی سے اور جو اس کے ساتھ تھے ان سے کہا تم نہیں پاتے ہو (یعنی تم نہیں جانتے ہو) کہ شاید یہ سب کچھ جمع کر دیا گیا ہو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے یعنی اکہتر اور ایک سو اکتیس اور دو سو اکہتر اور یہ سارے سات سو چار سال ہوئے پھر کہنے لگے کہ ان کا معاملہ ہم پر شبہ میں پڑ گیا ہے علماء گمان کرتے ہیں کہ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی لفظ آیت "ھوالذی انزل علیک الکتب منہ ایت محکمت ھن ام الکتب واخر متشبھت"۔

عبدالرزاقؒ، سعید بن منصورؒ، عبد بن حمیدؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، دارمیؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ، ابن حبان اور بیہقیؒ نے دلائل میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ آیت "ھوالذی انزل علیک الکتب منہ ایت محکمت ھن ام الکتب واخر متشبھت فاما الذین فی قلوبھم زیغ" سے "اولوا الالباب" تک تلاوت کی سو جب تم دیکھو ان لوگوں کو جو اس کی تعبیر میں جھگڑ رہے ہیں سو یہ وہ لوگ ہیں جو اس آیت سے مراد ہے سو بچو تم ان سے اور بخاری کے الفاظ یوں ہیں جب تو دیکھے ان لوگوں کو جو اتباع کر رہے متشابہ آیات کا یہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا سو بچو تم ان سے اور ابن جریرؒ کے الفاظ یوں ہیں جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو پیروی کر رہے ہیں متشابہ آیات کی انہی کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا سو بچو تم ان سے اور ابن جریرؒ کے الفاظ ہیں جب تم دیکھو ان لوگوں کو جو پیروی کر رہے ہیں متشابہ آیات کی اور وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں اس بارے میں سو یہ وہ لوگ ہیں پس ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔

۲۳) الطبرانیؒ نے ابو مالک اشعریؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا مجھے اپنی امت پر تین باتوں کا ڈر ہے کہ ان کے لیے مال زیادہ ہو جائے گا

(پھر) وہ آپس میں حسد کرنے لگیں گے اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے اگر ان کے لیے کتاب کھولی جائے گی تو مومن اس کو لے لے گا اور اس کی تاویل کو طلب کرے گا (اور فرمایا) لفظ آیت "وما یعلم تاویلہ الا اللہ والرسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب" اور اگر ان کا علم زیادہ کریں گے تو وہ اس کو ضائع کر دیں گے اور اس کی پروا نہیں کریں گے۔

حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ان چیزوں میں سے کہ جن کا مجھ کو اپنی امت پر خوف ہے یہ کہ ان میں مال کی کثرت ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کے بارے میں آپس میں لڑیں گے اور اس پر ایک دوسرے کو قتل کریں گے اور ان چیزوں میں سے کہ جن کا مجھے اپنی امت پر خوف ہے کہ ان کے لیے قرآن عام کر دیا جائے گا حتی کہ اس کو مومن کافر اور منافق پڑھے گا تو مومن اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال کرے گا۔

(۲۵) ابو یعلی نے حذیفہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری امت میں ایسی قوم ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور اسے یوں بکھیرے گی جس طرح ردی کھجوریں بکھیری جاتی ہیں اور وہ اس کا ایسا مطلب بیان کریں گے جو اس کا مطلب نہ ہوگا قرآن کریم کے بارے میں شک وشبہ نہ پڑے۔

الطبرانیؒ، ابن ابی حاتمؒ نے ابن مسعودؓ سے موقوفا بھی روایت کیا ہے عمر بن ابی سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عبداللہ ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ (سابقہ) کتابیں آسمان کے ایک دروازہ سے نازل ہوتی تھیں (لیکن) قرآن مجید سات حرفوں پر سات دروازوں سے نازل ہوا (جس میں) حلال اور حرام (کے احکام) ہیں (بعض آیات) محکم ہیں اور بعض متشابہ ہیں اور مثالیں

ہیں امراور نہی ہیں سواس کے حلال کو حلال جانو اور اس کے حرام کو حرام جانو اور اس کی محکم آیات پر عمل کرو اور اس کے متشابہات پر رک جاؤ اور اس کی مثالوں سے عبرت حاصل کرو اس لیے کہ ہر حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

والرسخون فی العلم کی تعریف

ابن عساکرؒ نے عبداللہ بن یزید الاودیؒ کے طریق سے انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لفظ آیت "والرسخون فی العلم" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جو شخص سچی بات کرنے والا قسم کو پورا کرنے والا اس کا پیٹ اور اس کی شرم گاہ پاک دامن ہوں تو یہ "والرسخون فی العلم" میں سے ہے۔

ابن المنذرؒ نے کلبی کے طریق سے اور ابوصالحؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے قرآن کی تفسیر چار قسم پر ہے وہ تفسیر جس کو علماء جانتے ہیں وہ تفسیر جس کا لوگ جہالت کی وجہ سے عذر نہیں کر سکتے حلال یا حرام میں سے وہ تفسیر جو عرب لوگ اپنی لغت کے ذریعہ جانتے ہیں اور وہ تفسیر کہ اس کی تاویل کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا جو اس کے جاننے کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے۔

ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا گیا حلال اور حرام کوئی عذر نہیں کرسکتا اس کی جہالت کی وجہ سے اور وہ تفسیر جس کو عرب کے لوگوں نے اس کی تفسیر کی اور وہ تفسیر جو علماء نے اس کی تفسیر (بیان) کی اور اس کے متشابہات کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو شخص اس کے جاننے کا دعویٰ کرے اللہ کے سوا تو وہ جھوٹا ہے۔

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ نے ابن الانباریؒ نے مجاہدؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ

میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اس کی تاویل کو نہیں جانتے ہیں۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم ؒ، عوفی کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "یقولون امنا بہ" سے مراد ہے کہ ہم محکم کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں اور ہم متشابہ پر ایمان لاتے ہیں لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے حالانکہ وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

دارمیؒ نے اپنی سند میں نصر المقدسیؒ نے الحجہ میں سلیمان بن یسارؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی جس کو صبیغ کہا جاتا تھا مدینہ منورہ آیا اور قرآن مجید کے متشابہات کے بارے میں پوچھنا شروع کیا حضرت عمرؓ نے اس کو بلا بھیجا اور اس کے لیے کھجور کی چھڑیاں تیار کر کے رکھ لیں (جب وہ آیا) تو اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں عبداللہ صبیغ ہوں پھر فرمایا میں اللہ کا بندہ عمر ہوں پھر حضرت عمرؓ نے کھجور کی چھڑیوں میں سے ایک چھڑی اٹھائی اور اس کو مارا یہاں تک کہ اس کا سر خون آلود ہو گیا اس نے کہا اے امیر المومنین آپ کا (مارنا) کافی ہو گیا وہ بات چلی گئی جو میں اپنے سر میں پاتا تھا (یعنی میرے سر میں فتور تھا وہ چلا گیا)۔

دارمیؒ نے نافعؒ سے روایت کیا کہ صبیغ عراقی نے مسلمانوں کے لشکروں میں قرآن میں سے کئی چیزوں کے بارے میں پوچھنا شروع کیا یہاں تک کہ مصر میں آ گیا عمرو بن عاصؓ نے اس کو حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بھیج دیا جب وہ ان کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ نے کھجور کی سبز ٹہنیاں منگوائیں اور اس کے ساتھ اس کو مارا یہاں تک کہ اس کی پیٹھ کو زخمی کر دیا پھر اس کو چھوڑ دیا جب وہ صحیح ہو گیا پھر اس کو مارا پھر چھوڑ دیا یہاں تک کہ صحیح ہو گیا پھر اس کو بلوایا تاکہ پھر ماریں تو صبیغؒ نے فرمایا اگر تو میرے قتل کا ارادہ کرتا ہے تو مجھے اچھی طرح سے قتل کر اور اگر تو میرے علاج کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ کی قسم میں اب

ٹھیک ہو گیا ہوں تو اس کو اس کے وطن کی طرف اجازت دے دی گئی اور ابو موسیٰ اشعری ؓ کو لکھا کہ مسلمانوں میں سے کوئی آدمی اس کی مجلس میں نہ بیٹھے۔

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾ ﴾

اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل کو ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی سب سے بڑا عطا کرنے والا ہے۔

حافظ سیوطی ؒ بیان کرتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ ؒ ‘امام احمد ؒ ‘امام ترمذی ؒ ‘امام ابن جریر ؒ ‘امام طبرانی ؒ ‘اور امام ابن مردویہ ؒ، حضرت ام سلمہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دعا بہت زیادہ کرتے تھے: اے اللہ! دلوں کو بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ‘ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا دل بدل جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جس قدر بنو آدم اور بشر ہیں سب کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں‘ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو انھیں مستقیم رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو انھیں ٹیڑھا کر دیتا ہے‘ تو ہم اپنے اللہ سے جو ہمارا رب ہے یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرے اور ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ خاص اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرمائے بیشک وہ بہت عطا کرنے والا ہے‘ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے ایک دعا سکھا دیں جو میں اپنے لیے کیا کروں! آپ نے فرمایا تم یہ دعا کیا کرو: اے اللہ! محمد

نبی کے رب! میرے گناہ کو بخش دے میرے دل کے غیظ کو دور کر دے اور جب تک تو مجھے زندہ رکھے مجھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے اپنی پناہ میں رکھ۔ (۱)

امام ابن ابی شیبہؒ ' امام احمدؒ اور امام بخاریؒ نے الادب المفرد میں' امام ترمذیؒ نے سند حسنؒ کے ساتھ اور امام ابن جریرؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دعا بہت زیادہ کرتے تھے: اے دلوں کے بدلنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ ہم نے عرض کیا : یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم آپ پر اور جو کچھ لے کر آئے اس پر ایمان لا چکے ہیں کیا اب آپ کو ہمارے متعلق کوئی خطرہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تمام دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور وہ ان دلوں کو بدلتا رہتا ہے۔ (۲)

امام حاکمؒ نے تصحیح سند کے ساتھ اور امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ابن آدم کے دل چڑیا کی طرح دن میں سات مرتبہ الٹ پلٹ ہوتے ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام احمدؒ اور امام ابن ماجہؒ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کیا ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: یہ دل جنگل میں پڑے ہوئے ایک پر کی طرح ہے جس کو ہوا الٹتی پلٹتی رہتی ہے۔ (۳)

۱۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۰ ص۲۱۰، مسند احمد ج۶ ص۳۰۲' جامع ترمذی ص۵۰۷' جامع البیان ج۳ ص۱۲۵' المعجم الکبیر ج۲۳ ص۳۳۸' ۳۶۶)

۲۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۰ ص۲۰۹' الادب المفرد ص۱۷۶، جامع ترمذی ص۳۱۲' جامع البیان ج۳ ص۱۲۶، صحیح مسلم ج۲ ص۳۳۵)

۳۔(سنن ابن ماجہ ص۱۰)(الدرالمنثور ج۲ ص۹۔۸' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

(۱) ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے ام سلمہؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمایا کرتے تھے لفظ آیت یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک (اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ) پھر یہ دعا پڑھی لفظ آیت "ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب"۔ دین پر ثابت قدمی کی دعاء

(۲) ابن ابی شیبہؒ، احمدؒ، ترمذیؒ، بن جریرؒ، طبرانیؒ، ابن مردویہؒ نے ام سلمہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اکثر اپنی دعا میں یوں فرماتے تھے لفظ آیت "اللھم مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک" (اے اللہ دلوں کے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا دل پلٹ دیئے جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں (جب بھی) کسی انسان کو پیدا فرمایا تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے اس کو (دین پر) قائم رکھتا ہے اور اگر چاہے تو اس کو ٹیڑھا کر دیتا ہے اس لیے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں لفظ آیت "ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا" (اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرما جبکہ آپ نے ہم کو ہدایت عطا فرمائی اور ہم یہ بھی سوال کرتے ہیں" وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب" کہ ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائیے کیونکہ آپ عطا فرمانے والے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسی دعا کیوں نہیں سکھاتے کہ میں اس کے ذریعے اپنے لیے دعا کیا کروں آپ نے فرمایا ہاں یوں کہہ: لفظ آیت اللھم رب النبی محمد اغفرلی ذنبی واذھب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن ما احییتنی ترجمہ: اے اللہ! میرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب! میرے گناہوں کو بخش دیجئے اور میرے دل سے غصہ کی عادت نکال دیجئے اور جب تک تو مجھے زندہ رکھے گمراہ کرنے والے

فتنوں سے اپنی پناہ میں رکھ۔

(۳) ابن ابی شیبہؒ، احمد بن مردویہؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ دعا کثرت سے پڑھتے تھے لفظ آیت "اللھم یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اکثر آپ یہ دعا (کیوں) کرتے ہیں آپ نے فرمایا کوئی دل ایسا نہیں جو رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان نہ وہ اگر وہ چاہتے ہیں تو اس کو (دین پر) قائم رکھتے ہیں اور جب چاہیں تو اس کو ٹیڑھا کر دیتے ہیں کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا لفظ آیت "ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب" ابن ابی شیبہ کے الفاظ یوں ہیں جب چاہتے ہیں تو اس کے دل کو ہدایت کی طرف پھیر دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اس کے دل کو گمراہی کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

(٤) ابن ابی شیبہؒ، فی المصنف احمد بخاری فی الادب المفرد ترمذیؒ نے اس کو حسن کہا اور ابن جریرؒ نے انسؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اکثر یوں فرماتے تھے لفظ آیت "یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک" صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لے آئے اور اس چیز پر بھی جس کو آپ لے کر آئے کیا آپ ہم پر خوف کرتے ہیں (کہ ہم دین سے پھر جائیں گے) آپ نے فرمایا ہاں! (کیونکہ) دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جس کو وہ پھیرتے رہتے ہیں۔

(٥) ابن ابی الدنیاؒ نے اخلاص میں حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا بیہقی نے شعب الایمان میں ابو عبید اللہ بن جراحؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ابن آدم کا دل چڑیا کے دل کی طرح ہے وہ دن میں سات مرتبہ پلٹتا ہے۔

(٦) ابن ابی الدنیاؒ نے اخلاص میں ابو موسیٰؓ سے روایت کیا ہے کہ دل کو دل اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ

الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے بلاشبہ دل کی مثال اس پر کی طرح ہے جو کھلی زمین میں پڑا ہو۔

(۷) احمدؒ، ابن ماجہؒ نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ دل کی مثال اس پر کی طرح ہے جو کھلی زمین پر پڑا ہو جس کو ہوا الٹ پلٹ کرتی رہتی ہے۔

(۸) مالکؒ، شافعیؒ، ابن ابی شیبہؒ، ابوداؤدؒ، بیہقیؒ نے اپنی سنن میں ابوعبداللہ صنابحیؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں مدینہ منورآئے اور ابوبکرؓ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی تو انھوں نے پہلی دو رکعتوں میں ام القرآن (یعنی سورہ فاتحہ) اور قصار مفصل (یعنی سورہ بروج سے لے کر آخر تک میں سے) پڑھی پھر تیسری رکعت میں کھڑے ہوئے اور اس میں (صرف) سورہ فاتحہ پڑھی اور یہ آیت "ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب" بھی پڑھی۔

(۹) ابن جریرؒ، طبرانیؒ نے السنۃ میں اور حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا اور جابرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اکثر یوں پڑھتے تھے لفظ آیت "یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک" ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم پر آپ کو خوف ہے؟ حالانکہ ہم آپ پر ایمان لے آئے آپ نے فرمایا نبی آدم کے قلوب رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں اور اسی طرح فرمایا اور طبرانی میں یہ لفظ یوں کہ ابن آدم کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اگر وہ اس کو سیدھا رکھنا چاہیں تو وہ سیدھا رہتا ہے اور اگر وہ اس کو ٹیڑھا کرنا چاہیں تو وہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ ابن آدم کا دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

(۱۰) احمدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ، ابن جریرؒ، حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا بیہقی نے الاسماء والصفات میں نواس بن سمعانؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا میزان

رحمن کے ہاتھ میں ہے (جس کے ذریعے بعض) قوموں کو بلند فرماتے ہیں اور (بعض کو) گرا دیتے ہیں قیامت کے دن تک اور ان آدم کا دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جب چاہے تو اس کو سیدھا رکھے اور جب چاہے اس کو ٹیڑھا کر دے اور آپ یوں فرمایا کرتے تھے لفظ آیت " یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک "۔

(١١) حاکمؒ سے اور اس کو صحیح کہا مقدادؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ابن آدم کے دل کے لیے یہ فرماتے ہوئے سنا وہ ہانڈی سے زیادہ الٹ پلٹ کرنے والا ہے جب وہ جوش مار رہی ہو۔

(١٢) ابن جریرؒ نے محمد بن جعفرؒ، بن زبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " ربنا لا تزغ قلوبنا " کا مطلب ہے کہ ہمارے دلوں کو مائل نہ کر اگرچہ ہم مائل ہو جائیں اپنے جسموں کے ساتھ (یعنی حق سے بھٹک جائیں)۔

(١٣) ابن سعدؒ نے اپنے طبقات میں ابی عطافؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے اے میرے رب نہ میں زنا کروں اے میرے رب نہ میں چوری کروں اے میرے رب نہ میں کفر کروں ان سے کہا گیا کیا تم (ان باتوں کا) خوف کرتے ہو؟ تو انھوں نے فرمایا میں ایمان لایا دلوں کے پھیرنے والے پر تین مرتبہ ایسا فرمایا۔

(١٤) الحکیم الترمذیؒ نے نوادر الاصول میں ابو الدرداءؓ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ جب مجھے ملتے تو فرماتے اے عویمرؓ تو بیٹھ جا ہم کو چاہیے کہ ہم کو ایک گھڑی ایمان لائیں تو بیٹھ جاتے اور ہم اللہ کا ذکر کرتے جتنا اللہ چاہتے پھر فرمایا اے عویمر یہ ایمان کی مجلسیں ہیں بلاشبہ تیرے ایمان اور تیری

مثال جیسے مثال ہے تیری قمیص کی ہمارے درمیان تو اس کو اتار دیتا ہے اچانک (پھر) اس کو اتار دیتا ہے اے عویمر! دل ہانڈی سے زیادہ جلدی الٹ پلٹ کرنے والا ہے جب وہ (یعنی ہانڈی) جوش مار رہی ہو۔

(١٥) الحکیم الترمذی ؒ نے عتبہ بن عبداللہ بن خالد بن معدان ؒ کے طریق سے روایت کیا ہے اور انھوں نے اپنے باپ دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایمان قمیص کی طرح ہے کبھی تو اس کو پہن لیتا ہے اور کبھی تو اس کو اتار دیتا ہے۔

(١٦) الحکیم الترمذی ؒ نے ابوایوب انصاری ؓ سے روایت کیا ہے کہ آدمی پر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اس کی جلد میں سوئی کے ناکے کے برابر بھی نفاق نہیں ہوتا ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اس کی جلد میں سوئی کے ناکے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوتا۔

(١٧) ابوداؤد ؒ، نسائی اور بیہقی ؒ نے الاسماء والصفات میں حضرت عائشہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب رات کو جاگتے تھے تو یہ (دعا) پڑھتے تھے: لفظ آیت "لا الہ الا انت سبحانک اللہم انی استغفرک لذنبی واسئلک رحمتک اللہم زدنی علما۔ ولا تزغ قلبی بعد اذ ھدیتنی وھب لی من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب" ترجمہ: تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور تیری ذات پاک ہے اے اللہ! میں آپ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں اور آپ سے آپ کی رحمت کا سوال کرتا ہوں اے اللہ! مجھے علم میں زیادہ کر دے اور میرے دل کو ٹیڑھا نہ کر دے بعد اس کے جب تو مجھ کو ہدایت عطا فرمائی اور مجھ کو اپنی طرف سے رحمت عطا فرما دے بلاشبہ آپ ہی عطا فرمانے والے ہیں۔

(١٨) مسلم ؒ، نسائی ؒ، ابن جریر اور بیہقی ؒ نے عبداللہ بن عمرو ؓ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا سب بنی آدم کے دل رحمن کی دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں اس کو پھیر دیتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے اللہ اے دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔

(۱۹) طبرانیؒ نے السنۃ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بلاشبہ بنی آدم کے دل رحمن عزوجل کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۹﴾

اے ہمارے رب بیشک تو جمع کرنے والا ہے سب لوگوں کو ایک ایسے عظیم الشان دن میں، جس میں کوئی شک نہیں، بیشک اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ہمارے رب بیشک تو لوگوں کو اس دن جمع فرمانے والا ہے جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے بیشک اللہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ (آل عمران: ۹)

خلف وعد کا محال ہونا اور خلف وعید کا جائز ہونا

علماء راسخین نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ ہدایت دینے کے بعد ان کے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرے اور ہدایت یافتہ ہونے اور دلوں میں کجی نہ ہونے کا ثمرہ قیامت کے دن ظاہر ہوگا اس لیے انھوں نے کہا کہ وہ قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں، اور جزاء اور سزا کے جاری ہونے کے لیے مرنے کے بعد دوبارہ

اٹھنے پر ایمان رکھتے ہیں' اور قیامت کے دن پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے ہی انھوں نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا۔" بیشک اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا" اللہ تعالیٰ صالحین کو نیک کاموں پر انعام دینے کی جو خبر دی ہے اس کو وعد کہتے ہیں اور فساق مومنین کو برے اعمال پر سزا دینے کی جو خبر دی ہے اس کو وعید کہتے ہیں' اس پر اتفاق ہے کہ خلف وعد محال ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے نیکو کاروں سے جو ثواب عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے وہ اس کے خلاف نہیں کرے گا' کیونکہ کریم جب کسی انعام کا وعدہ کر لے تو اس کے خلاف نہیں کرتا' اور اگر وہ اس وعدہ کے خلاف کرے تو یہ اس کا عیب شمار کیا جاتا ہے اور اللہ عیب سے پاک ہے' اور اگر مجرم کو سزا کی خبر دے اور پھر اس کو سزا نہ دے اور اپنی وعید کے خلاف کرے تو اس پر اس کی مدح کی جاتی ہے اور اسے اس کے محاسن میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے لیے خلف وعید جائز ہے" مثلاً اللہ تعالیٰ نے سود خوروں' قاتلوں اور جھوٹوں پر عذاب کی وعید سنائی ہے لیکن اس کے باوجود یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وعید کے خلاف کرے اور کسی مسلمان کو ان گناہوں پر عذاب نہ دے۔ اب یہ سوال ہوگا کہ اگر خلف وعید کو مان لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے کلام کا کاذب ہونا لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کے کلام کا کاذب ہونا محال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ خلف وعید سے کذب لازم نہیں آتا کیونکہ جن آیات میں عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے وہ عدم عفو کے ساتھ مقید ہیں یعنی اللہ تعالیٰ قاتل اور سود خور کو دوزخ کا عذاب دے گا بشرطیکہ اس کو معاف نہ کرے اس لیے اگر اللہ تعالیٰ نے فساق مومنین کو معاف کر دیا اور عذاب نہیں دیا تو اس کا کلام جھوٹا نہیں ہوگا۔

ابن النجارؒ نے اپنی تاریخ میں جعفر بن محمد خلدیؒ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سے روایت کیا گیا کہ آپ نے فرمایا جوشخص یہ آیت کسی ایسی چیز پر پڑھے گا جو اس سے گم ہوگئی تو اللہ تعالٰی اس کو اس پر لوٹا دیں گے لفظ آیت "ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ ان اللہ لایخلف المیعاد" اے اللہ اے لوگوں کے جمع کرنے والے اس دن کے لیے جس میں کوئی شک نہیں میرے اور میرے مال کو جمع فرما دے بلا شبہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ (۱)

لوگوں کے متفرق ہونے کے بعد انھیں اٹھانے والا اور انھیں لانے والا ہے اور اس میں قیامت کے دن کے لیے دوبارہ اٹھائے جانے کا اقرار ہے۔ زجاج نے کہا ہے: یہی وہ تاویل ہے جس کا علم راسخین فی العلم کو ہوا اور انھوں نے اس کا اقرار کیا اور انھوں نے اختلاف کیا جنہوں نے اس کی اتباع کی جو ان پر دوبارہ اٹھائے جانے کے معاملہ میں مشتبہ ہوگیا یہاں تک کہ انھوں نے اس کا انکار کر دیا۔ اور الریب کا معنی شک ہے۔ (۲)

﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَنۡ تُغۡنِىَ عَنۡهُمۡ اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ شَيۡـًٔا ‌ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمۡ وَقُوۡدُ النَّارِۙ ﴿۱۰﴾ ﴾

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور اولاد اللہ کے نزدیک کچھ بھی کام نہ آئیں گے، اور یہ لوگ وہ ہیں جو دوزخ کا ایندھن ہیں۔

جہنم کا ایندھن کون لوگ

۱۔ تفسیر الدر منثور

۲۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ٤٠٥ دار الکتب العلمیہ)

فرماتا ہے کہ کافر جہنم کی بھٹیاں اور اس میں جلنے والی لکڑیاں ہیں، ان ظالموں کو اس دن کوئی عذر معذرت ان کے کام نہ آئے گی، ان پر لعنت ہے، اور ان کیلئے برا گھر ہے، ان کے مال ان کی اولادیں بھی انھیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکیں گی، اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے، جیسا اور جگہ فرمایا آیت (اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا)4۔ النسآء:82) تو ان کے مال واولاد پر تعجب نہ کرنا اس کی وجہ سے اللہ کا ارادہ انھیں دنیا میں بھی عذاب دینا ہے، ان کی جانیں کفر میں ہی نکلیں گی، اسی طرح ارشاد ہے کافروں کا شہروں میں گھومنا گھامنا تجھے فریب میں نہ ڈال دے، یہ تو مختصر سا فائدہ ہے، پھر ان کی جگہ جہنم ہی ہے جو بدترین بچھونا ہے، اسی طرح یہاں بھی فرمان ہے کہ اللہ کی کتابوں کو جھٹلانے والے اس کے رسولوں کے منکر اس کی کتاب کے مخالف اس کی وحی کے نافرمان اپنی اولاد اور اپنے مال سے کوئی بھلائی کی توقع نہ رکھیں، یہ جہنم کی لکڑیاں ہیں جن سے جہنم سلگائی اور بھڑکائی جائے گی، جیسے اور جگہ ہے آیت (اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ) 21۔ الانبیاء:98) تم اور تمہارے معبود جہنم کی لکڑیاں ہو، ابن ابی حاتمؒ میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس عنہما کی والدہ صاحبہ حضرت ام فضلؓ کا بیان ہے کہ مکہ شریف میں ایک رات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کھڑے ہوگئے اور باآواز بلند فرمانے لگے، لوگو! کیا میں نے اللہ کی باتیں تم تک پہنچادیں؟ لوگو! کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کردیا؟ لوگو! کیا میں وحدانیت ورسالت کا مطلب تمہیں سمجھا چکا؟ حضرت عمرؓ فرمانے لگے ہاں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیشک آپ نے اللہ کا دین ہمیں پہنچایا پھر جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا سنو اللہ کی قسم اسلام غالب ہوگا اور خوب پھیلے گا، یہاں تک کہ کفر اپنی جگہ جا چھپے گا، مسلمان اسلام اپنے قول وعمل میں لیے سمندروں کو چیرتے پھاڑتے نکل

جائیں گے اور اسلام کی اشاعت کریں گے، یادرکھو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ لوگ قرآن کو سیکھیں گے پڑھیں گے (پھر تکبر برائی اور اندھے پن کے طور پر) کہنے لگیں گے ہم قاری ہیں، عالم ہیں، کون ہے جو ہم سے بڑھ چڑھ کر ہو؟ کیا ان لوگوں میں کچھ بھی بھلائی ہوگی؟ لوگوں نے پوچھا حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کون لوگ ہیں، آپ نے فرمایا وہ تم ہی مسلمانوں میں سے ہوں گے لیکن خیال رہے کہ وہ جہنم کا ایندھن ہیں، ابن مردویہؒ میں بھی یہ حدیث ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا ہاں اللہ کی قسم آپ نے بڑی حرص اور چاہت سے تبلیغ کی، آپ نے پوری جدوجہد اور دوڑ دھوپ کی، آپ نے ہماری زبردست خیر خواہی کی اور بہتری چاہی۔

آخرت میں اموال واولاد کام نہیں آئیں گے

اہل کفر اپنے مالوں پر اور اولاد پر بہت فخر کرتے ہیں اور یہ گمان رکھتے ہیں کہ یہ چیزیں ہمارے لیے بہت فائدہ مند ہیں دنیا میں کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچ ہی جاتا ہے ان کا خیال خام یہ ہے کہ آخرت میں بھی مال اور اولاد سے کام چلے گا اور اللہ کے عذاب سے یہ چیزیں ہم کو بچا لیں گی۔ سورہ سبا رکوع نمبر ٤ میں کافروں کا قول نقل فرماتے ہوئے ارشاد ہے: (وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ) (اور انھوں نے کہا ہم زیادہ مال اور اولاد والے ہیں اور ہم کو عذاب ہونے والا نہیں ہے) جب آخرت میں کفر پر عذاب ہوگا تو وہاں مال تو ہونے ہی کا نہیں۔ اگر مال ہو بھی تو جان کے بدلے میں قبول نہیں ہوسکتا جیسا کہ اسی سورت کے رکوع ۹ میں فرمایا (اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ) (بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ اس حالت میں

مر گئے کہ کافر تھے سو ہر گز ان میں سے کسی کی طرف سے بھی زمین بھر کر سونا قبول نہیں کیا جائے گا اگر چہ وہ اپنی جان کا بدلہ دینا چاہے ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا)۔ یہ تو مال کے بارے میں ارشاد فرمایا اور اولاد کے بارے میں سورہ عبس میں فرمایا کہ (يَوۡمَ يَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِيۡهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيۡهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيۡهِ لِكُلِّ امۡرِئٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِ) (جس دن بھاگے گا انسان اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے، ہر شخص کی الگ الگ حالت ہوگی جو دوسروں کی طرف توجہ کرنے سے بے نیاز کر دے گی) ان حالات میں یہ امید رکھنا کہ جس طرح مال و اولاد سے دنیا میں کام چل جاتا ہے آخرت میں بھی کام چل جائے گا سراپا حماقت اور بے وقوفی ہے اور جھوٹی آرزو ہے جنہوں نے کفر کیا اور کفر پر مرے ان کو دوزخ میں جانا ہی ہوگا اور وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔ حضرت خاتم النّبیین محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بعثت کے بعد جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کا حال اور طور طریق وہی ہے جو آل فرعون کا تھا۔ اور جو ان لوگوں کا تھا جو ان سے پہلے تھے ان لوگوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کے سبب گرفت فرمالی۔ دنیا میں بھی ان پر عذاب آئے اور آخرت میں بھی ان کے لیے عذاب ہی عذاب ہے۔ قولہ تعالیٰ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـًٔا قال الکلبی من عذاب اللہ و قال ابوعبیدہ من بمعنی عندای عنداللہ۔ (۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اے زبیر بن عوام کی ماں! اور اللہ کے رسول کی پھوپھی! اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ! اپنی جانوں کو اللہ

۱۔ (معالم التنزیل صفحہ ۲۸۱: ج۱)

سے خرید لو، میں اللہ (کے غضب) سے (تمھیں بچانے کے معاملے میں) تمہارے کچھ بھی کام نہیں آ سکتا۔“[1]

﴿ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَھُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾ ⑪

ان کا بھی وہی حال ہونا ہے جو آل فرعون اور ان لوگوں کا ہوا جو ان سے پہلے گزرے۔ انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انھیں پکڑ لیا اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

جیسا کہ فرعون والوں کا معاملہ تھا، یعنی آپ کے ساتھ بھی آپ کی قوم قریش نے وہی معاملہ کیا کہ آپ کو جھٹلایا اور ستایا جیسا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو جھٹلایا اور ان کو ستایا تو ہم غزوہ بدر کے دن ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کریں گے، یعنی انھیں شرمناک شکست دے کر کمزور مسلمانوں کو غلبہ عطا کریں گے جیسا کہ فرعون و آل فرعون کو غرق کرنے کے ان کے ساتھ کیا، پھر اسی طرح موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کے ساتھ ہم نے سلامتی و عروج کا فیصلہ کیا اور اس طرح قوم موسیٰ (علیہ

---

[1]۔[بخاری، کتاب المناقب، باب من انتسب إلی آباہ فی ال إسلام والجاھلیۃ: ۳۵۲۷۔ مسلم، کتاب ال إیمان، باب قولہ تعالٰی (وأنذر عشیرتک الأقربین): ۲۰۶]

السلام) سے پہلے لوگوں کا معاملہ بھی تھا کہ انھوں نے ہماری بھیجی ہوئی کتابوں اور رسولوں کو جھٹلایا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے جھٹلانے کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

قوم فرعون کے ذکر کی خصوصیت

اس سے پہلے ذکر فرمایا تھا کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ان کا مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے ہرگز نہیں بچا سکتے اب یہ فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کی تکذیب کی ہے ان کا طریقہ پہلے زمانہ کے کافروں کی مثل ہے سوجس اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کے باعث اپنی گرفت میں لے لیا تھا اور ان کو عذاب دیا تھا سو اسی طرح ان پر بھی گرفت کی جائے گی اور ان کو بھی عذاب ہوگا۔ پچھلی امتوں میں سے اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ قوم فرعون کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ یہاں بنو اسرائیل کے ساتھ کلام ہے اور ان کو معلوم ہے کہ جب قوم فرعون نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو غرق کر دیا بنی اسرائیل کو ان پر مسلط کر دیا اور قوم فرعون کے ملک کا بنو اسرائیل کو وارث کر دیا اور انجام کار فرعون کا ٹھکانا دوزخ ہے' سو یہ حال سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مخالفوں اور کافروں کا ہوگا دنیا میں اللہ تعالیٰ ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں شکست سے دو چار کرے گا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔

(۱) ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت " کداب ال فرعون " سے مراد ہے جیسے فرعون والوں کے اعمال۔

(۲) ابن المنذر اور ابوالشیخؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "کداب ال فرعون" سے مراد ہے ان کے کام کی طرح۔

(۳) ابن جریرؒ نے ابن اسحاق اور بیہقیؒ نے دلائل میں ابوالشیخ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ ربیعؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "کداب ال فرعون" سے مراد ہے جیسے ان کے طریقے۔

﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾ ﴾

آپ ان لوگوں سے فرما دیجیے جنہوں نے کفر کیا کہ عنقریب تم مغلوب ہو گے اور جمع کیے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

شان نزول: (آیت) "قل للذین کفروا (الخ)

امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں اور بیہقیؒ نے دلائل میں بواسطہ ابن اسحاق محمد بن ابی سعیدؒ یا عکرمہؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اہل بدر سے جو واقعہ پیش آیا، اس کے بعد جب آپ مدینہ منورلوٹ کر تشریف لائے تو آپ بازار بنی قینقاع میں تشریف لے گئے جو یہودیوں کا اجتماع کا مرکز تھا اور ان سے فرمایا اے گروہ یہود ایمان لے آؤ، قبل اس کے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھی وہ معاملہ کرے تو جو قریش کے ساتھ بدر میں کیا گیا تو انھوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) العیاذ باللہ خود پسندی اور بڑائی میں مبتلا نہ ہو اگر تم نے کفار کی ایک

جماعت کو قتل کر دیا تو وہ بیوقوف تھے، لڑنا نہیں جانتے تھے، واللہ اگر آپ ہمارے ساتھ لڑیں گے تو آپ کو پتا چل جائے گا کہ ہم مرد ہیں ہم جیسے لوگوں سے آپ کا سامنا نہ ہوا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اولی الابصار تک نازل فرمائی۔

اور ابن منذرؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ فخاص یہودی نے بدر کے دن کہا تھا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قریش کو قتل کر دیا اور ان پر غلبہ حاصل کر لیا تو یہ چیز ان کو دھوکا میں نہ ڈالے کیونکہ قریش تو لڑنا نہیں جانتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [۱]

امام ابن جریر طبریؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنگ بدر میں قریش کو شکست فاش دی تو مدینہ پہنچنے کے بعد آپ بنو قینقاع کے بازار میں گئے اور آپ نے یہود کو جمع کر کے فرمایا: اے جماعت یہود! اسلام قبول کر لو ورنہ تمہارا ابھی قریش کی طرح حشر ہوگا' یہود نے جواب دیا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ خود فریبی میں مبتلا نہ ہوں آپ کا ہم ایسوں سے سابقہ نہیں پڑا تھا جب ہم سے معرکہ ہوگا تو پتہ چل جائے گا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل: آپ کافروں سے کہہ دیجئے کہ تم عنقریب مغلوب ہو گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے۔

(۱) ابن اسحاقؒ، ابن جریر اور بیہقیؒ نے دلائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جب بدر میں جو کچھ (فتح) پہنچی اور مدینہ منورہ واپس لوٹے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہود کو بنو قینقاع کے بازار میں جمع کیا اور فرمایا اے یہود کے گروہ! اسلام لے آؤ پہلے

۱۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

اس کے کہ تم کو وہ مصیبت پہنچ جائے جو قریش کو پہنچی تو انھوں نے کہا اے محمد! اپنے میں غرور نہ کر اگر تو نے قریش میں سے کچھ لوگوں کو قتل کیا ہے تو وہ نا تجربہ کار تھے وہ لڑنا نہیں جانتے تھے اللہ کی قسم! اگر آپ نے ہم سے قتال کیا تو آپ پہچان لیں گے کہ ہم (کیسے جنگجو) لوگ ہیں اور ہم جیسے (بہادر) لوگوں سے آپ کا واسطہ نہیں پڑا اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا لفظ آیت "قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جھنم" سے لے کر "لاولی الابصار" تک۔ یہود کو جواب دیا گیا۔

(۲) ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ نے ابن اسحاق ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے عاصم بن عمر اور قتادہؒ سے اسی طرح روایت کیا اور عکرمہؓ سے روایت کیا کہ فنحاص یہودی نے بدر کے دن کہا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غرور نہ کریں اگر آپ قریش پر اور ان کے قتل پر غالب آ چکے ہیں کیونکہ قریش اچھی طرح جنگ نہیں کر سکتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لفظ آیت "قل للذین کفروا ستغلبون"۔

﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِیْ فِئَتَیْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ ؕ وَ اللّٰهُ یُؤَیِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ ﴾

تحقیق تمہارے لیے نشانی ہے ان دو گروہوں میں (جو بدر میں) ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافر تھا۔ یہ ان کو کھلم

کھلا ان سے دوگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی تائید سے مدد فرماتا ہے۔ اس میں آنکھیں رکھنے والوں کے لیے بصیرت ہے۔

شان نزول

عبدالرزاق ؒ نے المصنف میں عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی لفظ آیت "واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم" (انفال آیت ۷۷) اور انہی کے بارے میں نازل ہوئی "سیھزم الجمع ویولون الدبر" (آیت ٤٥) اور انہی کے بارے میں نازل ہوئی "حتی اذا اخذنا مترفیھم بالعذاب اذا ھم یجئرون۔" (مؤمنون آیت ٦٤) اور انہی کے بارے میں نازل ہوئی "لیقطع طرفا من الذین کفروا" (آل عمران آیت ۲۷) اور انہی کے بارے میں نازل ہوئی "لیس لک من الامر شیء" (آل عمران آیت ۱۲۸) اور انہی کے بارے میں نازل ہوئی لفظ آیت "ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ" (انفال آیت ٤٧) اور انہی کے بارے میں نازل ہوئی "قد کان لکم ایۃ فی فئتین التقتا" (آل عمران آیت ۱۲)۔

ابن جریرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "قد کان لکم ایۃ" سے مراد عبرت اور غور و فکر کرنا ہے۔

ابن اسحاق ؒ، ابن جریر ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "قد کان لکم ایۃ فی فئتین التقتاف ءۃ تقال فی سبیل اللہ" سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ مراد ہیں جو بدر میں تھے "واخری کافرۃ" سے قریش کفار کی جماعت مراد ہے۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم ؒ نے ربیع ؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "قد کان لکم ایۃ" سے مراد ہے کہ

تمہارے لیے ان لوگوں کے بارے میں عبرت ہے اور غور وفکر کی چیز ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں پر ان کی مدد فرمائی اور یہ واقعہ بدر کے دن کا ہے مشرکین ساڑھے نوسو آدمی تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب تین سو تیرہ تھے۔

ابن جریرؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے لفظ آیت "قد کان لکم ایۃ فی فئتین" کے بارے میں روایت کیا کہ یہ واقعہ یوم بدر کا ہے ہم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ دوگنا دکھائی دیتے تھے پھر ہم نے ان کی طرف دیکھا تو ہم نے صرف ایک آدمی کو زیادہ دیکھا اپنی تعداد سے اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لفظ آیت " واذ یریکموھم اذا التقیتم فی اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینھم"۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت "قد کان لکم ایۃ فی جنتین" یوم بدر کو ایمان والوں پر تخفیف کے بارے میں نازل ہوئی اس دن وہ تین سو تیرہ آدمی تھے اور مشرکین ان کی دو مثل تھے یعنی چھ سو چھبیس اللہ تعالیٰ نے مومنین کی مدد فرمائی تو یہ ایمان والوں پر تخفیف کے بارے میں تھی۔

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اہل بدر تین سو تیرہ تھے ان میں سے مہاجرین پچھہتر تھے اور بدر کی شکست (کافروں کے لیے) رمضان کی سترہ تاریخ جمعہ کی رات تھی۔ (۱۰)

الطستیؒ نے اپنے مسائل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ان سے نافع بن ازرقؓ نے لفظ آیت "واللہ یؤید بنصرہ من یشاء" کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ وہ قوی کر دیتا ہے اپنی مدد کے ساتھ جس کو چاہتا ہے انھوں نے عرض کیا، کیا عرب کے لوگ اس معنی کو جانتے ہیں فرمایا ہاں کیا تو نے حسان بن ثابتؓ کا یہ قول نہیں سنا: برجال یستموا امثالھم ایدوا جبرائیل نصرا منزل ترجمہ: تم ان لوگوں کی مثل

نہیں ہو سکتے جنہوں نے جبرائیل (علیہ السلام) کی مدد کی تو وہ اترے۔

فتح کا مدار عددی برتری اور اسلحہ کی زیادتی پر نہیں اللہ کی تائید اور نصرت پر ہے

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے کیونکہ یہود نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے بہت لاف گزاف کی تھی اور کہا تھا کہ آپ کا ہم ایسوں سے سابقہ نہیں پڑا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس پہلی آیت پر دلیل قائم کی ہے کہ واقعہ بدر اس پر دلیل ہے کہ کفار تعداد میں بہت زیادہ تھے ان کے پاس اسلحہ بھی بہت تھا اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور اسلحہ بھی بہت کم تھا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست فاش دی اور مسلمانوں کو مظفر اور منصور کیا' اور یہ اس پر دلیل ہے کہ غلبہ اور فتح کا دارومدار صرف اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت پر ہے' یہود یہ سمجھتے تھے کہ ان کے پاس اسلحہ کی فراوانی ہے اور ان کو عدد برتری حاصل ہے اس لیے وہ غالب ہوں گے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مذعوم کو باطل کر دیا۔

مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ ان دو جماعتوں سے مراد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب اور مشرکین مکہ کی جماعتیں ہیں اور اس آیت میں جس جنگ کا ذکر ہے وہ معرکہ بدر ہے' روایت ہے کہ جنگ بدر میں مشرکوں کی تعداد نو سو پچاس تھی ان میں ابوسفیان اور ابوجہل ایک سو گھڑ سواروں کی قیادت کر رہے تھے ان کے پاس سات سو اونٹ تھے تمام گھڑ سوار لوہے میں غرق تھے ان کے علاوہ پیادوں میں بھی زرہ پوش تھے' اس کے برعکس مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور ہر چار آدمیوں کے پاس ایک اونٹ تھا کل چھ زرہیں تھیں اور دو گھوڑے سوار تھے۔ (۱)

۱۔(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۶۰)

دونوں جماعتوں کی ان صفات کو سامنے رکھ کر جب ہم بدر میں مسلمانوں کی فتح کو دیکھتے ہیں تو یہ کہے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ اس فتح میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کا بیان:

معرکہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی پر حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱) مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ان کے پاس اسلحہ بھی بہت کم تھا اس کے مقابلہ میں کفار کی تعداد تین گنا زیادہ تھی اور اسلحہ بھی بہت زیادہ تھا اس معرکہ میں ساٹھ سے کچھ اوپر مہاجر اور دو سو چالیس سے کچھ اوپر انصار تھے۔ (۱)

ان کا جنگ سے پہلا سابقہ تھا خصوصا، انصار زیادہ تر زراعت پیشہ تھے اور ان کا کوئی جنگی تجربہ نہیں تھا' اس کے برخلاف مشرکین مکہ میں سب جنگ کے ماہر اور جنگ کا تجربہ رکھنے والی زیادہ تعداد اور زیادہ اسلحہ پر مشتمل جماعت پر ایک کم تعداد کم اسلحہ اور نا تجربہ کار جماعت کا غالب آجانا اللہ کی بہت بڑی نشانی اور معجزہ ہے۔

(۲) جس روز جنگ ہونی تھی اس سے پہلی شب کو قریش کے لشکر میں شراب کے جام لنڈھائے جا رہے تھے' ساتھ آنے والی لونڈیاں ناچ گا رہی تھیں۔ (۲)

دوسری جانب مسلمانوں کے لشکر میں نمازیں پڑھی جا رہی تھیں صبح روزہ رکھنے کی تیاریاں تھیں اللہ کے حضور فتح اور نصرت کے لیے دعائیں اور التجائیں تھیں' سب سے زیادہ خود نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں کر رہے تھے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵٦ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جنگ بدر کے دن دعا کی:

۱۔(صحیح بخاری ج ۲ ص ٥٦٤)

۲۔(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۳۲)

اے اللہ! اپنے عہد اور وعدہ کو پورا فرما' اے اللہ! اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی' حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: آپ کے لیے یہ دعا کافی ہے آپ باہر آئے دراں حالیکہ آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: (آیت) "سیھزم الجمع ویولون الدبر"۔ (القمر: ٤٥) ترجمہ: عنقریب کافروں کا یہ جتھا شکست کھائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ (١)

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ متوفی ٢٦١ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے اصحاب تین سو انیس نفر تھے۔ پھر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ پھیلا کر مسلسل اللہ سے دعا کرتے رہے حتی کہ آپ کے شانوں سے رداء مبارک ڈھلک گئی' آپ دعا فرما رہے تھے اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کر' اے اللہ! تو نے مجھ سے جس کا وعدہ فرمایا ہے وہ مجھ کو عطا کر' اے اللہ! اگر تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی' حضرت ابوبکرؓ آئے انھوں نے آپ کے شانوں سے ڈھلی ہوئی چادر کو پکڑ کر آپ کے کندھوں پر ڈالا پھر آپ سے لپٹ گئے اور کہا اے نبی اللہ! آپ نے اپنے رب سے کافی دعا کر لی ہے وہ عنقریب آپ سے کئے ہوئے اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا سو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:۔ (٢)

(آیت) "اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین۔ وما جعلہ اللہ الا بشری ولتطمئن بہ قلوبکم وما النصر الا من عنداللہ (الانفال: ١٠-٩) ترجمہ: جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے

١۔ (صحیح بخاری ج ٢ ص ٥٦٤ ' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع ' کراچی ' ١٣٨١ھ)
٢۔ (صحیح مسلم ج ٢ ص ٩٣ مطبوعہ کراچی ' ١٣٧٥ھ)

تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کرلی کہ میں تمہاری ایک ہزار لگا تار آنے والے فرشتوں سے مدد کرنے والا ہوں، اور اللہ نے اس (نزول ملائکہ) کو صرف خوش خبری بنایا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہوں اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے۔ (۱)

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دعائیں کرنا اظہار عبودیت کے لیے تھا ورنہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بہت پہلے کافروں کی شکست سے مطلع کردیا تھا اور آپ نے صحابہ کرام کو بتادیا کہ معرکہ بدر میں فلاں کافر اس جگہ گرے گا اور فلاں کافر اس جگہ گرے گا۔ امام مسلم بن حجاج قشیریؒ متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے آپ زمین پر اس جگہ اور اس جگہ ہاتھ رکھتے، حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے کوئی کافر متجاوز نہیں ہوا (یعنی جس جگہ آپ نے جس کافر کا نام لے کر ہاتھ رکھا تھا وہ کافر اسی جگہ گر کر مرا)۔ (۲)

خلاصہ یہ ہے کہ معرکہ بدر میں یہ نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں اور اس سے دعا کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح فرمائی اور اللہ تعالیٰ کا کفر کرنے والوں اور فسق و فجور میں مشغول رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے باوجود کثرت اور قوت کے شکست کی ذلت میں مبتلا کیا اور اس میں دوسری نشانی یہ ہے کہ اس میں سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے پہلے پیش گوئی فرمادی تھی کہ کون کافر کس جگہ گر کر مرے گا۔

۱۔ (جامع ترمذی ص ۴۳۹ مطبوعہ کراچی، مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۔ ۳۰، مطبوعہ بیروت)

۲۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶، ج ۳ ص ۲۵۸، ۲۰۹، مطبوعہ بیروت ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ کراچی)

(۳) معرکہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تیسری نشانی یہ تھی کہ مشرکین مکہ کو مسلمان اپنے سے دگنی تعداد میں دکھائی دے رہے تھے یعنی ان کو مسلمانوں کو تعداد دو ہزار دکھائی دے رہی تھی جس کی وجہ سے ان پر مسلمانوں کی ہیبت طاری ہوگئی اور وہ خوف زدہ ہو گئے۔

(٤) چوتھی نشانی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اطمینان اور ان کو بشارت دینے کے لیے جنگ بدر میں فرشتوں کو نازل کیا' لیکن یہ واضح رہے کہ فرشتوں کا نزول صرف مسلمانوں کو طمانیت اور ان کو بشارت دینے کے لیے تھا کافروں سے لڑنے کے لیے نہیں تھا ورنہ ایک ہزار فرشتوں کو نازل کرنے کی کیا وجہ تھی صرف ایک فرشتہ ہی کافروں کو تہس نہس کرنے کے لیے کافی تھا۔

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿١٤﴾ ﴾

مزین کردی گئی ہیں لوگوں کے لیے مرغوبات نفس یعنی عورتیں' بیٹے' سونے چاندی کے ڈھیر، نشان زدہ گھوڑے' چوپائے اور کھیتی۔ یہ دنیوی زندگی کے سروسامان ہیں اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

پچھلی آیات میں بیان ہوا کہ کافروں کو ان کے تمام دنیاوی اموال واسباب کام نہ آئے اور جنگ بدر میں

گاجر مولی کی طرح قتل کر دیے گئے۔اب اسی دنیا اور اس کی لذتوں کی حقارت شان بیان کر کے لوگوں کو اللہ کی جنتوں کے حصول کی ترغیب دلائی جارہی ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ : یعنی وہ چیزیں جو طبعی طور پر انسان کو مرغوب اور پسندیدہ ہیں ان میں سب سے پہلے عورت کا ذکر کیا ہے، کیونکہ یہ بالغ انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور سب سے زیادہ مرغوب بھی، سیدنا اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ ہو۔“ [۱]

سعید بن جبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا ابن عباسؓ نے پوچھا، کیا تو نے شادی کی ہے؟ میں نے کہا، نہیں، تو انھوں نے فرمایا، شادی کرو، کیونکہ اس امت کے بہترین شخص جو تھے (یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی بہت سی بیویاں تھیں۔ [۲]

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”دنیا سامان زندگی ہے اور دنیا کا بہترین سامان وہ نیک بیوی ہے کہ جب وہ اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، اگر اسے حکم دے تو اس کی اطاعت بجالائے اور اگر وہ اس سے غائب ہو تو یہ اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔“ [۳]

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”عورتوں اور خوشبو سے مجھے

۱۔[بخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شؤم المرأة۔۔الخ: ٥٠٩٦]

۲۔[بخاری، کتاب النکاح، باب کثرة النساء: ٥٠٦٩۔ مسند أحمد: ٢٣١/١، ح: ٢٠٥٣]

۳۔[مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة: ١٤٦٩۔ أبوداؤد، کتاب الزکوة، باب فی حقوق المال: ١٦٦٤]

محبت ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔“ (۱)

وَالۡبَنِیۡنَ: بیٹوں سے مقصد اگر مسلمانوں کی قوت میں اضافہ اور بقاو تکثیر نسل ہے تو محمود ہے ورنہ مذموم، سیدنا معقل بن یسارؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جنم دینے والی عورت سے نکاح کرو، کیونکہ (قیامت کے دن) تمہاری کثرت کی وجہ سے میں دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔“ (۲)

وَالۡقَنَاطِیۡرِ الۡمُقَنۡطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالۡفِضَّةِ: سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ایک قنطار بارہ ہزار اوقیے کے برابر ہے۔“ (۳)

وَالۡخَیۡلِ الۡمُسَوَّمَةِ: سیدنا ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ہر عربی گھوڑے کو صبح کے وقت دو دعائیں کرنے کی اجازت دی جاتی ہے، تو وہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے انسانوں میں سے جسے بھی میرا مالک بنایا ہے تو مجھے اس کے سب سے پسندیدہ اہل اور مال میں سے بنادے، یا یہ کہتا ہے کہ مجھے اس کا سب سے زیادہ پسندیدہ اہل و مال بنادے۔“ (۴)

ذٰلِكَ مَتَاعُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا: ارشاد فرمایا: (اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوةُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَهۡوٌ وَّزِیۡنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیۡنَكُمۡ وَتَكَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیۡجُ فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَكُوۡنُ حُطَامًا ؕ وَفِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ

۱۔[نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء: ۳۳۹۲۔ مسند أحمد: ۱۲۸/۳، ح: ۱۲۳۰۱]

۲۔[أبوداؤد، کتاب النکاح، باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء: ۲۰۵۰]

۳۔[ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب بر الوالدین: ۳۶۶۰۔ مسند أحمد: ۳۶۳/۲، ح: ۸۷۵۸]

۴۔[مسند أحمد: ۱۷۰/۵، ح: ۲۱۵۵۳۔ نسائی، کتاب الخیل، باب دعوۃ الخیل: ۳۶۰۹۔ مستدرک حاکم: ۹۲/۲، ح: ۲۴۵۷]

وَّمَغۡفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانٌ وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ)[الحدید:۲۰] ”جان لو کہ بیشک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔“

وَاللّٰهُ عِنۡدَهٗ حُسۡنُ الۡمَاٰبِ : ارشاد فرمایا : (اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ اَمَلًا)[الکھف:٤٦] ”مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔“ اور فرمایا: (بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ۔ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى)[الاعلیٰ: ۱۶، ۱۷] ”بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔“

مال و دولت عورتیں فتنہ ہیں۔

(۱) ابن جریرؒ نے ابن ابی حاتمؒ نے ابوبکر بن حفص بن عمر بن سعدؒ سے روایت کیا ہے کہ جب لفظ آیت ”زین للناس حب الشھوت“ نازل ہوئی (آخر تک) تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے میرے رب! اب آپ نے ہی ہمارے لیے اس کو مزین کو دیا اب کیا ہوگا؟ تو (اس پر) یہ ساری آیت ”قل اؤنبئکم بخیر“ نازل ہوئی۔

(۲) ابن المنذرؒ نے اسی طرح روایت نقل کی ہے یہاں تک کہ جب ”قل اؤنبئکم بخیر“ تک

پہنچے تو رونے لگے اور عرض کیا جب آپ نے ان (چیزوں) کو مزین کر دیا ہے (اب کیا ہوگا)۔

(۳) ابن ابی شیبہؒ، عبد بن حمیدؒ، ابی حاتمؒ نے سیار بن حکمؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ آیت "زین للناس حب الشھوت" پڑھی پھر فرمایا! اے میرے رب تحقیق تو نے اس کو دلوں میں مزین کیا (اب کیا ہوگا)۔

(٤) ابن ابی شیبہؒ، عبداللہ بن احمدؒ نے زوائد الزھد میں ابن ابی حاتمؒ نے اسلمؒ سے روایت کیا ہے میں نے عبداللہ بن ارقمؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ چاندی کے برتن اور زیورات لے کر آئے تو حضرت عمرؓ نے کہا تو نے اس مال کو ذکر کیا ہے تو میں نے کہا لفظ آیت "زین للناس حب الشھوت"۔

(٥) عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ "زین للناس" کے بارے میں فرمایا کہ کس نے اس کو مزین کیا اس کے خالق سے زیادہ سخت کوئی ایک بھی اس کی سخت مذمت کرنے والا نہیں۔

(٦) ابن ابی حاتمؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ "زین للناس" سے مراد ہے کہ شیطان نے ان کے لیے مزین کر دیا۔ قولہ تعالیٰ: من النساء:

(۷) نسائیؒ، ابن ابی حاتم اور حاکمؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا محبوب بنا دیا گیا میری طرف تمہاری دنیا سے عورتیں اور خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کو نماز میں بنا دیا گیا۔

(۸) احمدؒ، ابن ماجہؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "القنطار" سے مراد بارہ ہزار اوقیہ ہے۔

(۹) حاکمؒ نے اس کو صحیح کہا انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اللہ تعالیٰ کے اس قول لفظ آیت "والقناطیر المقنطرۃ" کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا "قنطار" ایک ہزار اوقیہ ہے۔

(۱۰) ابن ابی حاتمؒ نے ابن مردویہؒ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "قنطار" ہزار دینار ہے۔

(۱۱) ابن جریرؒ نے ابی بن کعبؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "قنطار" بارہ سو اوقیہ ہے۔

(۱۲) ابن جریرؒ نے حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "قنطار" سے مراد بارہ سو دینار ہیں۔

(۱۳) عبد بن حمیدؒ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہؒ نے ابو درداءؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص رات کو ایک سو آیتیں پڑھے تو وہ غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو شخص دو سو آیتیں پڑھے تو وہ اطاعت گذاروں میں سے اٹھایا جائے گا اور جو شخص پانچ سو سے ایک ہزار آیتوں تک پڑھے تو اس کے لیے ایک قنطار اجر ہو گا اور قنطار بڑے ٹیلے کو کہتے ہیں۔

(۱٤) عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم اور بیہقیؒ نے (اپنی سنن میں) معاذ بن جبلؓ سے روایت کیا ہے کہ قنطار سے بارہ سو اوقیہ مراد ہے۔

ابن جریر اور بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ قنطار بارہ سو دینار چاندی میں ہے اور بارہ سو مثقال ہیں۔

عبد بن حمیدؒ، ابن ابی حاتمؒ اور بیہقیؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ قنطار سے مراد ہے بیل کی کھال سونے سے بھری ہوئی۔

ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا کہ ان سے پوچھا گیا قنطار سے مراد کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا ستر ہزار۔

عبد بن حمیدؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ قنطار سے مراد ستر ہزار دینار ہیں۔

ابن جریرؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "والقناطیر المقنطرۃ" سے مال کثیر مراد ہے سونے سے ہو یا چاندی سے۔

ابن جریرؒ نے عوفی کے طریق سے ربیعؒ سے روایت کیا ہے کہ "والقناطیر المقنطرۃ" سے مال کثیر مراد ہے جو ایک دوسرے پر بڑا ہوتا ہے۔

سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ "المقنطرۃ" سے مراد ٹھپہ لگا ہوا یہاں تک کہ دینار یا درہم بن جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: والخیل المسومۃ:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "والخیل المسومۃ" سے گھوڑے چرنے والے مراد ہیں۔

ابن جریرؒ نے علیؓ کے طریق سے ابن المنذرؒ نے مجاہدؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے اسی طرح روایت کیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "والخیل المسومۃ" سے گھوڑے تربیت یافتہ مراد ہیں۔

ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "والخیل المسومۃ" سے

مراد ہے گھوڑے چرنے والے موٹے تازے پھر (یہ آیت) پڑھی "شجر فیہ تسیمون"۔

ابن ابی حاتمؒ نے مکحولؒ سے روایت کیا ہے کہ "والخیل المسومۃ" سے مراد سفید پیشانی اور سفید ٹانگوں والے گھوڑے۔ قولہ تعالیٰ: ذلک متاع الحیوۃ الدنیا:

مسلمؒ، ابن ابی حاتمؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا دنیا سامان ہے اور اس کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔

ابن جریرؒ نے سدیؒ سے فرمایا کہ لفظ آیت "واللہ عندہ حسن الماب" سے مراد ہے کہ اچھی لوٹنے کی جگہ اور وہ جنت ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے کہا کہ ایک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس حسین ہو اور اس کی جوتی حسین ہو؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حسین ہے اور حسن کو پسند فرماتا ہے، تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔ ①

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے داداؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کے اثر دیکھنے کو پسند فرماتا ہے۔ ②

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

۱۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

۲۔ (جامع ترمذی ص ۴۰۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کا اپنی بیوی کے ساتھ عمل تزویج کرنا بھی صدقہ ہے، صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم میں سے کوئی شخص محض اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے یہ عمل کرے تو بھی اس کو اجر ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بتاؤ اگر وہ حرام طریقہ سے اپنی شہوت پوری کرتا تو اس کو گناہ ہوتا؟ سو اسی طرح اگر وہ حلال طریقہ سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اس کو اجر ملے گا۔ [۱]

ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ جائز طریقہ سے اعتدال کے ساتھ متاع دنیا سے بہرہ اندوز ہونا ممنوع نہیں ہے بلکہ موجب اجر وثواب ہے، ہاں ممنوع یہ ہے کہ انسان صرف دین کے حقوق ادا کرے اور دنیا کے حقوق فراموش کردے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوجحیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت سلمان اور حضرت ابودرداءؓ کو آپس میں بھائی بنادیا حضرت سلمانؓ، حضرت ابودرداءؓ سے ملنے گئے تو انھوں نے حضرت ام درداءؓ سے ملنے گئے تو انھوں نے حضرت ام درداء (حضرت ابودرداء کی زوجہ) کو میلے کچیلے کپڑے پہنے دیکھا تو ان سے کہا یہ تم نے کیا حال بنا رکھا ہے؟ انھوں نے کہا تمہارے بھائی ابودرداءؓ کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے پھر حضرت ابودرداءؓ آئے اور حضرت سلمانؓ کے سامنے کھانا رکھا اور حضرت سلمانؓ سے کہا آپ کھائیں میں روزہ دار ہوں، حضرت ابودرداءؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، حضرت سلمانؓ نے کہا سوجاؤ سو وہ سو گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد نماز کے لیے اٹھے انھوں نے پھر کہا سوجاؤ۔

۱۔ (صحیح مسلم ج۱ ص ۳۲۵،۳۲٤ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

جب رات کا آخری حصہ ہو گیا تو حضرت سلمانؓ نے کہا اب نماز کے لیے اٹھو اور دونوں نے (تہجد کی) نماز پڑھی، حضرت سلمانؓ نے ان سے کہا تمہارے رب کا تم پر حق ہے اور تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔ سو ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرو، حضرت ابو درداءؓ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جا کر یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا: سلمانؓ نے سچ کہا۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم (ہر روز) دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے فرمایا یہ نہ کرو روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، قیام بھی کرو اور نیند بھی لو، کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے اور تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم مہینہ میں تین دن روزے رکھ لیا کرو ہر نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے تو تمہیں پھر دہر (زمانہ) کے روزوں کا اجر مل جائے گا۔ (۲)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج مطہرات کے گھروں میں تین شخص (حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمر بن العاصؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ: مصنف عبدالرزاق ج ٦ ص ١٦٧) آئے اور انھوں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب انھیں خبر دی گئی تو انھوں نے اس عبادت کو کم سمجھا اور کہا۔ کہاں ہم اور کہاں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بہ ظاہر خلاف اولی کاموں) کی تو مغفرت کر دی گئی

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ٢٦٥، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ٢٦٥، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

ہے' ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا' دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ سو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے پاس آئے اور فرمایا تم لوگوں نے اس اس طرح کہا تھا سنو! بہ خدا میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں' نماز بھی پڑھتا ہوں اور رات کو سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں سو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہوگا۔ (۱)

ان احادیث سے واضح ہوگیا کہ عورتوں' بچوں' مال و دولت اور اسباب زینت سے جائز طریقہ سے اعتدال کے ساتھ متمتع اور مستفید ہونا اسلام میں مطلوب ہے اور اس میں افراط اور تفریط ممنوع ہیں' نہ یہ کرے کہ دن رات عبادت اور ریاضت میں مشغول ہو کر راہبوں کی طرح تارک الدنیا ہو جائے' نہ دنیا داروں کی طرح ان چیزوں کی محبت میں ڈوب کر دین اور شریعت کے تقاضوں کو فراموش کر دے' اسلام نے دین دونوں کے متعلق ہدایات دی ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنا شکر ادا کرنے کا حکم دیا اس کے ساتھ ماں باپ کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا' اسلام دہریت اور رہبانیت دونوں کے خلاف ہے اور عبادات' معاملات اور سیاسیات کا جامع ہے۔

امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائیؒ متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: دنیا کی تین چیزوں کی محبت میرے دل رکھی گئی ہے۔ عورتیں' خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (۲)

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۸' ۷۵۷۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۹۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ دنیا متاع ہے اور دنیا، کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔ (۱)

عورتوں پر زیادہ اعتماد اور ان کے ساتھ زیادہ اشتغال سے منع کرنے کے لیے فرمایا:

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں نے اپنے بعد عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ نہیں چھوڑا۔ (۲)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عید الفطر یا عید الاضحیٰ میں عید گاہ گئے۔ آپ عورتوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو کیونکہ مجھے یہ دکھایا گیا ہے کہ تم زیادہ تر دوزخی ہو۔ عورتوں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا تم لعنت بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم سے زیادہ ایسی ناقصات عقل اور ناقصات دین نہیں دیکھیں جو بہت زیادہ ہوشیار مرد کی عقل کو بھی سلب کرلیں انھوں نے پوچھا یا رسول! ہمارے دین اور ہماری عقل میں کیا نقصان ہے؟ آپ نے فرمایا کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف نہیں ہے؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا یہ ان کی عقل کے نقصان کی وجہ سے ہے۔ (پھر فرمایا) کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آجائے تو وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا یہ ان کے دین کا نقصان

۱۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

ہے۔ (۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب انسان مرجاتا ہے تو تین چیزوں کے سوا اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ حاصل کیا جائے یا نیک بیٹا جو اپنے ماں باپ کے لیے دعا کرتے ہیں۔ (۲)

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں فقراء مہاجرین نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ! مالدار لوگ تو بلند درجات اور دائمی نعمتوں کو لے گئے آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ انھوں نے کہا وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں ہماری طرح روزے رکھتے ہیں، وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کرسکتے۔ وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم غلام آزاد نہیں کرسکتے۔ سو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا میں تمھیں ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں جس کی وجہ سے تم سبقت کرنے والوں کا اجر پالو اور اس کی وجہ سے تم اپنے بعد والوں پر سبقت کرو اور کوئی شخص تم سے افضل نہ ہو مگر وہ جو تمھاری مثل اس کام کو کرے۔ انھوں نے کہا کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہو۔ ابوصالح نے کہا پھر فقراء مہاجرین دوبارہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور عرض کیا ہمارے مالدار بھائیوں کو ہماری تسبیحات پڑھنے کا علم ہوا تو انھوں نے بھی ہماری طرح تسبیحات پڑھنا شروع کردیں (یعنی وہ پھر مالی عبادت کرنے کی وجہ سے ہم

۱۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۴٤، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (سنن ابوداؤد ج۲ ص۴۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور ۱٤۰۵ھ)

سے بڑھ گئے) آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے مکہ میں خطبہ دیتے ہیں ارشاد فرمایا: اے لوگو! نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے تھے کہ اگر ابن آدم کو سونے سے بھری ہوئی ایک وادی مل جائے تو وہ چاہے گا کہ اسے دوسری وادی بھی مل جائے اور اگر اس کو دوسری وادی بھی دے دی جائے تو وہ چاہے گا اسے تیسری وادی بھی مل جائے ابن آدم کے پیٹ کو مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور جو اللہ سے توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ (۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا کسی شخص کے لیے باعث اجر ہے ایک گھوڑا باعث ستر ہے اور ایک گھوڑا باعث عذاب ہے۔ جس گھوڑے کو اس نے اللہ کی راہ میں باندھا وہ اس کے لیے باعث اجر ہے اس کو وہ کسی چراگاہ یا باغ میں چرنے کے لیے چھوڑ دے تو جتنی دور وہ چرنے کے لیے جائے گا اس کے لیے اتنی نیکیاں لکھی جائیں گی اور وہ پانی پینے کے لیے یا لید کرنے کے لیے جتنے قدم چلے گا اس کے لیے اتنی نیکیاں لکھی جائیں گی، اور جو گھوڑا انسان کے لیے باعث ستر ہے (یعنی گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ) یہ وہ گھوڑا ہے جس کو اس نے لوگوں سے مستغنی ہونے اور سوال سے بچنے کے لیے باندھا ہو پھر اس گھوڑے پر سواری کرنے اور اس پر بوجھ لادنے میں وہ اللہ کے حق کو فراموش نہ کرتا ہو (یعنی اس کی زکوۃ ادا کرتا ہو) اور

۱۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۹۔۲۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ ھ)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۵۳، ۹۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ ھ)

جو گھوڑا انسان کے لیے باعث ضرر اور عذاب ہے۔ یہ وہ گھوڑا ہے جس کو اس نے تکبر، ریاکاری اور مسلمانوں سے دشمنی کی وجہ سے باندھا ہو۔ ۱

خلاصہ یہ ہے کہ گھوڑوں اور مویشیوں میں اللہ تعالیٰ نے زینت رکھی ہے اور انسان کے دل میں ان کی محبت ودیعت فرمائی ہے اگر انسان اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے اور بندوں کے ساتھ صلہ رحم کرنے کے لیے ان کو اعتدال کے ساتھ جمع کرے تو یہ مستحب ہے اور باعث اجر و ثواب اور سبب مغفرت ہے اور اگر ان کو نمود و نمائش اور فخر اور تکبر کے لیے جمع کرے تو ان کا جمع کرنا باعث ضرر اور گناہ ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو مسلمان کوئی پودا اگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے اور اس سے کوئی پرندہ کھاتا ہے یا انسان یا جانور تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اہل خیبر سے معاملہ طے کیا کہ کھیتوں سے جو فصل کی پیداوار حاصل ہوگی اور باغات سے جو پھل حاصل ہوں گے تو (انکے کام کرنے کے عوض) نصف وہ لیں گے اور (زمین کی ملکیت کی وجہ سے) نصف نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لیں گے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس میں سے اپنی ازواج مطہرات کو اسی وسق (۴۸۰ من) کھجوریں اور بیس وسق (۱۲۰ من) جو عطا فرماتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج مطہرات کو اختیار دیا خواہ خود زمین میں کاشت کریں یا غلہ کی

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

مقدار مذکور لیں، بعض نے (حساب سے) غلہ لیا اور بعض نے خود کاشت کا انتظام کیا۔ حضرت عائشہؓ نے کاشت کاری کو اختیار کیا تھا۔

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے زراعت اور کھیتی باڑی میں زیادہ انہماک اور شدت اشتغال سے منع کرنے کے لئے۔ امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ باہلیؓ نے ایک مرتبہ ہل کی پھالی اور کچھ اور کچھ آلات زراعت دیکھے تو کہا میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم کے گھر میں بھی یہ آلات داخل کئے جائیں گے اللہ تعالیٰ اس قوم کو ذلت میں مبتلا کر دے گا۔ [۱]

﴿ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ ﴾

اے پیغمبر! ان سے کہئے کیا میں تمہیں ان چیزوں سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں؟ ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کریں گے ان کے رب کے پاس ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور اللہ کی خوشنودی ہو گیا ور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

۱۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۳۱۲-۳۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

ربط آیت)۔گزشتہ آیات میں لذات دنیویہ کی حقارت اور خساست کو بیان فرمایا اب ان آیات میں اخروی نعمتوں کی نفاست کو بیان فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ ان نفیس اور لازوال نعمتوں کے اہل اور مستحق کون لوگ ہیں، نیز گزشتہ آیت میں یہ بتلایا تھا کہ دنیا کے سامان سے فقط دنیا کی چندروزہ زندگی میں نفع اٹھایا جاسکتا ہے اب آئندہ آیت میں یہ بتلاتے ہیں کہ مستقل اور پائیدار فائدہ اور دائمی فلاح کے حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ان لوگوں سے جو شہوات اور لذات کی محبت میں گرفتار ہیں یہ کہہ دیجئے کہ آؤ میں تم کو اس چیز کی خبر دوں جو اس متاع دنیا اور اس کی تمام شہوات اور لذات کی محبت اور پیروی سے بچا کر چلتے ہیں اہل صفہ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے لوگوں کے لیے ان کے پروردگار کے نزدیک عجیب عجیب قسم کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ لوگ ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے داخل ہونے کے بعد کبھی بھی ان سے نہیں نکلیں گے اور ان کے لیے ایسی بیبیاں ہوں گی اور جو ظاہر اور باطن اور صورت وسیرت ہر اعتبار سے صاف اور ستھری ہوں گی اور ظاہری اور باطنی گندگی سے بالکل پاک ہوں گی اور ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ان کو یہ نعمت ملے گی کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو رضامندی اور خوشنودی کا پروانہ عطا ہوگا اور جنت ہی فی الحقیقت اسی وجہ سے مطلوب ہے وہ رضا خداوندی کا محل ہے اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے خاص بندوں پر خاص نظر عنایت ہے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؒ رحمۃ اللہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ! آپ نے ہمارے لیے دنیا کو مزین کردیا اور ہم کو یہ بھی خبر دی کہ آخرت اس سے بہتر ہے اس میں سے سو ہمارے لیے حصہ بنا دیجئے

گا۔اس چیز پر سے جو بہتر ہو اور باقی رہنے والی ہو۔

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور اللہ ہی کے پاس ٹھکانا ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس اچھے ٹھکانے کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ اس میں باغات ہیں جن میں مسلمان ہمیشہ رہیں گے اور حیض اور نفاس اور برائیوں سے پاک اور صاف بیویاں ہیں یہ انسان کے جسم کے لذتین ہیں اور روح کی لذت کے لیے اللہ کی رضا ہے اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ؒ متوفی ۲۶۱ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ عزوجل اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے لبیک اے ہمارے رب! ہم تیری اطاعت کے لیے حاضر ہیں اور تمام خیر تیرے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ کہیں گے اے رب! وہ کہیں گے اے رب! ہم کیوں راضی نہیں ہوں گے! تو نے ہمیں وہ نعمتیں دی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں' اللہ تعالیٰ فرمائے کیا میں تم کو اس سے زیادہ افضل چیز نہ دوں؟ وہ کہیں گے اے رب! اس سے زیادہ افضل چیز اور کیا ہو گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم پر اپنی رضا حلال کر دیتا ہوں اس کے بعد میں کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا!۔ [۱]

اللہ تعالیٰ نے آخرت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں سے افضل فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اور آخرت کی نعمتیں باقی ہیں انسان کو جس وقت دنیا کی نعمتیں حاصل ہوں اس وقت بھی اس کو یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ نہ جانے کب یہ نعمتیں اس کے ہاتھ سے جاتی رہیں' نیز دنیا میں انسان کو اگر کسی

۱۔(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ ھ)

ایک وجہ سے راحت میسر ہوتی ہے تو کسی اور طرف سے مصیبت اور پریشانی کا سامنا ہوتا ہے اور دنیا میں کوئی شخص بھی رنج اور فکر سے خالی اور رنج کی آمیزش نہیں ہے۔

اس آیت میں فرمایا کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے آخرت میں باغات ہیں پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ کی رضا ہے اللہ سے ڈرنے والوں سے مراد متقی لوگ ہیں اور متقی وہ مومن ہے جو گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور صغائر پر اصرار سے مجتنب ہو اور کامل متقی وہ ہے جو خلاف سنت ہے اور خلاف اولی سے بھی محترز ہو۔

امام رازی کا استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں بھی یہ ذکر ہے کہ ان لوگوں نے صرف اپنے ایمان لانے کا ذکر کر کے گناہوں سے استغفار کیا ہے یہ نہیں ہے کہ انھوں نے جمیع طاعات کرنے کے بعد استغفار کیا ہو۔ (۱)

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ متوفی ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل ہرگز نجات نہیں دے گا ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے البتہ تم ہمیشہ نیک کام کرتے رہو۔ (۲)

﴿اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝۱۶﴾

۱۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ)

۲۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

جو دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے پس ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

ربط آیات:

گزشتہ درس میں گمراہی کے اسباب بیان ہوئے تھے۔ عام طور پر انہی اشیاء کی محبت میں گرفتار ہو کر لوگ گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین اور آخرت کی زندگی سے غافل ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتلا دیا کہ دنیا کی ان مرغوب اشیاء کے مقابلے میں اہل تقوی کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر سامان موجود ہے۔ وہاں پر جنت ہے جس میں ہر طرح کی نعمتیں مہیا ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل ہوجائے گی۔ جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگی۔ اور جس کو کبھی زوال نہیں آئے گا۔ اب آیات زیر درس میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہیں جنت کی نعمتیں اور اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔

متقیوں کا تعارف

اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ وہ کہتے ہیں اے پروردگار ہم تجھ پر اور تیری کتاب پر اور تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائے، ہمارے اس ایمان کے باعث جو تیری ذات اور تیری شریعت پر ہے تو ہمارے گناہوں کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے، یہ متقی لوگ اللہ کی اطاعت بجالاتے ہیں اور حرام چیزوں سے الگ رہتے ہیں، صبر کے سہارے کام لیتے ہیں اور اپنے ایمان کے دعوے میں بھی سچے ہیں، کل اچھے اعمال بجالاتے

ہیں خواہ وہ ان کے نفس کو کتنے بھاری پڑیں، اطاعت اور خشوع خضوع والے ہیں، اپنے مال اللہ کی راہ میں جہاں جہاں حکم ہے خرچ کرتے ہیں، صلہ رحمی میں رشتہ داری کا پاس رکھنے میں برائیوں کے روکنے آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی کرنے میں حاجت مندوں، مسکینوں اور فقیروں کے ساتھ احسان کرنے میں سخاوت سے کام لیتے ہیں اور سحری کے وقت پچھلی رات کو اٹھ اٹھ کر استغفار کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت استغفار افضل ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں سے یہی فرمایا تھا کہ آیت (سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَكُمۡ رَبِّیۡ) 12۔یوسف:98) میں ابھی تھوڑی دیر میں تمہارے لیے اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا، اس سے مراد بھی سحری کا وقت ہے، اپنی اولاد سے فرماتے ہیں کہ سحری کے وقت میں تمہارے لیے استغفار کروں گا، بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں جو بہت سے صحابیوں ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ فرمان موجود ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات آخری تہائی باقی رہتے ہوئے آسمان دنیا پر اترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی سائل ہے؟ جسے میں دوں، کوئی دعا مانگنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اسے بخشوں، حافظ ابوالحسن دارقطنی ؒ نے تو اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس میں حدیث کی تمام سندوں کو اور اس کے کل الفاظ کو وارد کیا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اول رات درمیانی اور آخری رات میں وتر پڑھے ہیں، سب سے آخری وقت حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وتر پڑھنے کا سحری تک تھا، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ رات کو تہجد پڑھتے رہتے اور اپنے غلام حضرت نافع ؒ سے پوچھتے کیا سحر ہوگئی، جب وہ کہتے ہاں تو آپ صبح صادق کے نکلنے کی دعا استغفار میں مشغول رہتے، حضرت حاطب ؓ

فرماتے ہیں سحری کے وقت میں نے سنا کہ کوئی شخص مسجد کے کسی گوشہ میں کہہ رہا ہے اے اللہ تو نے مجھے حکم کیا میں بجالایا، یہ سحر کا وقت ہے مجھے بخش دے، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں ہمیں حکم کیا جاتا تھا کہ ہم جب تہجد کی نماز پڑھیں تو سحری کے آخری وقت ستر مرتبہ استغفار کریں اللہ سے بخشش کی دعا کریں۔

حضرت زید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر اللہ تمام آسمان والوں اور تمام زمین کو عذاب دے تو وہ ان کو ضرور عذاب دے گا درآں حالیکہ وہ ظلم کرنے والا نہیں ہوگا اور اگر وہ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے۔[۱]

سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بڑھ کر کون اطاعت شعار اور عبادت گزار ہے اور آپ دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے، امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔[۲]

حضرت ابوہریرہؓ سے اور انھوں نے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کیا ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (اپنی شان قدرت کے مطابق) ہر رات جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: میں بادشاہ ہوں کون ہے وہ جو مجھ سے دعا مانگ رہا ہو کہ میں اس کی دعا قبول کرلوں، کون ہے وہ جو مجھ سے سوال کررہا ہو کہ

۱۔(سنن ابن ماجہ ص ۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

۲۔(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

میں اسے عطا کروں، کون ہے وہ جو مجھ سے مغفرت طلب کر رہا ہو کہ میں اس کی مغفرت فرما دوں پس وہ اسی طرح ندا دیتا رہتا ہے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے"۔ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں حتی ینفجر الصب، یہاں تک کہ صبح پھوٹ پڑتی ہے۔ (۱)

﴿ اَلصّٰبِرِیۡنَ وَ الصّٰدِقِیۡنَ وَ الۡقٰنِتِیۡنَ وَ الۡمُنۡفِقِیۡنَ وَ الۡمُسۡتَغۡفِرِیۡنَ بِالۡاَسۡحَارِ ﴿۱۷﴾ ﴾

یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں اور سچے ہیں، اور حکم ماننے والے ہیں، اور خرچ کرنے والے ہیں اور راتوں کے پچھلے حصوں میں مغفرت طلب کرنے والے ہیں۔

صبر کا معنی ہے ہر وہ ناگوار اور ناپسندیدہ چیز جس کو برداشت کرنا' مشکل اور دشوار ہو اس کو برداشت کرنا' اس آیت میں صبر کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں مشقت کو برداشت کرتے ہیں' حرام کاموں کے ارتکاب سے اپنے آپ کو روکتے ہیں۔ جن کی نیتوں میں صدق اور اخلاص ہے۔ جن کے دل ایمان پر ثابت قدم ہیں جو ہر وقت سچ بولتے ہیں' خلوت اور جلوت میں اللہ کے فرمان بردار ہیں اور رات کے آخری پہر اٹھ کر اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرتے ہیں۔

"قانتین" سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہر وقت اللہ سے ڈرتے ہیں اس کی عبادت پر کمر بستہ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر پناہ مانگتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں' اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرض' واجب اور مستحب ہر قسم کے صدقات ظاہر اور خفیہ ہر طریقہ سے ادا کرتے ہیں۔ اس

۱۔ (صحیح مسلم، باب صلوۃ اللیل، صلوۃ المسافرین جلد ۱، صفحہ ۲۵۸، ایضا صحیح بخاری، باب الدعا فی الصلوۃ، حدیث نمبر ۱۰۷۷

آیت میں " قانتین " یعنی اطاعت گزاروں کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ راتوں کو اٹھ کر استغفار کرتے ہیں' اس میں یہ نکتہ ہے کہ بندے سے وہ استغفار مطلوب ہے جو ترک معصیت اور اعمال صالحہ کے ساتھ مقرون ہو اور اگر انسان اپنی معصیت پر برقرار رہے اور خالی زبان سے استغفار کرتا رہے تو اس کا یہ استغفار کافی نہیں ہے' کیونکہ وہ شخص جو گناہوں پر اصرار کرتا ہے اور زبان سے استغفار کرتا ہے تو وہ گویا اپنے رب سے استہزا کر رہا ہے۔

استغفار کے لیے رات کے آخری حصہ کی تخصیص کی گئی ہے کیونکہ اس وقت سکون اور سناٹا ہوتا ہے اور بندہ خدا کے سامنے جو آہ وزاری اور نالہ وفریاد کرتا ہے اسے دیکھنے والا کوئی تیسرا نہیں ہوتا' نیز یہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی بندوں پر خصوصی توجہ ہوتی ہے' دوسری وجہ یہ ہے کہ سحر کے وقت رات کی ظلمت جا رہی ہوتی ہے اور صبح کا نور آ رہا ہوتا ہے اور ظلمت کے مقابلہ میں نور اس طرح ہے جس طرح موت کے مقابلہ میں حیات ہوتی ہے اور یہ عالم کبیر کی حیات ہے اور انسان عالم صغیر ہے جب وہ سحری کے وقت اٹھتا ہے تو نیند کے بعد اس کی بیداری بھی موت کے بعد بہ منزلہ حیات ہے اور یہ وقت ہے جب انسان کے دل میں اللہ کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت انسان بہت میٹھی نیند آتی ہے اور اس کا انتہائی میٹھی نیند کو چھوڑ کر اللہ کی یاد کے لیے کھڑا ہو جانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ سے انتہائی محبت کرنے والا اور اس کا بہت اطاعت گزار ہے اس لیے اس وقت استغفار کرنے والوں پر اللہ بہت مہربان ہوتا ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہمارا رب تبارک

وتعالیٰ ہر رات کو جب تیسرا حصہ باقی رہتا ہے آسمان دنیا کی طرف نازل (متوجہ) ہوتا ہے اور فرماتا ہے : کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں! کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کروں، اور کون ہے جو مجھ سے استغفار کرے تو میں اس کی مغفرت کر دوں!۔ (۱)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ ھ روایت کرتے ہیں:

جعفر بن محمد ؒ بیان کرتے ہیں کہ جس نے تہجد کی نماز پڑھی اور رات کے آخری حصہ میں استغفار کیا اس کا نام سحر کے وقت استغفار کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (۲)

استغفار بلکہ ہر دعا کی قبولیت کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان حضور قلب اور خشوع اور خضوع سے دعا کرے یہ نہ ہو کہ دل اور دماغ کہیں اور ہوں اور اللہ سے دعا کر رہا ہو۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ؒ متوفی ۲۷۹ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس حال میں دعا کرو کہ تم کو قبولیت کا یقین ہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ لہو میں مشغول اور غافل قلب کی دعا قبول نہیں کرتا۔ (۳)

یوں تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنے کے لیے قرآن اور حدیث میں بہت سی دعائیں ہیں لیکن جس دعا کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سید الاستغفار فرمایا ہے وہ یہ ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ ھ)

۲۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۹ ھ)

۳۔ (جامع ترمذی ص ۵۰۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

حضرت شداد بن اوسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ دعا کرے: اے اللہ تو میرا رب ہے! تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں اپنی استطاعت کے مطابق تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں، میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیری مجھ پر جو نعمتیں ہیں میں ان کا اعتراف کرتا ہوں اور تیرے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں سو میری مغفرت فرما کیونکہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کی مغفرت کرنے والا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے صبح کے وقت یقین کے ساتھ یہ دعا کی اور اس دن شام سے پہلے وہ فوت ہو گیا تو وہ اہل جنت سے ہوگا اور جس نے رات کو یقین کے ساتھ یہ دعا کی اور وہ اسی رات کو صبح ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ اہل جنت سے ہوگا۔ (۱)

حافظ ابن عساکرؒ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص نے استغفار کو لازم کر لیا اللہ تعالیٰ اس کی ہر پریشانی کو حل کر دے گا، ہر تنگی میں اس کے لیے فراخی کر دے گا اور جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا اس کو وہاں سے رزق عطا فرمائے گا۔ (۲)

(۱) عبد بن حمیدؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت "الصبرین" آخر تک" میں الصابرون سے وہ قوم مراد ہیں جو اللہ کی اطاعت پر صبر کرے اور حرام کاموں سے بچنے پر صبر کرے اور "والصدقین" سے وہ قوم مراد ہے جو اپنی نیتوں میں سچے ہوں اور ان کے دلوں میں اور ان کی زبانوں میں استقامت ہو اور سچ بولیں چھپے ہوئے بھی اور اعلانیہ بھی اور "والقنتین" سے مراد ہے اطاعت کرنے والے اور "والمستغفرین

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۱۰٤، مطبوعہ دار الفکر، دمشق، ۱٤۰٤ھ)

بالاسحار“ سے مراد ہے نمازی۔

(۲) ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ ”الصبرین“ سے مراد ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اس پر صبر کرنے والے ”والصدقین“ سے مراد ہے کہ اپنے ایمان میں سچ بولنے والے ”والقنتین“ سے مراد ہے اطاعت کرنے والے ”والمنفقین“ اللہ تعالیٰ کے حق میں اپنے مالوں میں خرچ کرنے والے (اور) ”والمستغفرین بالاسحار“ سے مراد ہے نماز پڑھنے والے۔

(۳) ابن ابی شیبہؒ، ابن ابی حاتمؒ نے زید بن اسلمؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”والمستغفرین بالاسحار“ سے وہ مراد ہیں جو صبح کی نماز میں حاضر ہوتے ہیں۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتے۔

(٤) ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ رات کو نماز سے زندہ کرتے تھے (یعنی رات بھر نماز پڑھتے تھے) پھر فرماتے اے نافع! کیا صبح ہوگئی ہے؟ اگر وہ کہتے نہیں تو پھر نماز کی طرف لوٹ آتے جب وہ کہتے ہاں! تو بیٹھ جاتے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور دعا مانگتے رہتے یہاں تک کہ صبح ہوجاتی۔

(٥) ابن جریرؒ، ابن مردویہؒ، انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ہم سحری کے وقت ستر مرتبہ استغفار کریں۔

(٦) ابن جریرؒ نے جعفر بن محمدؒ سے روایت کیا کہ جو شخص رات کو نماز پڑھے تو آخری رات میں ستر مرتبہ استغفار کرے تو وہ استغفار کرنے والوں میں سے لکھ دیا جاتا ہے۔

(۷) ابن ابی شیبہؒ واحمدؒ فی الزھد ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ داؤد (علیہ السلام) نے جبرائیل (علیہ السلام) سے سوال کیا کہ اے جبرائیل (علیہ السلام) کون سی رات افضل

ہے تو انھوں نے فرمایا اے داؤدؑ میں (اس بات کو) نہیں جانتا مگر یہ کہ عرش سحری کے وقت میں ہلنے لگتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر اس وقت نزول فرماتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور فرماتا ہے، کون دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں ؟ ہے کوئی اپنے گناہوں کی معافی مانگنے والا کہ میں اسے معاف کر دوں؟"۔ [۱]

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے رات کے پہلے، درمیانی اور آخری ہر حصے میں وتر پڑھے ہیں اور آخر (عمر) میں آپ نے وتروں کو سحری تک ادا فرمایا ہے۔ [۲]

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾﴾

اللہ نے گواہی دی ہے کہ بلاشبہ کوئی معبود نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور اہل علم نے بھی گواہی دی ہے، وہ انصاف کے ساتھ قائم ہے، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ غلبہ والا ہے حکمت والا ہے۔

۱۔[بخاری، کتاب التھجد، باب الدعاء والصلاۃ من آخر اللیل: ۱۱۴۵۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل والإجابة فیه: ۷۵۸]

۲۔[بخاری، کتاب الوتر، باب ساعات الوتر: ۹۹۶۔ مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فی اللیل: ۷۴۵]

الوہیت ربانی کی شہادت

ربط آیات: سورت کی ابتداء میں نجران کے نصاریٰ سے خطاب تھا جس میں توحید کا اثبات اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی الوہیت کا ابطال تھا۔ درمیان میں چند دوسرے مضامین کا ذکر تھا۔ اس کے بعد پھر توحید کا مزید بیان ہے کیونکہ توحید کی شہادت ہی ایمان کی اصل ہے اور توحید ہی پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا دارومدار ہے۔

شان نزول

علامہ بغویؒ نے کلبیؒ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ شام کے یہودی علماء میں سے دو بڑے عالم مدینہ منورہ آئے۔ مدینہ کی بستی کو دیکھ کر وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ بستی تو اس بستی سے بہت مشابہ ہے جس کے لیے توراۃ میں پیشگوئی آئی ہے کہ اس میں آخری نبی قیام پذیر ہوں گے۔ پھر ان کو اطلاع ملی کہ بستی میں کوئی بزرگ ہیں جن کو لوگ نبی کہتے ہیں چنانچہ یہ لوگ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ تمام صفات جو آپ کے بارے میں توراۃ میں مذکور تھیں، آپ میں پا کر پہچان گئے اور عرض کیا۔ کیا آپ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر عرض کیا۔ کیا آپ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں محمد بھی ہوں اور احمد بھی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۔

پھر عرض کیا کہ ہم آپ سے ایک سوال کرتے ہیں، اگر آپ نے اس کا صحیح جواب دیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا پوچھو۔ انھوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سب سے بڑی شہادت

کون سی ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ نے ان کو پڑھ کر سنائی تو اسی وقت وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ (۱)

علماء دین کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کے شہادت دینے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اور خود انسان کے نفس میں اپنی الوہیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کر دیئے ہیں اور فرشتوں اور رسولوں کو اپنی الوہیت اور وحدانیت کی خبر دی ہے اور رسولوں نے علماء اور عوام کو خبر دی ہے۔ اس طرح اللہ نے فرشتوں نے اور علماء نے اللہ کے واحد اور مستحق عبادت ہونے کی خبر دی ہے۔؛

اس آیت میں علماء دین کی بہت بڑی فضیلت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور فرشتوں کی شہادت کے بعد علماء دین کی شہادت کا ذکر فرمایا ہے اس کے علاوہ قرآن مجید کی اور آیات میں بھی علماء کی فضیلت مذکور ہے ان میں سے بعض آیات یہ ہیں:

(آیت) "وقل رب زدنی علما"۔ (طٰہٰ: ۱۱٤)

ترجمہ: اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ فرما۔

اگر علم کے علاوہ کسی اور چیز میں فضیلت ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس چیز میں زیادتی کے حصول کی تلقین فرماتا۔

(آیت) "قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون"۔ (الزمر: ۹)

ترجمہ: آپ کہئے کہ کیا جو لوگ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے وہ برابر ہیں۔

۱۔ تفسیر بغوی

(آیت) "انما یخشی اللہ من عبادہ العلمآء"۔(الفاطر:۲۸)

ترجمہ: اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

(آیت) "وتلک الامثال نضر بھا للناس وما یعقلھا الا العالمون"۔(العنکبوت:۴۳)

ترجمہ: اور یہ مثالیں ہیں جن کو ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں ان کو صرف علم والے سمجھتے ہیں۔

بہت زیادہ احادیث ہیں جن میں علماء دین کی فضیلت کا بیان ہے۔ان میں سے بعض یہ ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے۔[۱]

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کردیتا ہے' اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے' انھیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس فرشتوں میں کرتا ہے اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کردے تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا۔[۲]

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

۱۔(صحیح بخاری ج۱ ص۱۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

۲۔(صحیح مسلم ج۲ ص ۳۴۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایک فقیہہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔ (۱)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بہ خدا اگر تمہارے سبب سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (۲)

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہؒ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو حفظ کر لیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کو اس کے گھر کے ان دس افراد کے لیے شفاعت کرنے والا بنائے گا جو سب جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔ (۳)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوامامہ باہلیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک عابد تھا دوسرا عالم تھا' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جس طرح میری تم میں سے کسی ادنیٰ شخص پر فضیلت ہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی بھی

۱۔ (جامع ترمذی ص ۳۸۴' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

۲۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

۳۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اپنے سوراخ میں لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے کے لیے دعا کرتی ہے۔ (۱)

حضرت ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے اور بیشک طالب علم کی رضا جوئی کے لیے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزیں حتی کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کی مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔ اور عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چاند کی ستاروں پر اور بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں سو جس شخص نے علم کو حاصل کرلیا اس نے عظیم حصہ کو حاصل کرلیا۔ (۲)

امام احمد بن حسین بیہقیؒ متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

ابوجعفرؒ نے کہا عالم کی موت ابلیس کے نزدیک ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔ (۳)

ابن عدی طبرانیؒ نے الاوسط میں بیہقیؒ نے شعب الایمان میں اور خطیبؒ نے اپنی تاریخ میں اور ابن النجارؒ نے غالب القطانؒ سے روایت کیا ہے کہ میں کوفہ میں تجارت کے سلسلہ میں آیا اور اعمشؒ کے ہاں ٹھہرا جب رات تھی تو میں نے نیچے اترنے کا ارادہ کیا تو وہ کھڑے ہوئے (یعنی اعمش) اور تہجد پڑھنے لگے جب اس آیت پر پہنچے "شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو" سے "ان الدین عند اللہ الاسلام" تک تو انھوں نے فرمایا میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں جس کی اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اور میں یہ گواہی اللہ تعالیٰ کے ہاں امانت رکھتا ہوں اور یہ میری امانت ہے اللہ تعالیٰ کے پاس کئی مرتبہ ایسا کہا میں نے دل میں کہا کہ

۱۔(جامع ترمذی ص ۳۷۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

۲۔(جامع ترمذی ص ۳۸۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

۳۔(شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

آپ نے اس بارے میں کچھ خصوصی بات سن رکھی ہے پھر میں نے ان سے سوال کیا تو انھوں نے فرمایا مجھ سے ابووائل نے حضرت عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن ان آیات کے پڑھنے والے کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے بندے نے مجھ سے وعدہ کیا تھا اور میں زیادہ حقدار ہوں وعدہ کو پورا کرنے کا پس میرے بندے کو جنت میں داخل کردو۔

﴿ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩﴾ ﴾

بیشک اصل دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔اور اہل کتاب نے اس میں جو اختلاف کیا وہ آپس کی ضد کی وجہ سے کیا، بعد اس کے کہ ان کو صحیح علم پہنچ چکا تھا۔اور جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرے تو اللہ یقیناً جلد حساب لینے والا ہے۔

ربط آیات: توحید کی شہادت کے بعد ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور پسندیدہ دین صرف اسلام ہے کیونکہ اسلام کے معنی اپنے آپ کو خدائے وحدہ لاشریک کے سپرد کردینے کے ہیں اور مسلمان اس بندے کو کہتے ہیں جس نے اپنے آپ کو ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا ہو اور اس کے احکام کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا ہو۔تمام انبیاء کرام کا یہی دین رہا ہے کہ ایک خدا کی اطاعت اور

فرمان برداری کی جائے۔ پس جو لوگ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں اور ان کی اور حضرت مریم (علیہا السلام) کی تصویروں کو پوجتے ہیں یا جو لوگ درختوں، پتھروں، چاند، سورج اور ستاروں کو پوجتے ہیں ان کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

اسلام کا لغوی اور اصطلاحی معنی

اس سے پہلی آیت میں یہ ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور علماء نے یہ شہادت دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد سے لے کر آج تک اسلام کے سوا اور کوئی دین توحید کا داعی نہیں ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ اصطلاح شرع کے اعتبار سے اسلام کا معنی ہے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے پاس سے جو خبریں اور احکام لے کر آئے ان کی تصدیق کرنا اور ان کو ماننا اور یہی ایمان کا اصطلاحی معنی ہے اور اس اعتبار سے ایمان اور اسلام واحد ہیں البتہ لغت کے اعتبار سے ان میں فرق ہے، ایمان کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو مامون اور بے خوف کرنا۔ انسان اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا کر اپنے آپ کو دوزخ کے دائمی عذاب سے محفوظ کر لیتا ہے، اور اسلام کا لغوی معنی ہے اطاعت کرنا سلامتی میں داخل ہونا اور اخلاص، جب انسان اسلام قبول کر لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے دنیا میں اس کی جان اور مال سلامتی میں رہتے ہیں اور آخرت میں بھی وہ عذاب سے سلامت رہتا ہے اور جو شخص جتنا پکا مسلمان ہوتا ہے اس کے دین میں اتنا زیادہ اخلاص ہوتا ہے۔ سورہ فاتحہ کی تفسیر میں ہم نے وضاحت کے ساتھ دین کا معنی بیان کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ تمام انبیاء (علیہم السلام) کی تعلیم میں جو عقائد اور اصول مشترک رہے ہیں ان کا نام دین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اہل کتاب نے علم حاصل ہونے

کے باوجود جو باہم اختلاف کیا وہ ایک دوسرے سے عناد کے باعث تھا اور جو اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرے تو بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (آل عمران: ۱۹)

اہل کتاب کے اختلاف کا بیان

اس آیت جن اہل کتاب کے اختلاف کا ذکر ہے اس کے مصداق کی تعیین میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد یہود ہیں اور ان کے اختلاف کا بیان یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی وفات قریب ہوئی تو انھوں نے توراۃ کو ستر علماء کے سپرد کیا اور ان کو توراۃ پر امین بنایا اور حضرت یوشع (علیہ السلام) کو خلیفہ مقرر کیا، پھر کئی قرن گزرنے کے بعد ان ستر علماء کی اولاد در اولاد نے توراۃ کا علم رکھنے کے باوجود باہمی حسد اور عناد کے باعث ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔

(۲) اس سے مراد نصاریٰ ہیں اور باوجود انجیل کی تعلیمات کے انھوں نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے متعلق اختلاف کیا اور انھیں عبداللہ کی بجائے ابن اللہ کہا۔

(۳) اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں اور ان کا آپس میں اختلاف یہ تھا کہ یہود نے کہا کہ عزیر ابن اللہ ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح ابن ہیں' اور ان دونوں نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا انکار کیا اور انھوں نے کہا قریش مکہ کی بہ نسبت نبوت کے ہم زیادہ حق دار ہیں کیونکہ وہ ان پڑھ لوگ ہیں اور ہم اہل کتاب ہیں باوجود اس کے کہ ان کے پاس سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کے متعلق علم آچکا تھا' ان کی کتابوں میں آپ کے متعلق اوصاف' علامات اور پیش گوئیاں تھیں۔

قرآن مجید میں ایسی آیات نازل ہو رہی تھیں جن کی تائید اور تصدیق ان کی کتابوں میں تھی اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ایسے معجزات کا ظہور ہو رہا تھا جن سے آپ کے دعویٰ نبوت کا صدق ظاہر ہو رہا

تھا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے کفر کا اور ان کی تمام بداعمالیوں کا علم ہے اس نے اپنی حکمت سے ان کو ڈھیل دی ہوئی ہے وہ بہت جلد انکا حساب لے گا اور ان کو ان کے جرائم کی سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے محبوب) اگر پھر بھی یہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہیئے کہ میں نے اور جس نے بھی میری پیروی کی ہے اس نے اللہ کے لیے اسلام قبول کرلیا ہے۔ یہ آیت سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین کے تمام مخالفین کو شامل ہے عام ازیں کہ وہ یہود و نصاری ہوں۔ مجوس ہوں یا بت پرست ہوں اس سے پہلے یہ فرمایا تھا کہ اہل کتاب نے علم آنے کے باوجود سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت میں اختلاف کیا اور اپنے کفر پر اصرار کیا' اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے جواب میں یہ کہیں کہ میں نے تو اللہ کے حضور میں اپنا سر نیاز خم کر دیا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی نبوت کے صدق پر معجزات کو ظاہر کر چکے تھے' درخت آپ کے بلانے پر چلے آئے۔ ہرنی نے آپ سے کلام کیا۔ گوہ نے کلمہ شہادت پڑھا، پتھر آپ کو سلام عرض کرتے تھے چاند اور سورج آپ کے زیر تصرف تھے، نیز اس سے پہلے جن آیات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں بھی آپ کے دین کے صدق کا بیان تھا جب الحی القیوم فرمایا تو عیسائیوں کا یہ دعوی باطل ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں کیونکہ خدا وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہو، حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پہلے نہ تھے پھر پیدا ہوئے اور مسیحی عقیدہ کے مطابق ان کو سولی دی گئی اور وہ فوت ہوگئے اور بہر حال قیامت سے پہلے ایک دن انھوں نے فوت ہونا ہے، اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے بدر کے اس معجزہ کا ذکر فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی جماعت قلیل تھی لیکن کافروں کو دو چند نظر آتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر اپنی شہادت کا ذکر کیا۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاری کی بدعقیدگیوں اور ان کے تمام شبہات کا رد فرمایا اور سیدنا محمد (صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت اور دین اسلام کے حق ہونے پر دلائل قائم کئے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی وفات کے وقت بنی اسرائیل کے سترّ علماء کو طلب کیا اور توراۃ ان کی امانت میں دیدی اور یوشع بن نونؑ کو اپنا جانشین مقرر کردیا جب پہلی دوسری اور تیسری صدی گذر گئی تو اسکے بعد یہودیوں میں تفرقہ پڑ گیا۔ آیت: وما اختلف الذین اوتوا الکتاب میں انہی سترّ علماء کی اولاد مراد ہے جن کو توراۃ دی گئی تھی۔ یہاں تک کہ ان میں خوب خوں ریزی ہوئی اور بدی پھیل گئی اور الا من بعد ما جاءھم العلم سے مراد ہے اس چیز کا بیان جو توراۃ میں تھی۔ (یعنی احکام توراۃ میں آپس کے عناد کی وجہ سے تفرقہ پڑ گیا) آخر اللہ نے ان پر جبابرہ (بخت نصر وغیرہ) کو مسلط کردیا۔

وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ: اور جو شخص اللہ کی آیات کا انکار کرے گا تو یقیناً اللہ اس سے جلد حساب لے گا اور اس کو کفر کی سزا دے گا یہ کافروں کے لیے وعید ہے۔

﴿ فَاِنۡ حَآجُّوۡكَ فَقُلۡ اَسۡلَمۡتُ وَجۡهِىَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ‌ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ وَالۡاُمِّيّٖنَ ءَاَسۡلَمۡتُمۡ‌ؕ فَاِنۡ اَسۡلَمُوۡا فَقَدِ اهۡتَدَوْا ‌ۚ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ‌ؕ وَاللّٰهُ بَصِيۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ ۝٢٠ ﴾

پھر اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں تو کہہ دے میں نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور اس

نے بھی جس نے میری پیروی کی، اوران لوگوں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے اوران پڑھ لوگوں سے کہہ دے کیاتم تابع ہو گئے؟ پس اگروہ تابع ہوجائیں توبیشک ہدایت پاگئے اوراگروہ منہ پھیرلیں توتیرے ذمے توصرف پہنچادینا ہے اوراللہ بندوں کوخوب دیکھنے والا ہے۔

ربط آیات:

شروع سورت میں توحید کا اثبات اور تثلیث کا رد کیا گیا تھا، ان آیات میں مشرکین اور منکرین اہل کتاب کی حجتوں کا جواب دیا گیا ہے۔ (اسلام کے حق ہونے پر دلیل قائم ہونے کے بعد) پھر بھی اگر یہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے (خواہ مخواہ کی) حجتیں نکالیں تو آپ (جواب میں) فرمادیجیے کہ (تم مانو یا نہ مانو) میں تو اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکا اور جو میرے پیروکار تھے وہ بھی (اپنا رخ خاص اللہ کی طرف کر چکے۔ یہ کنایہ ہے اس سے کہ ہم سب اسلام اختیار کر چکے جس میں اعتقاد الوہیت کے اعتبار سے قلب کا رخ خاص اللہ ہی کی طرف ہوتا ہے، کیونکہ دوسرے مذاہب میں کچھ کچھ شرک ہو گیا تھا) اور (اس جواب کے بعد دریافت فرمانے کے طور پر) کہیں اہل کتاب سے اور (مشرکین) عرب سے کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو سو اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں تو وہ لوگ بھی راہ راست پر آجائیں گے اور اگر وہ لوگ (اس سے بدستور) روگردانی رکھیں سو (آپ اس کا بھی غم نہ کیجیے، کیونکہ) آپ کے ذمہ صرف (احکام خداوندی کا) پہنچا دینا ہے اور (آگے) اللہ تعالیٰ خود دیکھ (اور سمجھ) لیں گے، (اپنے بندوں کو (آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی باز پرس نہیں ہے)

اگر اس سب کے باوجود یہ لوگ اپنے کفر پر اصرار کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں نے اور میرے پیروکاروں نے تو بہر حال اپنا سر نیاز اللہ کے سامنے خم کر دیا ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے: اور آپ اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہئے کیا تم نے اسلام قبول کر لیا؟ پھر اگر انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو وہ ہدایت پا گئے ہیں اور اگر انھوں نے روگردانی کی تو آپ کے ذمہ تو صرف دین کو پہنچا دینا ہے اور اللہ ہی بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس آیت میں ان پڑھ لوگوں کو بھی مخاطب کرنے کا حکم دیا ہے اس لیے ہم نے لکھا تھا کہ اس آیت میں تمام کفار سے خطاب ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کیا تم نے اسلام قبول کر لیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا کہ آپ ان سے کہئے کہ تم اسلام قبول کر لو۔ امر کے بجائے استفہام سے خطاب فرمایا اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کا مخاطب بہت ضدی اور ہٹ دھرم ہے اور وہ انصاف پسند نہیں ہے، کیونکہ منصف مزاج شخص کے سامنے جب کوئی چیز دلیل سے ثابت ہو جائے تو پھر وہ حیل و حجت نہیں کرتا اور فوراً قبول کر لیتا ہے۔

اسلام کی حقانیت اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صداقت ثابت ہو جانے کے بعد بھی اگر اہل کتاب کفر و عناد کی راہ اختیار کرتے ہیں، تو آپ کہہ دیجیے کہ میں نے تو اپنا ظاہر و باطن اللہ کے سامنے جھکا دیا ہے اور یہی حال میری اتباع کرنے والے مسلمانوں کا بھی ہے اور اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب کو کہہ دیجیے کہ اگر تم اسلام لے آؤ گے تو صراط مستقیم پر گامزن ہو جاؤ گے اور اگر روگردانی کرو گے تو میرا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور حساب تو تمہیں اللہ کو دینا ہوگا۔

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا : اس آیت

کے مطابق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تمام ملوک و امرا کو دعوتی خط لکھے اور اپنی عمومی رسالت کا اعلان کیا۔

سیدنا ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! اس زمانے (یعنی اب سے لے کر قیامت تک) کا اگر کوئی بھی یہودی یا عیسائی (یا کوئی اور دین والا) میرے بارے میں سنے اور اس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے تو وہ جہنمی ہوگا۔"[۱]

سیدنا ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "مجھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔"[۲]

سیدنا جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "ہر نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔"[۳]

وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ: ارشاد فرمایا: (وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ) [النور: ٥٤] "اور رسول کے ذمے تو صاف پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔" اور فرمایا: (فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ اِنۡ عَلَيۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ) [الشوریٰ: ٤٨] "پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔"

۱۔[مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالۃ نبینا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ۱۵۳]

۲۔[مسند أحمد: ٥/١٤٥، ح: ٢١٣٥٧]

۳۔[بخاری، کتاب التیمم، بابٌ: ۳۳۵]

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقۡتُلُوۡنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیۡرِ حَقٍّ ۙ وَّیَقۡتُلُوۡنَ الَّذِیۡنَ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡقِسۡطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۲۱﴾ ﴾

جولوگ اللہ کے احکام وہدایات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اوراس کے پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی جان کے درپے ہوجاتے ہیں جو خلق خدا میں انصاف کا حکم دینے کے لیے اٹھیں،ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اہل کتاب کے عنوان سے یہود ونصاریٰ دونوں کو خطاب تھا۔ان آیات میں یہود کے کرتوتوں کا بیان ہے کہ انبیاءاوران کی امتوں کے علماء کوقتل کرنا یہود کا خاص شیوہ ہے۔روح المعانی میں ابن ابی حاتمؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ بنی اسرائیل نے ایک وقت میں تینتالیس نبیوں کو قتل کیا۔ان (بنی اسرائیل) کی نصیحت کے لیے(ان کی قوم میں سے) ایک سو بزرگ کھڑے ہوئے تو (انہوں نے) اسی دن ان کا بھی کام تمام کردیا۔

شان نزول

(آیت)”ان الذین یکفرون بایت اللہ ویقتلون النبیین“۔ابوالعباس المبرد نے کہا ہے: بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ تھے ان کے پاس انبیاء(علیہم السلام) انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لیے

آئے تو انھوں نے قتل کر دیا اور پھر ان کے بعد مومنین میں سے کچھ لوگ اٹھے اور انھوں نے اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے انھیں قتل کر دیا اور پھر ان کے بعد مومنین میں سے کچھ لوگ اٹھے، اور انھوں نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے انھیں بھی قتل کر دیا، پس انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور اسی طرح معقل بن ابی مسکینؒ نے کہا ہے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات بغیر کتاب کے بنی اسرائیل کے پاس آتے رہے اور وہ انھیں قتل کرتے رہے پر انبیاء (علیہم السلام) کے متبعین میں سے ایک گروہ اٹھا اور وہ انھیں عدل وانصاف کا درس دینے لگا تو وہ بھی قتل کئے جانے لگے۔ (۱)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”بری قوم وہ قوم ہے جو ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو لوگوں میں سے عدل وانصاف کا حکم دیتے ہیں اور کتنی بری ہے وہ قوم جو نیکی کا حکم نہیں دیتے اور منکر سے منع نہیں کرتے اور کتنی بری قوم ہے وہ جس میں بندہ مومن احتیاط اور پرہیز کے ساتھ چلتا ہے۔ (۲)

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”بنی اسرائیل نے دن کے اول حصہ کی ایک ساعت میں تینتالیس انبیاء (علیہم السلام) کو قتل کیا، پھر بنی اسرائیل کے لوگوں میں سے ایک سو بارہ آدمی اٹھے اور انھوں نے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو اسی دن کے آخری حصہ میں وہ ب کے سب قتل کر دیئے گئے اور وہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے۔ (۳)

۱۔(جامع البیان، جلد۲، صفحہ ۲۵۳)

۲۔(الفردوس بماثور الخطاب، جلد۲، صفحہ ۲۳، حدیث نمبر ۲۱۴۵)

۳۔(زادالمیسر، جلد۱، صفحہ ۲۹۷) ”اسے المہدوی وغیرہ نے بیان کیا ہے

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اور اگر انھوں نے روگردانی کی تو آپ کے ذمہ تو صرف دین کی پہنچانا ہے اس آیت میں یہ بتلایا ہے کہ وہ اعراض کرنے والے کون لوگ ہیں آل عمران کی اس آیت:۲۱ میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی تین صفات بیان کی ہیں:

(۱) یہ لوگ اللہ کی آیتوں کا کفر کرتے ہیں۔

(۲) نبیوں کا ناحق قتل کرتے ہیں۔

(۳) عدل و انصاف کا حکم دینے والے علماء و ناصحین کو قتل کرتے ہیں۔ امام جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ قیامت کے دن کن لوگوں کو سب سے زیادہ عذاب ہوگا؟ آپ نے فرمایا جس شخص نے نبی کو قتل کیا یا نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے کو قتل کیا پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: بیشک جو لوگ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں اور عدل و انصاف کا حکم دینے والوں کو قتل کرتے ہیں (الآیہ) پھر آپ نے فرمایا اے ابوعبیدہؓ! بنواسرائیل نے صبح کے اول وقت میں تینتالیس نبیوں کو قتل کر دیا تو بنواسرائیل کے ایک سو بارہ عبادت گزار علماء کھڑے ہوئے انھوں نے ان کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو بنواسرائیل نے اس دن کے آخری حصہ میں ان سب کو قتل کر دیا۔ [۱]

ابن ابی الدنیاؒ نے فیمن عاش بعد الموت میں، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور حاکمؒ نے (اس کو صحیح کہا)

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۴۵-۱۴۴، مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت ۱۴۰۹ھ)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نے بارہ حواریوں کے ساتھ یحییٰ (علیہ السلام) کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو (دین) سکھائیں وہ بھائی کی بیٹی (یعنی بھتیجی) سے نکاح کرنے کو روکتے تھے اور بادشاہ کی اپنی بھتیجی اس کو اچھی لگتی تھی اس نے اس سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اور ہر دن بادشاہ لڑکی کی جو بھی حاجت ہوتی تھی پورا کرتا تھا اس لڑکی کی ماں نے کہا جب وہ تجھ سے تیری حاجت کے بارے میں پوچھے تو تو کہنا کہ میری حاجت یہ ہے کہ تو یحییٰ بن زکریا (علیہ السلام) کو قتل کردے بادشاہ نے کہا اس کے علاوہ اور سوال کر اس نے کہا اس کے علاوہ میں اور سوال نہیں کرتی جب اس لڑکی نے انکار کیا تو بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور ان کو ایک طشت میں ذبح کردیا گیا ایک قطرہ اس کے خون میں جلدی نکلا اور وہ برابر جوش مارتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو بھیجا ایک بڑھیا نے اس کو یہ سارا واقعہ سنایا تو بخت نصر نے اپنے دل میں فیصلہ کرلیا کہ وہ برابر (یعنی لگاتار) قتل کرتا رہے گا یہاں تک کہ یہ خون جوش مارنا چھوڑ دے تو اس نے ایک ہی دن میں ایک ہی ضرب سے اور ایک ہی برچھے سے ستر ہزار آدمیوں کو قتل کردیا یہاں تک وہ خون ٹھہر گیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سری شہادت

اس آیت پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں یہود کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ نبیوں کو قتل کرتے ہیں اور عدل وانصاف کا حکم دینے والے علماء ناصحین کو قتل کرتے ہیں‘ حالانکہ یہ قتل تو ان مخاطبین یہود کے آباؤ اجداد نے کیا تھا تو اس فعل پر ان کی مذمت کیوں کی جارہی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں جو یہودی تھے وہ اپنے آباؤ اجداد کی سیرت کو لائق تحسین اور قابل تقلید گردانتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے‘ اس لیے ان افعال پر ان یہودیوں کی بھی مذمت کی گئی دوسرا

جواب یہ ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کی روش پر چلتے ہوئے ان لوگوں نے بھی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے کی سازشیں کیں اور مشرکین کے ساز باز کر کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے اور خیبر میں ایک یہودی عورت نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو زہر آلود گوشت کا لقمہ کھلایا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس زہر کے اثر کو فی الفور روک لیا لیکن تین سال بعد اسی زہر کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی اور آپ نے بھی سری شہادت پائی۔

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض سے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات ہوئی اس میں آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس طعام کے درد کو محسوس کرتا رہا ہوں جو میں خیبر میں کھایا تھا اور اب اس زہر کے اثر سے میرے قلب کی رگ کے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ [۱]

ظالم حکام کے سامنے حق بیان کرنا افضل جہاد ہے:

اس آیت میں یہ بھی فرمایا ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی وجہ سے بنو اسرائیل نے ایک سو بارہ علماء کو قتل کر دیا' اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ عزیمت اور شریعت میں اصل یہ ہے کہ مسلمان جان کی پروا کئے بغیر حق کا اظہار کرے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے راستہ میں کسی چیز کو خاطر میں نہ لائے۔ امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائیؒ متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

طارق بن شہابؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا اس وقت آپ نے رکاب میں پیر رکھا ہوا تھا: کون سا جہاد سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ظالم بادشاہ

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۷' مطبوعہ کراچی)

کے سامنے کلمہ حق کہنا۔ (۱)

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ کے نزدیک کون سے شہداء سب سے زیادہ مکرم ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جس نے کسی ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہوکر اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور حاکم نے اس شخص کو شہید کردیا۔ (۲)

حضرت ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے حق ظاہر ہونے کے بعد اس کو بیان کرنے سے اور کسی بڑی بات کا ذکر کرنے سے باز نہ رہے کیونکہ لوگوں کا دباؤ موت کو قریب کرتا ہے نہ رزق کو دور کرتا ہے۔ (۳)

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی ؒ متوفی ۸۰۷ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب ؓ ہیں اور وہ شخص ہے جو کسی ظالم حاکم کے سامنے کھڑا ہوا اور اس کو (نیکی کا) حکم دیا اور (برائی سے) منع کیا تو اس حاکم نے اس کو شہید کردیا۔ (۴)

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم ضرور نیکی کا حکم دو

۱۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۶ مطبوعہ کراچی) اس حدیث کو امام ابوداؤد (ج ۲ ص ۴۱) امام ترمذی (ص ۳۱۶) ابن ماجہ (ص ۲۸۹) امام حمیدی (ج ۲ ص ۳۳۲۔۳۳۱) امام بیہقی (شعب الایمان ج ۶ ص ۹۳) اور امام احمد (ج ۳ ص ۶۱) نے بھی روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۔ (مسند بزار)

۳۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۷۲) (مسند احمد ج ۳ ص ۹۲۔ ۸۷۔ ۴۷۔ ۴۴۔ مسند ابویعلی ج ۲ ص ۷۲)

۴۔ (المعجم الطبرانی الاوسط)

اور ضرور برائی سے منع کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے برے لوگوں کو تم پر مسلط کر دے گا پھر تمہارے نیک لوگ (بھی) دعا کریں گے تو ان کی دعا قبول نہیں ہوگی۔ ①

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی ؒ متوفی ۸۰۷ ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کسی مسلمان کے لیے خود کو ذلت میں ڈالنا جائز نہیں ہے آپ سے پوچھا گیا کہ ذلت میں ڈالنے سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا وہ اپنے آپ کو کسی ایسی مصیبت میں ڈالے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ ②

حضرت ابن عمر ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجاج سے خطبہ میں ایسی چیزیں سنیں جن کا میں انکار کرتا تھا میں نے اس کا رد کرنے کا ارادہ کیا پھر مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث یاد آئی کہ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل نہ کرے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ اپنے نفس کو کیسے ذلیل کرے گا؟ آپ نے فرمایا وہ اپنے آپ کو ایسی مصیبت میں ڈالے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ ③

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی ؒ متوفی ۴۵۸ ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر ؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس ؓ سے پوچھا آیا میں اپنے امام کو نیکی کا حکم

۱۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۶۶)

۲۔ اس حدیث کو امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۷۴۔۲۷۲، مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ)

۳۔ اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط اور المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے کہ المعجم الکبیر کی سند جید ہے اور اس کے روای صحیح ہیں۔ امام طبرانی نے اس حدیث کو المعجم الاوسط میں حضرت علی (رض) سے بھی روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۷۵۔ ۲۷۴ مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ)

دوں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اگر تم کو یہ خوف ہو کہ وہ تم کو قتل کردے گا تو پھر نہ دو۔ [1]

یہود کے جرائم پر سزاؤں کا ترتب

ان یہودیوں کے تین جرائم بیان کیے گئے تھے' اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرنا' نبیوں کو ناحق قتل کرنا اور علماء ناصحین کو قتل کرنا' اب اس کے مقابلہ میں ان کے لیے تین سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے۔ ان کے اعمال کا دنیا میں ضائع ہونا۔ آخرت میں ضائع ہونا اور ان کے لیے کسی مددگار کا نہ ہونا۔ دنیا میں ان کے اعمال کے ضائع ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے کئے ہوئے اچھے کاموں کی دنیا میں تحسین نہیں ہوگی' جہاد میں ان کو قتل کردیا جائے گا اور میدان جہاد میں ان کا جو مال ہاتھ آئے گا وہ بطور مال غنیمت ضبط کرلیا جائے گا اور جو لوگ میدان جنگ میں گرفتار ہوں گے ان کو غلام بنانا جائز ہوگا اور آخرت میں اعمال ضائع ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ آخرت میں ان کی نیکیوں پر ان کو اجر و ثواب کے بدلے عذاب ہوگا' اور تیسری سزا یہ ہے کہ یہ ہر قسم کی شفاعت سے محروم ہوں گے' انھیں جو عذاب کی خبر دی گئی ہے اس کو خوش خبری سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ جن کاموں پر انھیں عذاب ہوگا یہ ان کاموں کو اچھا سمجھ کر کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یہ اچھے کام ہیں تو پھر ان کے لیے خوشخبری ہے۔

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿٢٢﴾ ﴾

یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو گئے اور ان کا

۱۔ (شعب الایمان ج ٦ ص ٩٦ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

کوئی مددگار نہیں ہے۔

کافروں کے اعمال اکارت ہیں

پھر فرمایا(أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ) کہ ان لوگوں کے سارے اعمال دنیا وآخرت میں اکارت چلے گئے دنیا میں ان کے جان ومال محفوظ نہ رہے اور کسی طرح کی مدح اور تعریف کے مستحق نہ ہوئے اور آخرت میں بھی ان کے اعمال نے کچھ کام نہ دیا کیونکہ ان اعمال کا کوئی ثواب نہ ملا اور ان کے اعمال عذاب دفع کرنے کا ذریعہ نہ بن سکے، آخرت میں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا جو کسی طرح کی مدد یا سفارش کر سکے۔ جو اعمال برے ہوں ان پر تو ثواب ملنے کا کوئی سوال ہی نہیں جو اعمال نیکی کے نام سے کیے ہوں ان کے حبط ہونے کا تذکرہ فرمایا، کافر کی کوئی نیکی آخرت میں فائدہ نہیں دے سکتی۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ : یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال رائیگاں ہو گئے۔

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ: پس ان کے لیے دنیا میں لعنت اور رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب۔

وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ : اور ان کا کوئی حمایتی نہیں کہ اعمال کو برباد ہونے سے بچالے اور عذاب کو دفع کر سکے۔

ابن المنذرؒ، ابن اسحاقؒ ، ابن جریر اور ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ کی روایت سے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ یہودیوں کے مدرسہ میں یہود کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی۔ نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے پوچھا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم کس دین پر ہو؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت

اور دین پر۔ کہنے لگے ابراہیم (علیہ السلام) تو یہودی تھے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: آؤ ہمارے تمہارے درمیان توراۃ حاکم ہے (دیکھو توراۃ نے کیا فیصلہ کیا ہے) مگر انھوں نے انکار کیا اس پر مندرجہ ذیل آیت کا نزول ہوا۔

﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يُدۡعَوۡنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ وَهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۲۳﴾ ﴾

(اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب میں سے کچھ حصہ دیا گیا اور ان کو اسی کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ (کتاب) ان کے درمیان فیصلہ کردے۔ پھر بھی ان میں سے بعض لوگ روگردانی کرتے ہیں اور وہ تو (درحقیقت) ہیں ہی اعراض کرنے والے۔

شانِ نزول: (آیت) ”الم ترالی الذین اوتوا (الخ)

ابن منذرؒ نے عکرمہؒ کے واسطہ سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو توحید خداوندی کی دعوت دی تو ان میں سے نعیم بن عمرو اور حارث بن زید بولے، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم کون سے دین پر ہو؟

رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے دین اوران کی ملت پر، تو وہ بولے ابراہیم (علیہ السلام) تو یہودی تھے، رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، چلو توراۃ دیکھ لیں، وہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی ہے، اس چیز سے انھوں نے انکار کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کیا آپ ایسے لوگوں کو نہیں دیکھتے جن کو آسمانی کتاب کا ایک کافی حصہ دیا گیا ہے، (لیکن اس کے باوجود وہ حق سے اعراض کرتے ہیں)۔ ۱

امام جعفر محمد بن جریر طبری ؒ متوفی ۳۱۰ ھ اس آیت کے شان نزول میں اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہودیوں کے مدرسہ میں گئے اور انھیں اللہ کی طرف دعوت دی تو ان یہودیوں میں سے نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے آپ سے پوچھا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کس دین پر ہیں؟ آپ نے فرمایا حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے دین اور ان کی ملت پر۔ انھوں نے کہا ابراہیم تو یہودی تھے آپ نے فرمایا توراۃ لاؤ اس مسئلہ میں وہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصل ہے۔ انھوں نے اس سے انکار کیا تب یہ آیت نازل ہوئی: کیا باہمی اختلاف میں فیصلہ کرے تو پھر ان میں سے ایک فریق روگردانی کرتا ہے۔ ۲

ابن اسحق ؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، اور ابن ابی حاتم ؒ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیت المدارس میں یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو نعمان بن عمرو اور حارث بن زید نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطیؒ)

۲۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۴۵، مطبوعہ دارالمعرفتہ بیروت ۱۴۰۹ھ)

آپ کون سے دین پر ہیں تب آپ نے فرمایا ابراہیم (علیہ السلام) کے دین وملت پر تو انھوں نے کہا کہ ابراہیم (علیہ السلام) تو یہودی تھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان دونوں سے فرمایا تم دونوں توراۃ شریف لے آؤ وہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہے (جو فیصلہ کرے گی) تو انھوں نے انکار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتب یدعون الی کتب اللہ لیحکم بینہم" سے لے کر "وغرہم فی دینہم ما کانوا یفترون" تک۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے قتادہؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "الم تر الی الذین اوتوا۔۔ الآیۃ" سے مراد وہ یہودی ہیں جن کو کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے اور اس نبی کی طرف بلایا جاتا ہے جن کے بارے میں وہ اپنے پاس توراۃ شریف میں لکھا ہوا پاتے ہیں تو وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

ابن جریرؒ نے ابن جریجؒ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اہل کتاب کو کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تاکہ کتاب ان کے درمیان اور حدود کے بارے میں حق کے ساتھ فیصلہ کرے اور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کو اسلام کی طرف بلاتے تھے تو وہ اس سے پیٹھ پھیر لیتے تھے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابو مالکؒ سے رویت کیا ہے کہ لفظ آیت "نصیبا" سے حصہ مراد ہے "من الکتب" سے توراۃ شریف مراد ہے۔

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ ﴾

یہ اس سبب سے ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی دوزخ کی آگ مگر چند گنے ہوئے دن اور انھیں دھوکے میں ڈال دیا ہے ان کے دین کے بارے میں، ان باتوں نے جو وہ گھڑا کرتے تھے۔

ذَالِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ،یعنی اس کتاب کے ماننے سے گریز اور روگردانی کی وجہ سے ان کا یہ زعم باطل ہے کہ اول تو وہ جہنم میں جائیں گے ہی نہیں اور اگر گئے بھی تو صرف چند دن کے لیے جائیں گے، ان من گھڑت باتوں نے ان کو دھوکے اور فریب میں ڈال رکھا ہے، یعنی یہ لوگ اپنے آپ کو خدا چہیتا سمجھ بیٹھے ہیں جس کی وجہ سے یہ اس خیال خام میں مبتلا ہیں کہ ہم خواہ کچھ بھی کریں بہرحال جنت ہماری ہے ہم اہل ایمان ہیں اور ہم فلاں کی اولاد ہیں اور فلاں کی امت ہیں آگ کی کیا مجال کہ ہم کو چھو بھی جائے اور اگر بالفرض چھوئے گی بھی تو بس چند روز کے لیے گناہوں کی آلائشوں سے پاک صاف کرنے کے لیے اس کے بعد پھر سیدھے جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے، ان ہی خیالات نے ان کو اتنا جری اور بے باک بنا دیا ہے کہ وہ سخت سے سخت جرم کا ارتکاب کر جاتے ہیں اور ذرا بھر بھی خدا کا خوف نہیں کرتے۔

عبد بن حمیدؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ ”قالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودت“ ان سے وہ دن مراد لیتے تھے جس میں اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا فرمایا۔

عبد بن حمیدؒ، ابن المنذرؒ نے قتادہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وغرہم فی دینہم ما کانوا یفترون“ سے مراد ہے کہ جب انھوں نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وغرہم فی دینہم ما کانوا یفترون“ سے

مراد ہے کہ ان کے اس قول نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا کہ لفظ آیت "لن تمسنا النار الا ایاما معدودت"
(کہ ہم کو آگ چند گنتی کے دنوں میں چھوئے گی)۔

فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۚ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾

سو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم انھیں ایک ایسے دن کے لیے جمع کریں گے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اور پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو جو اس نے کمایا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

یہود کی بے بسی

وفیت (اس کو پورا پورا دیا گیا۔ وہ پوری کی گئی۔ توفیۃ سے ماضی مجہول)۔ کسبت (اس نے کمایا۔ اس نے کام کیا۔ کسب سے ماضی)۔ تشریح:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود کو ڈانٹ ڈپٹ کر تنبیہ فرمائی ہے کہ قیامت کے روز ان کا کیا حال ہوگا؟ جب ان کو ایک یقینی دن کے حساب اور جزا و سزا کے لیے جمع کیا جائے گا، کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا، اس کے رسولوں کی تکذیب کی انبیاء اور اہل حق علماء کو قتل کیا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے ایک ایک عمل کا حساب لے گا اور انھیں اپنے تمام اعمال کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ اس روز ہر شخص کو اس کے کیئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ کسی کی حق تلفی نہیں کی

جائے گی۔[1]

ابن ابی حاتمؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ "ووفیت" سے مراد ہے یعنی ہر ایک جان کو موت آئے گی چاہے نیک ہو یا برا ہو۔" ماکسبت" یعنی جو کچھ اس نے عمل کیا ہوگا خیر سے یا شر سے" وھم لا یظلمون" یعنی اعمال میں سے ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت میں یہود کے افعال پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے یعنی قرآن مجید کے مخاطبین کو اس پر تعجب کرنا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہود کو جمع فرمائے گا جس دن نسب منقطع ہو جائیں گے اور کسی شخص کے کام نہ اس کا مال آئے گا نہ اس کی اولاد کام آئے گی اور ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری پوری جزا دی جائے گی اور کسی شخص کو اس کے جرم سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت)" ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثال حبۃ من خردل اتینا بھا وکفی بنا حاسبین"۔(الانبیاء:٤٧)

ترجمہ: قیامت کے دن ہم انصاف کی میزانیں رکھیں گے سو کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے (بھی) لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب لینے والے۔

بلاتوبہ مرتکب کبیرہ مرنے والے مومن کی مغفرت میں مذاہب:

معتزلہ اور خوارج نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو مومن گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور وہ توبہ کئے بغیر مرجائے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مومن کو اس

---

[1] ۔(ابن کثیر ٣٥٦/١)۔

کے ایمان کی جزا بھی تو دینی ہے اب یا تو وہ ایمان کی جزا پانے کے بعد جنت سے نکال کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا یا گناہ کبیرہ کی سزا بھگتنے کے بعد اس کو جنت میں داخل کیا جائے' دوسری صورت میں ہمارا مدعا ثابت ہے اور پہلی صورت اجماعا باطل ہے' نیز قرآن مجید میں ہے کسی شخص کو جنت میں داخل کرنے کے بعد اس کو جنت سے نکالا نہیں جائے گا۔

(آیت) "لا یمسھم فیھا نصب وماھم منھا بمخرجین"۔(الحجر: ٤٨)

ترجمہ: انھیں جنت میں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

اس لیے یہ نہیں ہوسکتا کہ مرتکب کبیرہ مومن کو جنت سے نکال کر دوزخ میں ڈال دیا جائے اس لیے یا تو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم یا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت سے اس مومن کو بخش دے گا جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور بغیر توبہ کے مر گیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

(آیت) "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذالک لمن یشآء"۔(النساء: ٤٨)

ترجمہ: بیشک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اسے جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔

اور یا پھر اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں کی سزا کے لیے دوزخ میں ڈالے گا اور پھر اس شخص کو اس کے ایمان کی جزا دینے کے لیے جنت میں داخل کر دے گا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اس کے گناہ کی وجہ سے اس کا ایمان ضائع کر دیا جائے تو ہم کہیں گے کہ یہ بداھۃ باطل ہے۔

یحی بن معاذ ؒ کہتے تھے کہ ایک لحظہ کا ایمان ستر سال کے کفر کو ساقط کر دیتا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ستر سال کا ایمان ایک لحظہ کے گناہ سے ساقط ہو جائے' نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "فمن یعمل مثال ذرۃ خیرا یرہ"۔ (الزلزال:۷)

سو جس نے ذرہ برابر (بھی) نیکی کی وہ اس کی جزا پائے گا۔

اگر کسی مومن کو اس کے ایمان کی جزا نہ دی جائے تو اس آیت کے خلاف ہوگا۔

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ ۲۶

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں کہیے کہ اے اللہ جو ملک کا مالک ہے تو ملک دیتا ہے جس کو چاہے اور ملک چھین لیتا ہے جس سے چاہے اور تو عزت دیتا ہے جس کو چاہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہے تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائی ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

ربط آیات:۔ کفار دنیا اور اس کے سامان پر مغرور تھے۔ اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب کو فقر و فاقہ اور افلاس کی وجہ سے حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی کے جواب میں فرمایا کہ سلطنت و دولت اور عزت و ذلت سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم اس طرح دعا مانگو، ہم تمہیں ایسی بے مثال سلطنت عطا کریں گے کہ اس کو دیکھ کر یہ مذاق اڑانے والے بھی حیران و دنگ رہ جائیں گے۔ گویا یہ ایک طرح کی پیشین گوئی تھی کہ عنقریب دنیا کی کایا پلٹ ہونے والی ہے اور یہ بے سر و سامان مسلمان عزت و سلطنت کے مالک بن جائیں گے۔

اور جو لوگ اس وقت بادشاہت کر رہے ہیں وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ذلت کے گڑھے میں جا گریں گے۔

شانِ نزول: (آیت) "قل اللھم ملک الملک (الخ)

یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول منافق کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس وقت مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا تو اس نے کہا کہ فارس وروم کی بادشاہت ان کو کیسے حاصل ہوسکتی ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیوں وہ کہتے تھے کہ کسری بادشاہ دیباج کے بستروں پر سوتا ہے، اگر آپ نبی ہیں تو پھر آپ کی بادشاہت کہاں گئی۔

ابن ابی حاتم ؒ نے قتادہ ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے پروردگار دعا فرمائی کہ روم اور فارس کی بادشاہت آپ کی امت کو دے دی جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [1]

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی ؒ متوفی ۶۰۶ اس آیت کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ فتح کیا اور آپ نے اپنی امت سے روم اور فارس کی سلطنتوں کا وعدہ کیا تو یہودیوں اور منافقوں نے کہا روم اور فارس کے ملک اور کہاں محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ بہت بعید بات ہے' اور ایک روایت یہ ہے کہ جب غزوہ احزاب میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خندق کے نشان لگائے اور ہر دس آدمیوں کی جماعت کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق کھودتے ہوئے ایک چٹان آ گئی جو کسی کدال اور پھاوڑے سے نہ ٹوٹتی تھی

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

تب صحابہ کرامؓ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بھیجا اور انھوں نے آکر آپ کو بتایا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت سلمانؓ کے ہاتھ سے کدال لے کر چٹان پر ایک ضرب لگائی تو آپ کی ضرب سے چنگاریاں اڑیں اور اندھیری رات میں بجلی کی طرح روشنی پیدا ہوئی آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا مسلمانوں نے بھی بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس روشنی میں مجھے حیرہ کے محلات نظر آئے' پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی تو فرمایا کہ اس کی روشنی میں مجھے روم کے محلات نظر آئے' پھر تیسری ضرب لگائی تو فرمایا اس روشنی میں مجھے صنعاء کے محلات نظر آئے اور مجھے حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے آکر خبر دی کہ میری امت ان تمام ملکوں پر قابض اور غالب ہوگی سو تمہیں خوش خبری ہو۔ یہ سن کر منافقوں نے کہا تم کو اپنے نبی پر تعجب نہیں ہوتا وہ تم سے جھوٹے وعدے کرتا ہے اور وہ تمہیں خبر دیتا ہے کہ وہ یثرب سے حیرہ اور مدائن کسری کے محلات کو دیکھ رہا ہے اور وہ ملک تمہارے لیے فتح ہوں گے حالانکہ تم مارے خوف کے خندقیں کھود رہے ہو' اور تم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ان خندقوں سے باہر نکل کر اپنے دشمنوں کا مقابلہ کر سکو' تب یہ آیت نازل ہوئی: آپ دعا کیجئے اے اللہ ملک کے مالک! تو جس کو چاہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہے ملک چھین لیتا ہے۔

حسن بصریؒ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ حکم دیا کہ آپ یہ دعا کریں کہ اللہ آپ کو فارس اور روم کے ملکوں پر غلبہ عطا فرمائے' اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی یہ دعا قبول فرمائے گا اور انبیاء (علیہم السلام) کے مقامات اسی طرح ہیں انھیں جب کسی

دعا کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ دعا قبول کی جاتی ہے۔[۱]

اس حدیث میں آپ کے کئی معجزات کا بیان ہے جو چٹان کسی سے نہ ٹوٹتی تھی وہ آپ کی ایک ضرب سے ٹوٹ کر بکھر گئی آپ نے اپنی ضرب سے پیدا ہونے والی چمک میں دور دراز ملکوں کے محلات دیکھے آپ نے اپنی امت کو روم اور فارس پر فتح کی جو بشارت دی تھی وہ پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا مستجاب فرمائی۔

سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نبی ہونے پر مخالفین کے اعتراض کا جواب۔

"مالک الملک" میں ملک سے مراد سلطنت اور غلبہ ہے ایک قول ہے اس سے مراد مال اور غلام ہیں اور مجاہدؒ نے کہا اس سے مراد نبوت ہے' مالک سے نبوت مراد ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ علماء ربانیین کی مخلوق کے باطن پر حکومت ہوتی ہے اور بادشاہوں کی مخلوق کے ظاہر پر حکومت ہوتی ہے اور انبیاء (علیہم السلام) کا حکم مخلوق کے ظاہر اور باطن دونوں پر نافذ ہوتا ہے اور علماء ہوں یا حکام دونوں نبی (علیہ السلام) کے حکم کے تابع ہوتے ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا ملک بادشاہوں کے ملک سے زیادہ عظیم اور وقیع ہے۔ ادھر مشرکین نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت کا اس لیے انکار کرتے تھے کہ وہ بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے وہ تعجب سے کہتے تھے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیج دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں فرمایا اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ کو رسول بناتا تب بھی اس کو کسی پیکر انسانی میں بھیجتا اور وہ پھر اسی شبہ میں مبتلا ہوتے اور بعض مشرک یہ کہتے تھے کہ اگر کسی بشر نے ہی رسول ہونا تھا تو اللہ تعالیٰ کسی بہت بڑے دولتمند یا کسی بہت بڑے سردار کو رسول بناتا ایک خاک نشیں یتیم کو اللہ نے

۱۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۳۹۸ھ)

رسول کیسے بنا دیا؟ یہود کہتے تھے کہ نبوت تو ہمارے آباء اور اسلاف میں تھی قریش ان پڑھ لوگ ہیں ان میں نبی کیسے مبعوث ہو گیا؟ اللہ تعالیٰ نے ان تمام منکروں کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ سبحانہ مالک الملک ہے' نبوت کا مالک ہے وہ جس کو چاہے نبوت عطا فرمائے' اس تقریر پر یہ اعتراض ہے کہ پھر ملک چھیننے کا معنی ہوگا کہ وہ جس سے چاہے نبوت چھین لیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی نبی سے نبوت سلب نہیں فرماتا! اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کی نسل میں نبوت رکھے اور اس میں نسل در نسل نبی آتے رہیں پھر اللہ تعالیٰ کسی اور شخص کی نسل میں نبوت رکھ دے تو یہ بات صادق آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی نسل سے نبوت کو سلب کر لیا اور دوسرے شخص کو نبوت عطا کر دی اور یہاں ایسا ہی ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے بنو اسرائیل کی نسل میں نبوت رکھی اور پھر یہ نبوت نبو اسماعیل کی نسل میں سے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عطا کر دی۔

اللہ تعالیٰ خیر اور شر دونوں کا خالق ہے لیکن یہاں فرمایا ہے ہے کہ سب خیر تیرے ہی دست قدرت میں ہے اور شر کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ ادب کا تقاضا ہے اللہ کی طرف شر کی نسبت نہ کی جائے بلکہ شر کی نسبت بندہ کو اپنی طرف کرنی چاہیے۔

الطبرانیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا وہ اسم اعظم جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتے ہیں وہ آل عمران کی اس آیت میں ہے" قل اللھم ملک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء "۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم (اس آیت میں ہے)

لفظ آیت "قل اللھم ملک الملک سے "بغیر حساب" تک۔

ابن ابی الدنیا ؒ نے دعا میں معاذ بن جبل ؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قرضہ کی شکایت کی جو مجھ پر تھا آپ نے فرمایا اے معاذ! کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تیرا قرضہ ادا ہو جائے؟ میں نے عرض کیا ہاں! آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھ:

"قل اللھم ملک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر"۔

ترجمہ: تو کہہ اے اللہ تو مالک ہے (سارے) ملک کا جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے تیرے ہاتھ میں خیر ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

"رحمن الدنیا والاخرۃ ورحیمھما تعطی ما تشاء وتمنع منھما ما تشاء اقض عنی دینی فلو کان علیک ملء الارض ذھبا ادعندک"۔

ترجمہ: دنیا اور آخرت کے رحم کرنے والے اور ان دونوں میں نہایت رحم کرنے والے تو دیتا ان میں سے جس کو چاہتا ہے اور روک لیتا ہے ان میں سے جس کو چاہتا ہے، میرے قرضے کو دور فرمادے اگر تیرے اوپر زمین بھر سونے کے برابر قرضہ ہوگا تو (اللہ تعالیٰ) تیری طرف سے ادا کریں گے۔

ادا ء قرض کی دعاء

الطبرانی ؒ نے معاذ بن جبل ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ کو جمعہ کے دن گم پایا جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز پڑھ لی تو حضرت معاذ ؓ کے پاس آئے آپ

نے فرمایا اے معاذ! کیا ہوا تجھ کو کہ میں نے تجھ کو نہیں دیکھا عرض کیا ایک یہودی کا مجھ پر ایک اوقیہ سونا قرضہ ہے میں آپ کی طرف نکلا تو اس نے مجھے قید کر لیا آپ نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی دعا نہ سکھاؤں کہ جس کے ذریعہ تو دعا کرے اگر تیرے اوپر پہاڑ کے برابر قرضہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو تیری طرف سے ادا کردیں گے اے معاذ اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرو: لفظ آیت

”قل اللھم ملک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر۔ تولج الیل فی النھار وتولج النھار فی الیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی وترزق من تشاء بغیر حساب“۔

ترجمہ: کہہ دے تو اے اللہ مالک ہے (سارے) ملک کا دیتا ہے ملک جس کو چاہتا ہے اور کھینچ لیتا ہے ملک جس سے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے تیرے ہاتھ میں خیر ہے تو ہر چیز پر قادر ہے داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور نکالتا ہے زندہ سے مردے کو اور نکالتا ہے مردہ سے زندہ کو اور رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔

ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”تؤتی الملک من تشاء“ سے مراد نبوت ہے۔

﴿ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾ ﴾

تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ، حسنؒ، قتادہؒ، اور سدی رحمۃ اللہ علیہم نے ارشاد باری تعالیٰ (آیت) "تولج الیل فی النھار"۔ کے معنی میں بیان کیا ہے کہ تو دونوں (رات اور دن) میں سے ایک کی کمی کو دوسرے میں داخل کر دیتا ہے۔ (۱)

یہاں تک کہ دن پندرہ ساعت کا ہو جاتا ہے اور وہ طویل ترین دن ہوتا ہے اور رات نو ساعت کی ہو جاتی ہے اور وہ چھوٹی ترین رات ہوتی ہے، اور اسی طرح (آیت) "تولج الیل فی النھار"۔ کا معنی بھی ہے۔ اور یہ کلبیؒ کا قول ہے اور حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے اور آیت کے الفاظ یہ احتمال بھی رکھتے ہیں کہ اس میں رات اور دن کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا داخل ہو اور ان میں سے ایک کا زوال دوسرے میں داخل ہونا ہو۔ (۲)

اور ارشاد باری تعالیٰ: (آیت) "وتخرج الحی من المیت"۔ کے معنی میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے، پس حسنؒ نے کہا ہے: اس کا معنی ہے تو مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے نکالتا ہے، اسی طرح حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے، اور معمر نے حضرت زہریؒ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی عورتوں کے پاس تشریف لے گئے تو وہاں ایک حسین و جمیل عورت موجود تھی، آپ

۱۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۱۷ دار الکتب العلمیہ)

۲۔ (المحرر الوجیز، جلد ۱، صفحہ ۴۱۷ دار الکتب العلمیہ)

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پوچھا: "یہ کون ہے؟" تو انھوں نے عرض کی: یہ آپ کی خالاؤں میں سے ایک ہے، آپ نے پھر ارشاد فرمایا: "یہ کون ہے؟" انھوں نے عرض کی: یہ خالدہ بنت اسود بن عبد یغوث ہے، تب حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: سبحان الذی یخرج الحی من المیت" (پاک ہے وہ ذات جو زندہ کو مردہ سے نکالتی ہے) وہ عورت نیک اور صالحہ تھی اور اس کا باپ کافر تھا، تو اس قول کی بنا پر مراد یہ ہے کہ کافر کا دل مردہ ہے اور مومن کا دل زندہ ہے، پس موت اور حیات دونوں مستعار ہیں۔ اور اکثر علماء نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ آیت میں حیات اور موت دونوں حقیقت ہیں، اور حضرت عکرمہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد مرغی کو انڈے سے نکالنا ہے اس میں مرغی زندہ ہے اور انڈا مردہ ہے اور انڈا جو کہ مردہ ہے اسے مرغی سے نکالتا ہے جو کہ زندہ ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: مراد نطفہ ہے جو آدمی سے خارج ہوتا ہے اور اس میں نطفہ مردہ ہے اور آدمی زندہ ہے اور آدمی نطفہ سے زندہ نکلتا ہے حالانکہ نطفہ مردہ ہے۔ اور حضرت عکرمہ اور سدیؒ نے کہا ہے: مراد دانہ ہے جو بالی سے نکلتا ہے اور بالی دانے سے نکلتی ہے اور گٹھلی کھجور سے نکلتی ہے اور کھجور گٹھلی سے نکلتی ہے اور کھجور اور بالی میں حیات تشبیہا موجود ہے۔ [1]

پھر فرمایا: (آیت) "وترزق من تشآء بغیر حساب"۔ گویا کہ وہ جو کچھ عطا کرتا ہے اس کا حساب نہیں لے گا۔

سعید بن منصور اور ابن المنذرؒ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "تولج الیل فی النھار وتولج النھار فی الیل" سے مراد ہے کہ سردی کے موسم کی لمبی راتوں میں دنوں کو چھوٹا کرنا اور گرمی کے موسم کے

۱۔(المحرر الوجیز، جلد۱، صفحہ ٤١٨ دار الکتب العلمیہ)

لمبے دنوں میں راتوں کو چھوٹا کرنا ہے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریر اور ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "تولج الیل فی النھار وتولج النھار فی الیل" سے مراد ہے کہ جو رات میں سے (وقت) کم کرتا ہوا اس کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور جو دن میں سے کم کرتا ہے اس کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "تولج الیل فی النھار" سے مراد ہے کہ یہاں تک رات پندرہ گھنٹے کی ہو جاتی ہے اور دن نو گھنٹے کا (پھر فرمایا) "وتولج النھار فی الیل" یہاں تک کہ دن پندرہ گھنٹے کا اور رات نو گھنٹے کی ہو جاتی ہے۔

عبد بن حمیدؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "تولج الیل فی النھار وتولج النھار فی الیل" سے مراد ہے کہ ان دونوں (یعنی رات اور دن) میں سے ہر ایک اپنے ساتھ یعنی دوسرے کا وقت لے لیتا ہے۔

عبد بن حمیدؒ نے ضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "تولج الیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل" سے مراد ہے کہ دن رات میں سے (وقت) لے لیتا ہے یہاں تک کہ رات لمبی ہو جاتی ہے۔

ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی" سے مراد ہے کہ نکالتا ہے مردہ نطفہ کو زندہ انسان سے پھر اس نطفہ سے زندہ آدمی کو نکالتا ہے۔

عبد بن حمیدؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتمؒ نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی" سے مراد ہے زندہ لوگ مردہ نطفہ سے اور مردہ نطفہ سے زندہ لوگوں کو نکالتا ہے جانوروں اور نباتات میں سے بھی اسی طرح ہے۔

ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ ؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وتخرج الحی من المیت“ سے مراد وہ انڈا ہے جس کو تو زندہ سے نکالتا ہے حالانکہ وہ مردہ ہوتا ہے پھر اس میں سے زندہ جانور کو نکالتا ہے۔

ابن جریرؒ، نے عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی“ سے مراد ہے کہ تو کھجور کا درخت گٹھلی سے اور (پھر) کھجور کے درخت سے گٹھلی نکالتا ہے اور دانہ خوشہ سے نکالتا ہے۔

ابن جریرؒ، ابوالشیخؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی“ سے مراد ہے یعنی مومن کافر سے اور کافر مومن سے نکالتا ہے (یعنی پیدا کرتا) اور مومن وہ بندہ ہے جس دل زندہ ہے اور کافر وہ بندہ ہے جس کا دل مردہ ہے۔

مٹی سے حضرت آدم (علیہ السلام) کو پیدا فرمایا

سعد بن منصورؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن ابی حاتم ؒ، بیہقیؒ نے الاسماء والصفات میں ابوالشیخ نے افطہ میں سلمانؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کی مٹی کا چالیس دنوں تک خمیر بنایا پھر اپنے ہاتھ مبارک کو اس میں رکھا اور اس مٹی پر اچھی اور خبیث چیز اوپر کو اٹھ آئی پھر بعض کو بعض سے ملا دیا پھر اس میں سے آدم (علیہ السلام) کو پیدا فرمایا اس لیے فرمایا لفظ آیت ”وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی“ یعنی کافر سے مومن کو نکالتا ہے (یعنی پیدا کرتا ہے) اور مومن کو کافر سے نکالتا ہے۔

ابن مردویہؒ نے ابوعثمان النہدیؒ کے طریق سے سلمان فارسیؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا فرمایا تو اس کی اولاد کو نکالا اور

اس میں سے ایک مٹی اپنے دائیں ہاتھ میں بھری اور فرمایا یہ جنت والے ہیں اور مجھ کو کوئی پروا نہیں اور بائیں ہاتھ مٹھی بھری اس میں تمام ناکارہ لوگ آ گئے پھر فرمایا یہ دوزخ والے ہیں اور مجھے کوئی پروا نہیں پھر ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیا تو کافر سے مومن کو نکالتا ہے (یعنی پیدا کرتا) اور مومن سے کافر کو نکالتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی"۔

ابن مردویہؒ نے ابوعثمان النہدیؒ کے طریق سے ابن مسعود یا سلمانؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لفظ آیت "وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی" کافر مومن سے اور مومن کافر سے نکالتا ہے۔

عبدالرزاقؒ، ابن سعدؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہؒ نے زہریؒ کے طریق سے خالدہ بنت اسود بن عبد یعوثؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئیں تو آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ خالدہ بنت اسودؓ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پاک ہیں جو زندہ سے مردہ کو نکالتے ہیں اور وہ نیک عورت تھیں لیکن ان کا والد کافر تھا۔

ابن المنذرؒ نے حضرت عائشہؓ نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اسی طرح روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت "وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی" میں لفظ میت کو مخفف پڑھتے تھے۔

عبد بن حمیدؒ نے یحییٰ بن وثابؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ اس آیت "وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی" اور "بلد میت" (اس آیت) میں میت کے لفظ کو مشدد پڑھتے تھے۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے ربیعؒ سے اس قول لفظ آیت "وترزق من تشاء بغیر حساب" کے بارے میں

روایت کیا ہے کہ اللہ رزق کو حساب کے ساتھ نہیں نکالتا اس خوف سے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ کم نہ ہوجائے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ کم نہیں ہوتا (دینے سے)۔

ابن ابی حاتمؒ نے میمون بن مہرانؒ سے روایت کیا ہے کہ "بغیر حساب" کا مطلب ہے کثرت کے ساتھ۔

ابن جریرؒ نے محمد بن جعفر بن زبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "تولج الیل فی النھار وتولج النھار فی الیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی" یعنی اس قدرت کے ساتھ کہ جس کے ذریعے تو ملک دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور چھین لیتا ہے جس سے چاہتا ہے لفظ آیت "وترزق من تشاء بغیر حساب" جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے تیرے علاوہ اس پر (یعنی رزق دینے) پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور اس کام کو تیرے سوا کوئی نہیں کرتا یعنی اگر میں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو بعض چیزوں (جیسے مردوں کو زندہ کرنا بیماروں کو تندرست کر دینا مٹی سے (اصلی) پرندہ بنا دینا اور غیب کی باتوں کی خبر دینا پر قدرت دی ہے تا کہ تمہارے لیے نشانی بنا دے اور ان کی نبوت کے لیے تصدیق بنا دے کہ جس کے ساتھ آپ نے ان کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تھا (لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا) کہ بلاشبہ میری بادشاہی اور میری قدرت میں سے وہ چیزیں ہیں جو میں نے ان کو عطا نہیں کیں (جیسے) نبوت کے ساتھ ملکوں کا مالک بنانا اور اس (نبوت) کو میں جہاں چاہوں رکھوں اور رات کا داخل کرنا دن میں اور دن کا داخل کرنا رات میں اور زندہ کو نکالنا مردہ سے اور مردہ کو نکالنا زندہ سے اور نیک اور بدکردار کو جس کو میں چاہوں بغیر حساب کے رزق دوں ان سب کاموں کا میں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو اختیار نہیں دیا اور نہ ان کو مالک بنایا کیا ان کے لیے اس میں عبرت اور نشانی نہیں ہے کہ اگر وہ خدا ہوتے تو یہ سارے کام ان کے اختیار میں ہوتے جیسا کہ ان نصاریٰ کے علم میں ہے کہ بادشاہوں سے بھاگتے تھے اور ان سے منتقل ہوتے رہتے

تھے شہروں میں سے ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف۔

وَتَرۡزُقُ مَنۡ تَشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ: اللہ کے علاوہ کوئی رزق دینے والا نہیں، وہ اکیلا ہی رازق اور داتا ہے، ارشاد فرمایا: (أَمَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَمَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ) [النمل: ٦٤] "یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔"

لَا يَتَّخِذِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۚ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَلَيۡسَ مِنَ اللّٰهِ فِيۡ شَيۡءٍ اِلَّآ اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡهُمۡ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفۡسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿٢٨﴾

مومن لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، الا یہ کہ تم ان (کے ظلم) سے بچنے کے لیے بچاؤ کا کوئی طریقہ اختیار کرو، اور اللہ تمہیں اپنے (عذاب) سے بچاتا ہے، اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔

شان نزول: (آیت) ”لا یتخذ المؤمنون“ ۔ (الخ)

ابن جریرؒ نے سعیدؒ یا عکرمہؒ کے واسطہ سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حجاج بن عمرو اور ابن الحقیق اور قیس بن زید نے انصار کی ایک جماعت سے دوستی کی تاکہ ان کے دین میں فتنہ ڈالیں تو رفاعہ بن منذر اور عبداللہ بن جبیر اور سعد بن حثمہؓ ان حضرات نے انصار سے کہا، یہودیوں کی اس جماعت سے بچو اور ان سے دوستی کرنے میں احتیاط کرو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ تمہارے دین میں کوئی فتنہ پردازی کریں مگر ان انصاریوں نے ان کی بات ماننے سے انکار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کفار کو اپنا ہمراز اور دوست نہ بنائیں۔ ۱

اس آیت کے شان میں نزول میں امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ متوفی ۳۱۰ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں سے کعب بن اشرف، ابن ابی الحقیق اور قیس بن زید کی بعض انصار صحابہ سے باطنی دوستی تھی تاکہ وہ ان مسلمانوں کو ان کے دین سے برگشتہ کریں، حضرت رفاعہ بن منذر، حضرت عبداللہ بن جبیر اور حضرت سعد بن خثیمہؓ نے ان انصار سے کہا کہ وہ ان یہودیوں کے ساتھ باطنی دوستی رکھنے سے اجتناب کریں لیکن یہ مسلمان نہیں مانے اور ان یہودیوں کے ساتھ باطنی دوستی رکھنے پر مصر رہے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ کی حمایت میں (یا اللہ کی عبادت میں یا اللہ والوں کی جماعت اور اللہ کے مقربین میں) بالکل نہیں ہے۔ ۲

۱۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی (رح)

۲۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت، ۱۴۰۹ ھ)

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی اس آیت کو اس حدیث کا عنوان بنایا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵٦ھ روایت کرتے ہیں: حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے' حضرت زبیرؓ کو اور حضرت مقداد بن اسودؓ کو بھیجا اور فرمایا روضہ خاخ (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام) میں جاؤ وہاں ایک عورت سفر کر رہی ہوگی اس کے پاس ایک خط ہوگا وہ اس سے لے لو، ہم اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے حتی کہ ہم روضہ میں پہنچ گئے تو وہاں وہ مسافرہ تھی ہم نے اس سے کہا وہ خط نکالو اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا وہ خط نکالو ورنہ تمہارے کپڑے اتار دیئے جائیں' تب اس نے اپنے بالوں کے گچھے سے وہ خط نکالا ہم وہ خط لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اس خط میں لکھا ہوا تھا کہ یہ خط حاطب بن ابی بلتعہؓ کی طرف سے مشرکین مکہ کی طرف ہے اس خط میں حضرت حاطبؓ نے مکہ کے مشرکوں کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعض اقدامات کی خبر دی تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اے حاطب! یہ کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے کہا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے متعلق فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں میں قریش کے قرابت داروں میں سے نہیں ہوں' میں ان سے مل جل کر رہنے والا ہوں' آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی مکہ والوں کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں جس کی وجہ سے وہ مکہ میں اپنے رشتہ داروں اور اپنے اموال کی حفاظت کر لیں گے تو میں نے یہ چاہا کہ جب مکہ والوں کے ساتھ میری کوئی رشتہ داری نہیں ہے تو میں ان پر کوئی احسان کر دوں اور اس احسان کی وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں میں نے یہ فعل کسی کفر یا ارتداد یا اسلام کے بعد کفر کو پسند

کرنے کی وجہ سے نہیں کیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اس نے تم سے سچ کہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا یہ شخص بدر میں حاضر ہو چکا ہے تمہیں کیا پتا ہے کہ بیشک اللہ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا۔ (۱)

امام مسلمؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بدر کی طرف جا رہے تھے جب آپ بحرۃ الوبرہ (مدینہ سے چار میل دور ایک مقام) پر پہنچے تو ایک شخص ملا جس کی جرات اور طاقت کا بہت چرچا تھا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اس نے کہا میں آپ کا ساتھ دینے آیا ہوں تا کہ مال غنیمت میں سے مجھے بھی حصہ ملے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے پوچھا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہو؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: واپس چلے جاؤ میں کسی مشرک کی مدد ہرگز طلب نہیں کروں گا وہ دوبارہ پھر آیا اور مدد کی پیش کش کی آپ نے پھر یہی فرمایا میں کسی مشرک سے مدد ہرگز طلب نہیں کروں گا بالآخر وہ مسلمان ہو گیا اور آپ نے اس کو ساتھ لے لیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ عزت، وقار اور غلبہ کے ساتھ مشرکین کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے اور ذلت اور خواری کے ساتھ مشرکوں کے ساتھ کسی بھی قسم کا کوئی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲)

بدعقیدہ لوگوں سے معاملات کی ممانعت کے متعلق احادیث

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۲، ج ۲ ص ۵۶۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں۔ (۱)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی احادیث لائیں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (۲)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات کی تاویل کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے دلوں میں کجی ہے ان سے اجتناب کرو۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: قدریہ اس امت کے مجوس ہیں وہ اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ہر امت کے مجوس ہیں اور اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو منکر تقدیر ہیں وہ اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو۔

حضرت عمر بن الخطابؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: منکرین تقدیر

۱۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

۲۔ (مقدمہ صحیح مسلم ج۱ ص۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

کے ساتھ بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو۔ (۱)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی ؒ متوفی ۸۰۷ھ امام طبرانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت عائشہ ؓ سے فرمایا جن لوگوں نے دین میں تفریق کی وہ ایک گروہ تھا اس سے مراد بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں' ان کی توبہ نہیں ہے میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ (۲)

امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی ؒ متوفی ۲۵۵ھ روایت کرتے ہیں: ایوب ؒ بیان کرتے ہیں کہ ابو قلابہ نے کہا گمراہ فرقوں کے پاس نہ بیٹھو' نہ ان سے بحث کرو' کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ اپنی گمراہی میں تم کو مبتلا کردیں گے یا تمہارے عقائد کو تم پر مشتبہ کر دیں گے۔ (۳)

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں: حضرت اسماء بنت ابو بکر ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عہد میں میری والدہ میرے پاس آئیں وہ اس وقت مشرکہ تھیں میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوچھا: میری والدہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں کہ میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔ (۴)

امام احمد بن حنبل ؒ متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن الزبیر ؓ بیان کرتے ہیں کہ قیلہ بنت عبدالعزی اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر ؓ کے پاس گوہ' ترس (ایک قسم کی سبزی) اور گھی کا ہدیہ لے کر آئی

۱۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹۳۔۲۷۵ ملتقطا" مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)
۲۔ (معجم صغیر) (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۸' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)
۳۔ (سنن دارمی ج ۱ ص ۹۰' مطبوعہ نشر السنہ ملتان' شعب الایمان ج ۷ ص ۶۰' مطبوعہ بیروت)
۴۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت اسماءؓ نے اس کا ہدیہ لینے سے انکار کیا اور اس کو اپنے گھر آنے سے بھی منع کر دیا۔ حضرت عائشہؓ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کا ہدیہ قبول کرنے اور اس کو گھر میں آنے کی اجازت دینے کا حکم دیا۔ (۱)

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمیؒ متوفی ۸۰۷ھ، امام بزارؒ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں: حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ قریش کو سخت قحط سالی پہنچی حتیٰ کہ انھوں نے سوکھی ہوئی ٹہنیاں بھی کھالیں اور اس وقت قریش میں رسول اللہ اور حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے زیادہ کوئی خوش حال نہیں تھا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عباسؓ سے کہا اے چچا! آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھائی ابوطالب کثیر العیال ہیں اور قریش کو جس قحط سالی کا سامنا ہے وہ بھی آپ کے علم میں ہے۔ آیئے ان کے پاس چلیں اور ان سے ان کے بعض بچوں کو لے لیں پس وہ گئے اور کہا اے ابوطالب! آپ کو اپنی قوم کا حال معلوم ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ آپ کی بھی یہی کیفیت ہے ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ اپنے بعض بچوں کو ہمیں دے دیں، ابوطالب نے کہا میرے لیے عقیل چھوڑ دو اور جو تمہیں پسند ہو وہ کرو۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علیؓ کو لیا اور عباس نے جعفر کو لے لیا وہ دونوں جب تک مستغنی نہ ہوئے ان کے پاس رہے۔ سلیمان بن داؤد نے کہا کہ حضرت جعفر عباسؓ کے ساتھ رہے حتیٰ کہ انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ (۲)

۱۔ (مسند احمد ۴ ص ۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ)

۲۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵۳، مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ)

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ تھے کہ ایک طویل القامت لمبے اور بکھرے ہوئے بالوں والا مشرک آیا جو بکری لے جا رہا تھا' نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے پوچھا یہ بکری فروخت کرو گے یا بطور تحفہ دو گے؟ اس نے کہا بلکہ میں فروخت کروں گا۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے بکری خرید لی۔ حضرت عائشہؓ کرتی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک یہودی سے مدت معینہ کے ادھار پر طعام خریدا اور لوہے کی ایک زرہ گروی رکھ دی۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جو کی روٹی اور چربی کے گئے درآں حالیکہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی ہوئی تھی اور آپ نے اپنے اہل کے لیے اس سے جو لیے تھے۔ [۱]

امام بخاری ؒ نے عیادۃ المشرک کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت یہ حدیث ذکر کی ہے: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی کا لڑکا نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی عیادت کے لیے گئے۔ آپ نے اس سے فرمایا اسلام قبول کر لو۔ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ سعید بن مسیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی عیادت کے لیے گئے۔ [۲]

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ؒ بیان کرتے ہیں کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعدؓ قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا وہ دونوں کھڑے ہو گئے انھیں بتایا گیا کہ یہ ذمی کا جنازہ تھا انھوں نے کہا

۱۔ بخاری ج۱ ص۲۹۵' ۲۷۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

۲۔ بخاری ج۲ ص۸۴۵' ۸۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس سے ایک جنازہ گزرا آپ سے کہا گیا کہ یہ ایک یہودی کا جنازہ ہے آپ نے فرمایا کیا یہ روح نہیں ہے۔[۱]

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ مدارات (نرم گفتگو اور ملائمت) کے متعلق احادیث: کافروں' ظالموں اور بدعقیدہ لوگوں کے شر سے بچنے کے لیے ان کے ساتھ نرم رویہ اور ملائمت کے ساتھ پیش آنا' ان سے میٹھی باتیں کرنا اور ان سے ہنستے مسکراتے اور خوشی سے ملنا مدارات ہے تاکہ انسان ان کی اذیت رسانی' بدزبانی اور ان کے ہاتھوں بے عزتی سے محفوظ رہے' اور یہ کفار سے دوستی محبت اور موالات کے حکم میں نہیں ہے جو کہ ممنوع ہے یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ مسنون ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لوگوں کے ساتھ مدارات کرنا صدقہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عقل کی اصل مدارات ہے اور جو لوگ دنیا میں نیک ہیں وہی آخرت میں بھی نیک ہوں گے۔ ابن المسیبؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ پر ایمان لانیکے بعد بڑی عقل مندی یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کی جائے۔

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتوں میں سے کوئی خصلت بھی نہ ہو اس کے عمل میں کسی قابل ذکر چیز کا گمان نہ کرو۔

(۱) خوف خدا جو اس کو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے روکے۔

۱۔ بخاری ج۱ ص ۱۷۵' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

(۲)حلم جس کی وجہ سے وہ جاہل سے باز رہے۔

(۳)وہ خلق جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ رہے۔

وہیب مکیؒ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص میں تین صفات نہ ہوں اس کے عمل کا اعتبار نہ کرو۔

(۱)خوف خدا جس کی وجہ سے وہ حرام کاموں سے باز رہے۔

(۲)حلم جس کی وجہ سے وہ جاہل کو لوٹا دے۔

(۳)وہ خلق جس کی وجہ سے لوگوں کی مدارات کرے۔ [۱]

سعید بن مسیبؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانے کے بعد عقل کا کمال یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ محبت سے رہا جائے، اور کوئی شخص مشورہ سے مستغنی نہیں ہے اور جو لوگ دنیا میں نیک ہیں وہی آخرت میں بھی نیک ہوں گے اور جو لوگ دنیا میں برے ہیں وہ آخرت میں بھی برے ہوں گے۔ [۲]

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن شیبہؒ متوفی ۲۳۵ھ بیان کرتے ہیں: سعید بن مسیبؒ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ایمان لانے کے بعد عقل کا کمال یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کی جائے، مشورہ کے بعد کوئی شخص ہلاک نہیں ہوگا، جو لوگ دنیا میں ہیں وہی آخرت میں نیک ہوں گے۔ [۳]

۱۔(شعب الایمان ج ٦ ص ٣٤٤۔٣٣٩ ملتقطا، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤١٠)

۲۔(شعب الایمان ج ٦ ص ٥٠١۔٥٠٠ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤١٠)

۳۔(المصنف ج ٨ ص ٣٦١، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ١٤٠٦ھ) اس حدیث کو حافظ ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے۔ (تہذیب تاریخ دمشق ج ٢ ص ٣٠١۔٣٠٠، مختصر تاریخ دمشق ج ٣ ص ١٦٤، مطبوعہ بیروت)

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملاقات کی اجازت طلب کی اس وقت میں بھی آپ کے ساتھ تھی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا یہ اپنی قوم کا برا آدمی ہے۔ پھر آپ نے اس کو اجازت دی اور اس سے بہت نرم گفتگو کی جب وہ چلا گیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے اس کے متعلق جو فرمایا تھا پھر آپ نے اس کے ساتھ ملائمت کے ساتھ بات کی؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! لوگوں میں سب سے برا شخص وہ ہے جس کی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔ حضرت ابو درداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم بعض لوگوں سے ہنس کر ملتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔ [1]

﴿ قُلۡ اِنۡ تُخۡفُوۡا مَا فِیۡ صُدُوۡرِكُمۡ اَوۡ تُبۡدُوۡهُ یَعۡلَمۡهُ اللّٰهُ ؕ وَیَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۹﴾ ﴾

کہہ دیجیے کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ اسے جانتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی ۱۳۸۱ھ)

دلوں کا راز داں

اللہ تعالیٰ چھپی ہوئی اور ظاہر کی ہوئی تمام باتوں کو بخوبی جانتا ہے۔کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔اس کا علم ہر چیز کو ہر لمحہ گھیرے ہوئے ہے۔آسمانوں اور زمین میں، پہاڑوں اور سمندروں میں، ہواؤں اور فضاؤں میں غرض کائنات میں جو کچھ بھی ہے اور جہاں کہیں بھی ہے سب اس کے علم میں ہے اور ہر چیز پر اس کو قدرت حاصل ہے۔وہ جس کو جس طرح چاہے رکھے اور جو چاہے اس کو جزا و سزا دے۔پس ایسے وسیع علم والے اور ایسی زبردست قدرت والے سے ہر شخص کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے اور اس کی نافرمانیوں سے بچتے ہوئے اس کی فرماں برداری میں لگے رہنا چاہیے۔ [۱]

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے روایت کیا کہ سدیؒ نے فرمایا کہ (اس آیت میں) ان کو خبر دی گئی کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ انھوں نے چھپ کر عمل کئے اور جو کچھ انھوں نے اعلانیہ کئے اسی کو فرمایا۔لفظ آیت "ان تخفوا مافی صدورکم اوتبدوہ یعلمہ اللہ"۔

عبد بن حمید و ابن ابی حاتمؒ نے روایت کیا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ لفظ آیت "یوم تجد کل نفس ماعملت من خیر محضرا" (یعنی اس دن ہر انسان پائے گا جو کچھ اس نے عمل کیا خیر میں سے حاضر کیا ہوا) اس سے مراد ہے "موفرا" یعنی وافر۔

ابن جریر و ابن ابی حاتمؒ نے روایت کیا کہ حسنؒ نے فرمایا کہ لفظ آیت "وماعملت من سوء تودلوان بینھا وبینہ امدا بعیدا" سے مراد ہے کہ ان میں ہر ایک آدمی اس بات کو چاہے گا وہ اپنے عمل سے کبھی ملاقات نہ کرے کیونکہ اس کے لیے موت (کا باعث) ہے لیکن دنیا میں وہ گناہ سے (خوب) لذت اٹھاتا تھا۔

۱۔(مظہری ۲/۳۴، ابن کثیر ۱/۳۵۷)۔

ابن جریر وابن ابی حاتمؒ نے سدیؒ سے روایت کیا ہے کہ "امدا بعیدا" سے دور جگہ مراد ہے۔

ابن جریرؒ نے ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ "امدا" سے مدت مراد ہے۔

ابن جریر وابن المنذرؒ اور ابن ابی حاتم ؒ نے حسنؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "ویحذرکم اللہ نفسہ واللہ رءوف بالعباد" یعنی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنی ذات سے ان کو ڈراتا ہے۔

پس وہ سینوں میں مخفی اور چھپی چیزوں کو اور ان تمام کو جن پر وہ مشتمل ہیں جاننے والا ہے اور ان تمام کے بارے جاننے والا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور انھیں جاننے والا ہے جنہیں یہ گھیرے ہوئے ہیں، وہ اعلام الغیوب ہے اس سے ذرہ برابر کوئی شے پوشیدہ نہیں اور نہ اس سے کوئی شے غائب ہے اس کی ذات پاک ہے۔ (آیت) "لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ"۔

﴿ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۛ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ؀۳۰ ﴾

جس دن ہر شخص اپنی نیکیوں اور برائیوں کو موجود پائے گا، اس دن وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس دن کے درمیان لمبا عرصہ ہوتا، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بہت مہربان ہے۔

ربط آیات :۔ گزشتہ آیات میں بتایا گیا تھا کہ عزت و ذلت سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بنانے کی ممانعت فرمائی ہے ۔ اور کافروں کی ظاہری اور وقتی شان و شوکت دیکھ کر مسلمانوں کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ ان سے دوستانہ تعلقات رکھنے سے شاید ان کو بھی کچھ دنیوی عزت و شہرت حاصل ہو جائے گی ۔ کیونکہ کافروں کے پاس جو عزت نظر آتی ہے وہ حقیقی نہیں ۔ حقیقی عزت تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ البتہ اگر کسی مجبوری کے تحت یا کافروں کے شر و فساد سے بچنے کے لیے ظاہری طور پر تدبیر کے درجہ میں اور بقدر ضروریات و حاجت، ان سے کچھ تعلق قائم کر لیا تو وہ جائز ہے مگر پسندیدہ وہ بھی نہیں ۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا ۢ بَعِيْدًا : جس روز کہ ہر شخص اپنی کی ہوئی ہر نیکی (یا نیکی کے ثواب) کو اپنے سامنے موجود پائے گا اور جو ابدی کی ہوگی اس کو بھی سامنے موجود پائے گا تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس کے عمل بد کے درمیان طویل مسافت ہوتی (کہ عمل بد کی شکل ہی سامنے نہ آتی) يَوْمَ ظرفی کا تعلق تودُّ سے ہے ما موصولہ ہے شرطیہ نہیں ہے اس لیے تودُّ مرفوع ہے۔ تَجِدُ کا معنی ہے تُصِیْبُ (پائے گا) اور محضرًا حال ہے دوسرا مفعول نہیں ہے کیونکہ جو تجد بمعنی تصیب ہو اس کو دوسرے مفعول کی ضرورت نہیں ہوتی ۔

مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ کا عطف مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ پر ہے اس صورت میں غالباً نفس سے مراد ہے وہ ایماندار نفس جس نے کچھ اچھے کام کیے ہوں اور کچھ برے ۔ رہے وہ لوگ جن کی صرف نیکیاں ہی ہوں بدی کوئی نہ ہو (جیسے انبیاء) یا صرف بدیاں ہی ہوں نیکی کوئی نہ ہو تو ان کا حال مذکورہ کلام کے مفہوم پر سمجھ میں آجاتا ہے۔ اللہ پاک اپنی مہربانی سے علی الاعلان مومن کے اچھے اعمال اس کے سامنے لائے

گا مگر برے عمل دوسرے کے سامنے نہ لائے گا بلکہ وہ خود اپنے گناہ محسوس کرے گا اور تمنا کرے گا کہ کاش اللہ اس کے گناہوں کی اطلاع ہی نہ دے اور اظہار کرنا ہی ہو تو پردے کے اندر صرف اسی کو مطلع کردے۔ صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت آئی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اللہ مومن کو قریب بلا کر اپنی ہتھیلی اس پر رکھ کر خفیہ طور پر فرمائے گا کیا تو اپنے فلاں گناہ سے واقف ہے کیا تجھے اپنا فلاں گناہ معلوم ہے۔ بندہ عرض کرے گا بیشک میرے رب (مجھے معلوم ہے) جب اللہ اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرالے گا اور بندہ خیال کرے گا کہ اب میں تباہ ہوا تو اللہ فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرے گناہ چھپائے اور آج معاف کرتا ہوں اس کے بعد نیکیوں کا اعمال نامہ اس کو دیدیا جائے گا۔ رہے کافر اور منافق تو ان کے متعلق سب مخلوق کے سامنے ندادی جائے گی کہ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ. لیکن اگر تَجِدُ کا معنی تَعْلَمُ ہو تو محضرًا دوسرا مفعول ہوگا اور مَا عَمِلَتْ پہلا یعنی خیر و شر کو حاضر جانے گا۔ تودُّ کے اندر تمنا کا معنی ہے لَوْ زائد (برائے تحسین کلام) ہے یا مصدریہ۔ بینہ کی ضمیر یوم کی طرف یا ماعملت من سوء کی طرف راجع ہے۔ پورا مطلب اس طرح ہوگا کہ ہر شخص اپنی نیکیوں کو یا نیکیوں کے صحیفہ کو یا ان کے ثواب کو پالے گا نیکی یا صحیفہ یا ثواب سامنے ہوگا اسی طرح عمل شر کو یا اس کے صحیفہ کو یا اس کے عذاب کو پالے گا شر یا شر کا صحیفہ یا اس کا عذاب سامنے ہوگا یا خیر و شر دونوں کا بدلہ پائے گا جو اس کے سامنے لے آیا جائے گا۔ اس وقت اس کی تمنا ہوگی کہ اس کے اور روز جزاء کے درمیان ایک بڑی مسافت حائل ہوجائے اگرچہ نیک اعمال بھی اس کے سامنے لائے جائیں گے لیکن عمل شر کی وجہ سے اس کی یہ تمنا ہوگی کیونکہ ضرر کے خوف کے وقت اس کو نیکی کے فائدہ کی امید نہیں رہے گی۔ اَمَد کا معنی ہے مدت اور آخری حد مسافت حسن بصریؒ نے فرمایا: ہر آدمی کو یہ تمنا ہوگی کہ اس کی بدی

اس کے سامنے کبھی نہیں آئے۔ بعض لوگوں نے تُوَدُّ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ شخص اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش اس نے یہ (برے کام) نہ کئے ہوتے۔ ممکن ہے کہ تود کا تعلق قدیرٌ سے ہو یوں تو اللہ ہر زمانہ میں قدیر ہے اس کی قدرت سے کوئی وقت خارج نہیں لیکن قیامت کا دن سزا و جزا کا ہوگا (اس لیے اس روز خصوصیت کے ساتھ اس کی قدرت کا ظہور ہوگا) مطلب یہ کہ اللہ تم کو ہر طرح ثواب و عذاب دینے پر اس روز قادر ہوگا جبکہ ہر شخص کا اچھا برا کیا ہوا سامنے آئے گا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یَوْمَ کو اُذْکُرْ محذوف کا مفعول فیہ قرار دیا جائے یعنی اس دن کو یاد کرو جب ایسا ایسا ہوگا۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ یوم کو یحذرکم اللہ کا مفعول کہا جائے یعنی اللہ تم کو ڈراتا ہے اس دن کے عذاب سے جبکہ ایسا ہوگا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ماعملت من خیر محضرا پر جملہ ختم ہو جائے اور ماعملت من سوءٍ مبتدا ہو اور تود خبر اور وماعملت من سوء میں واؤ استیناف کے لیے ہو، یا واؤ عاطفہ ہو اور تجد کے دوسرے مفعول کی جگہ میں تودّ ہو۔ یعنی جس شخص نے جو برا عمل کیا ہوگا اس کو وہ اتنا ہول ناک سمجھے گا کہ اپنے اور اس عمل کے درمیان مسافت بعیدہ ہو جانے کا خواستگار ہوگا۔ حضرت عدی بن حاتمؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک سے اس کا رب اس طرح کلام کرے گا کہ اس کے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا اور نہ کوئی حجاب مانع ہوگا وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اس کو وہی اعمال نظر آئے گا جو اس نے پہلے کئے ہوں گے اور بائیں طرف دیکھے گا تب بھی سابقہ اعمال دکھائی دیں گے اور سامنے دیکھے گا تو منہ کے سامنے آگ ہی آگ دکھائی دے گی پس آگ سے بچو اگرچہ چھوارہ کا ایک ٹکڑا ہی دے سکو۔ (متفق علیہ)

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ: یہ جملہ مستقل مفہوم رکھتا ہے۔ سابق کی تکرار نہیں ہے کیونکہ پہلے کافروں کی

موالات کے عذاب سے ڈرایا تھا اور اس جملہ میں ترک واجبات اور ارتکاب معاصی سے ڈرایا ہے۔

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ: اور اللہ مومن بندوں پر بڑا مہربان ہے پچھلی آیت میں کفار سے اللہ کے برتاؤ کا بیان تھا اور اس آیت میں مومنوں کے ساتھ معاملہ کا اظہار ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ گزشتہ جملہ کی یہ جملہ علت ہے یعنی اللہ تم کو ڈراتا ہے اس لیے کہ اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے ان کی اصلاح چاہتا ہے۔

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ؀۳۱ ﴾

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لوگوں سے) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

ربط آیات: گزشتہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے موالات اور محبت کی ممانعت کا بیان تھا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت واتباع کا حکم ہے۔

شان نزول

ابن جریر اور ابن المنذرؒ نے حسن بصریؒ کی مرسل روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانے میں کچھ لوگوں نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا کی قسم ہم اللہ تعالیٰ سے

محبت رکھتے ہیں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو ایمان لاؤ اور اس کے سچے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کرو۔

ابن اسحاق اور ابن جریرؒ نے محمد بن جعفر بن زبیرؒ کا قول نقل کیا ہے کہ نجران کے وفد نے کہا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی پرستش کرتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبیؒ متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

ابن عرفہؒ نے کہا اہل عرب کے نزدیک کسی شے کے ارادہ اور اس کے قصد کو محبت کہتے ہیں، ازہریؒ نے کہا اور اس کے رسول کی محبت کا معنی یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے اور ان کے احکام پر عمل کیا جائے، اور اللہ تعالیٰ کی بندہ سے محبت کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کو اپنی مغفرت سے نوازے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ" بیشک وہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔"اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کافروں کو نہیں بخشے گا۔سہل بن عبداللہؒ نے کہا اللہ سے محبت کی علامت قرآن سے محبت کرنا ہے اور قرآن سے محبت کی علامت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت کرنا ہے اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت کی علامت سنت سے محبت کرنا ہے اور ان سب سے محبت کی علامت آخرت سے محبت کرنا ہے اور آخرت سے محبت کی علامت یہ کہ قدر ضرورت کے علاوہ دنیا سے بغض رکھے۔ (۱)

اللہ کی محبت کا حصول جن نفوس قدسیہ کی محبت پر موقوف ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفیؒ ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس

۱۔(الجامع الاحکام القرآن ج ۴ ص ۶۱۔۶۰ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایرانؒ ۱۳۸۷ھ)

وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد' اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس پالے گا۔ یہ کہ اسے اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں' اور وہ جس شخص سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے محبت کرے اور اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا آگ میں ڈالے جانے کی طرح مکروہ ہو۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ایمان کی علامت انصار سے محبت کرنا اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔ [۱]

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میرے اصحاب کے متعلق اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو طعن اور تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت رکھی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا' اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا' جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو وہ عنقریب اس کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ [۲]

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہؒ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جس نے حسنؓ اور

۱۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (جامع ترمذی ص ۵۴۹' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

حسین (رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔ (۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل ندا کرتا ہے کہ اللہ فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہے تم اس سے محبت رکھو تو جبرائیل اس بندہ سے محبت کرتا ہے' پھر جبرائیل آسمان والوں میں ندا کرتا ہے کہ اللہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم اس سے محبت رکھو تو آسمان والے اس سے محبت رکھتے ہیں پھر اس بندہ کے لیے زمین میں مقبولیت رکھی دی جاتی ہے۔ (۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت رکھنا' آپ کے اصحاب اور اہل بیت سے محبت رکھنا اور آپ کی امت کے اولیاء اللہ سے محبت رکھنا ضروری ہے اور جو شخص ان نفوس قدسیہ کی محبت سے محروم ہو وہ کبھی اللہ کی محبت حاصل نہیں کر سکتا۔

اس آیت میں یہ فرمایا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع کرنے والوں کو اللہ اپنا محبوب بنا لیتا ہے سو ہم قرآن اور سنت کی روشنی میں وہ افعال بیان کرنا چاہتے ہیں جن کو کرنے سے اللہ بندے کو اپنا محبوب بناتا ہے اور وہ افعال جن کو کرنے سے بندہ اللہ کی محبت سے محروم رہتا ہے۔

۱۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۳' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)
۲۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۳' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)
۳۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۲' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

ان افعال اور عبادات سے اللہ محبت کرتا ہے۔

(آیت)"واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین "۔(البقرہ:۱۹۵)

ترجمہ:اور نیکی کرو بیشک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(آیت)"ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین"۔(البقرہ:۲۲۲)

ترجمہ: پس بیشک اللہ،توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاکیزگی حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

"(آیت)"فان اللہ یحب المتقین "۔(آل عمران:۷۶)

ترجمہ:پس بیشک اللہ'اللہ سے ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(آیت)"واللہ یحب الصابرین"۔(ال عمران:۱٤٦)

ترجمہ:اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(آیت)"ان اللہ یحب المتوکلین (ال عمران:۱۵۹)

ترجمہ:بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(آیت)"ان اللہ یحب المقسطین "۔(المائدہ:٤۲)

ترجمہ:بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

(آیت)"ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص"۔(الصّف:٤)

ترجمہ:بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں' جن چیزوں سے بندہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے ان میں ان سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے جن کو میں نے اس پر فرض کیا ہے' اور بندہ نوافل کے ساتھ ہمیشہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں پھر میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں' اور میں کسی کام کے کرنے میں اتنی تاخیر نہیں کرتا جتنی بندہ مومن کی روح قبض کرنے میں تاخیر کرتا ہوں وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اسے رنجیدہ کرنے کو ناپسند کرتا ہوں۔ (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئی انھوں نے کہا السام علیکم (تم پر موت ہو) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس کو سمجھ لیا میں نے کہا تم پر موت اور لعنت ہو' تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا۔ ٹھہرو! اے عائشہ! اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کرنے سے محبت کرتا ہے۔ (۲)

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ متوفی ۲۷۳ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک شخص آیا اور

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۳' مطبوعہ کراچی)

۲۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۰' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلایئے جب میں وہ عمل کرلوں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور لوگ بھی محبت کریں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا دنیا سے بے رغبتی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے ہاتھوں میں جو چیزیں ہیں ان سے بے رغبتی کرو تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔

حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندہ مومن سے محبت کرتا ہے جو تنگ دست ہو، سوال سے بچتا ہو اور عیال دار ہو۔ [۱]

جن افعال سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا:

(آیت) "ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین"۔ (البقرہ: ۱۹۰)

ترجمہ: اور حد سے نہ بڑھو، بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

(آیت) "واللہ لا یحب کل کفار اثیم"۔ (البقرہ: ۲۷۶)

ترجمہ: اور اللہ کسی ناشکرے، گناہ گار سے محبت نہیں کرتا:

(آیت) "واللہ لا یحب الظلمین"۔ (آل عمران: ۵۷)

ترجمہ: اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

(آیت) "ان اللہ لا یحب من کان خوانا اثیما" (النساء: ۱۰۷)

ترجمہ: بیشک کسی خائن اور بڑے گناہ گار سے محبت نہیں کرتا۔

(آیت) "لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم"۔ (النساء: ۱۴۸)

۱۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۰۳، ۳۰۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی)

ترجمہ: اللہ اس شخص سے محبت نہیں کرتا جو بری بات کو آشکارا کرے۔

(آیت) "واللہ لا یحب المفسدین"۔ (المائدہ:٦٤)

ترجمہ: اور اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا:

(آیت) "ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین"۔ (الاعراف:٣١)

ترجمہ: اور فضول خرچ نہ کرو بیشک اللہ فضول خرچ کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

(آیت) "انہ لا یحب المستکبرین" (النحل:٢٣)

ترجمہ: بیشک وہ تکبر کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا:

(آیت) "ان اللہ لا یحب الفرحین"۔ (القصص:٧٦)

ترجمہ: بیشک اللہ اترانے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

(آیت) "ان اللہ لا یحب کل مختال فخور"۔ (لقمان:١٨)

ترجمہ: بیشک اللہ کسی اکڑنے والے متکبر سے محبت نہیں کرتا۔

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی ؒ متوفی ٨٠٧ ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ مال ضائع کرنے سے، زیادہ سوال کرنے سے، اور بحث کرنے سے محبت نہیں کرتا۔ اس حدیث کو امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ [١]

حضرت علی ابن طالب ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ جاہل

١۔ (مجمع الزوائد ج ١ ص ٣٠٢، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ١٤٠٢ھ)

بوڑھے، ظالم امیر اور متکبر فقیر سے محبت نہیں کرتا اس حدیث کو امام بزاز نے روایت کیا ہے اور اس میں حارث نام کا راوی ضعیف ہے۔ [۱]

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

بنو ضمرہؓ کے ایک شخص نے اپنے والدؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ ماں باپ کی نافرمانی سے محبت نہیں کرتا۔ [۲]

امام سلیمان بن احمدؒ طبرانی روایت کرتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ عزوجل بد خلق اور بدزبان سے محبت نہیں کرتا۔ [۳]

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲﴾

کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، پھر بھی اگر منہ موڑو گے تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

ربط آیات: گزشتہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے معیار کا بیان تھا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ

۱۔(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۲ھ)

۲۔(المصنف ج ۸ ص ۴۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۰۶ھ)

۳۔(المعجم الکبیر ج ۱ ص ۱۶۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

نے اپنے چند منتخب ومحبوب بندوں کا ذکر اور ان کے واقعات بیان فرمائے ہیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان پاکباز اور پسندیدہ بندوں کی اتباع اور محبت کا شوق پیدا ہو اور وہ یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق و محبت اور اس کی خوشنودی، ان منتخب و برگزیدہ بندوں کی اتباع اور پیروی کے بغیر ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت نازل فرمائی کہ تم فرائض وواجبات میں اطاعت کرو اور اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہو تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ یہودیوں اور کافروں سے محبت نہیں فرماتے۔

یہ آیت اس حکم کی تاکید ہے "میری اتباع کرو" علامہ ابوالحیان اندلسی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی: آپ کہیئے کہ اگر تم اللہ کی محبت کے دعوے دار ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا"۔ تو عبداللہ بن ابی نے اپنے اصحاب سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کی مثال قرار دیتے ہیں اور یہ حکم دیتے ہیں کہ ان سے ایسی محبت کی جائے جیسی عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) سے محبت کی گئی تھی، تو یہ آیت نازل ہوئی آپ کہیئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بیشک اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھا۔ [1]

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۳

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۳۴ ﴾

۱۔ (البحر المحیط ج ۳ ص ۱۰٤ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱٤۱۲ھ)

بیشک اللہ نے آدم اور نوح کو اور ابراہیم کے گھرانے اور عمران کے گھرانے کو جہانوں پر چن لیا۔ (۳۳) یہ ایک دوسرے کی اولاد سے ہیں اور اللہ سننے والا' جاننے والا ہے۔ (۳۴)

شان نزول

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو یہودی بولے کہ ہم تو آدم (علیہ السلام) کے دین پر ہیں اور مسلمان ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم (علیہ السلام) اور اولاد ابراہیم موسیٰ (علیہ السلام) وہارون (علیہ السلام) کو اسلام کی وجہ سے تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمران سے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے والد مراد نہیں۔

یہ ایک دوسرے کے دین پر ہیں اور بعض ان میں سے بعض کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ یہود کے اس دعوے کو خوب سننے والے اور ان کے انجام کو اور جو ان کے دین پر ہو، اس کے انجام وسزا کو اچھی طرح جاننے والے ہیں۔

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان بزرگ ہستیوں کو تمام جہان پر فضیلت عنایت فرمائی، حضرت آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اپنی روح ان میں پھونکی ہر چیز کے نام انھیں بتلائے، جنت میں انھیں بسایا پھر اپنی حکمت کے اظہار کے لیے زمین پر اتارا، جب زمین پر بت پرستی قائم ہوگئی تو حضرت نوح (علیہ السلام) کو سب سے پہلا رسول بنا کر بھیجا پھر جب ان کی قوم نے سرکشی کی پیغمبر کی ہدایت پر عمل نہ کیا، حضرت نوحؑ نے دن رات پوشیدہ اور ظاہر اللہ کی طرف دعوت دی لیکن قوم نے ایک نہ سنی تو نوح (علیہ

السلام) کے فرمان برداروں کے سوا باقی سب کو پانی کے عذاب یعنی مشہور طوفان نوحؑ بھیج کر ڈبو دیا۔
خاندان خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدگی عنایت فرمائی اسی خاندان میں سے سید البشر خاتم الانبیاء حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں، عمران کے خاندان کو بھی اس نے منتخب کرلیا، عمران نام ہے حضرت مریمؑ کے والد صاحب کا جو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ ہیں، ان کا نسب نامہ بقول محمد بن اسحاق یہ ہے، عمران بن ہاشم بن میشا بن خرقیا بن اسیث بن ایاز بن رخیعم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام، پس عیسیٰ (علیہ السلام) بھی حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی نسل سے ہیں۔
اوپر کی آیات میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اتباع واطاعت کا حکم دیا ہے۔ اب اسی آیت میں آپ کی رسالت کے اثبات کے سلسلہ میں فرمایا جارہا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا تعلق بھی اس خاندان نبوت سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا ہے، کیونکہ آپ آل ابراہیم سے ہیں۔
اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰٓى اٰدَمَ : اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو منتخب فرمایا، ان کو اور ان کی اولاد کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ انھیں اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا، انھیں تمام چیزوں کے نام سکھائے، انھیں اپنی جنت میں بسایا، پھر حکمت و مصلحت کے پیش نظر انھیں زمین میں اتار دیا، ارشاد فرمایا: (اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً) [البقرۃ: ۳۰] ”بیشک میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔“ اور فرمایا: (وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا) [البقرۃ: ۳۱] ”اور آدم کو سب کے سب نام سکھلا دیے۔“ اور فرمایا: (وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡٓا اِلَّآ اِبۡلِيۡسَ) [الکھف: ۵۰] ”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس۔“ اور فرمایا: (وَيٰٓاٰدَمُ اسۡكُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُكَ الۡجَـنَّةَ فَكُلَا مِنۡ حَيۡثُ شِئۡتُمَا) [الاعراف: ۱۹] ”اور اے آدم! تو اور تیری بیوی اس

جنت میں رہو، پس دونوں کھاؤ جہاں سے چاہو۔"

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "قیامت کے دن لوگ آدم (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے، آپ کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا (کہ آپ کو سجدہ کریں تو) انھوں نے آپ کو سجدہ کیا ہے اور اللہ نے آپ کو جنت میں رہنے کی جگہ دی اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔"[۱]

وَنُوۡحًا: اللہ نے نوح (علیہ السلام) کو منتخب فرمایا، انھیں اہل زمین کی طرف پہلا رسول بنایا اور جب لوگوں نے بتوں کی پوجا شروع کردی تو آپ نے انھیں دن اور رات، الگ الگ اور اجتماعی ہر طرح دعوت الی اللہ دی۔ سیدنا انس (رض) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "نوح (علیہ السلام) پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔"[۲]

وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے آل ابراہیم کا انتخاب فرمایا، سید البشر اور خاتم الانبیاء محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔ ارشاد فرمایا: (فَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِيۡمًا)[النساء: ٥٤] "تو ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے انھیں بہت بڑی سلطنت عطا فرمائی۔" اور فرمایا: (وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا وَّاِبۡرٰهِيۡمَ وَجَعَلۡنَا فِىۡ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالۡكِتٰبَ فَمِنۡهُمۡ مُّهۡتَدٍ‌ۚ وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ

۱۔[بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ (ولقد أرسلنا نوحا): ٣٣٤٠۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنی أہل الجنۃ منزلۃ فیھا: ١٩٣]

۲۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ (وعلم آدم الأسماء کلھا): ٤٤٧٦۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنی أہل الجنۃ منزلۃ فیھا: ١٩٣]

)[الحدید:۲٦] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی، پھر ان میں سے کچھ سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں اور ان میں سے زیادہ نافرمان ہیں۔“

وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ: اللہ تعالیٰ نے آل عمران کو منتخب فرمایا، اس عمران سے مراد عیسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ مریم [کے والد ہیں، جو سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد میں سے ہیں۔ ارشاد فرمایا: (اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَاۗءِيْلَ)[مریم:۵۸] ”یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں میں سے، آدم کی اولاد سے اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے۔“

﴿ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۳۵ ﴾

جب عمران کی بیوی نے کہا، اے میرے رب! میں نے تیرے لیے اپنے پیٹ کے بچے کی آزاد کر کے نذر مان لی ہے، تو میری طرف سے اسے قبول فرما لے، بیشک تو ہی خوب سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔

ربط آیات: گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا اجمالی ذکر تھا۔ یہاں سے ان کا تفصیلی بیان شروع ہوا ہے۔ سب سے پہلے آل عمران کا واقعہ بیان کیا تا کہ یہود و نصاریٰ کے من گھڑت اور فاسد خیالات کا فیصلہ کر دیا جائے۔ یہود نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں نہایت تفریط سے کام

لے کر ان کی شان کو گھٹایا، ان کو کاہن اور جادوگر بتایا۔ اس کے برعکس نصاریٰ نے افراط سے کام لے کر ان کو خدا کا اور خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی ولادت، ان کی طفولیت اور ان کے بشری احوال کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا تاکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا اولاد آدم میں سے ہونا پوری طرح واضح ہو جائے۔

عمران کی بیوی کی نذر ماننے کی تفصیل

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ لکھتے ہیں:

عمران کی بیوی حضرت مریمؑ کی ماں ہیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم صلوات اللہ علیہ کی نانی ہیں، ان کا نام حنہ بنت فاقوذ بنت قتیل ہے اور ان کے خاوند کا نام عمران بن یاثھم ہے یہ حضرت سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) کی اولاد سے ہیں۔ محمد بن اسحاقؒ نے بیان کیا کہ حضرت زکریا اور حضرت عمرانؑ نے دو بہنوں سے شادی کی، حضرت زکریاؑ کی بیوی سے حضرت یحییٰؑ پیدا ہوئے اور حضرت عمرانؑ کی بیوی سے حضرت مریمؑ پیدا ہوئیں۔ حضرت عمرانؑ فوت ہوئے تو ان کی بیوی حنہ حضرت مریمؑ سے حاملہ تھیں۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ وہ عمر رسیدہ ہو چکی تھیں اور ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی ان کے گھر کے پاس ایک درخت تھا ایک دن انھوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ اپنی چونچ سے اپنے بچے کو دانہ کھلا رہا تھا اس وقت ان کے دل میں بچہ کی تمنا پیدا ہوئی۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو بچہ عطا فرمائے تو انھیں حضرت مریمؑ کا حمل ہو گیا اور حضرت عمرانؑ فوت ہو گئے جب انھیں یہ محسوس ہوا کہ ان کے پیٹ میں بچہ ہے تو انھوں نے اس کی اللہ کے لیے نذر مان لی یعنی وہ اس کو عبادت گاہ کے لیے وقف کر دیں گی اور وہ بچہ دنیا کی کسی چیز سے نفع نہیں اٹھائے گا، اور جب ان کے ہاں حضرت مریمؑ پیدا

ہوئیں تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے عذر پیش کرتے ہوئے کہا اے اللہ! میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے، کیونکہ انھوں نے بیت المقدس کی خدمت کے لیے نذر مانی تھی اور لڑکی اپنی کمزور طبیعت کی وجہ سے خدمت کے بہت سے کام سرانجام نہیں دے سکتی، اور بعض احوال میں (مثلاً حیض اور نفاس میں) مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے جس لڑکے کے حصول کی دعا کی تھی وہ اس مرتبہ کا نہیں ہے جس پائے کی میری دی ہوئی لڑکی ہے۔ [۱]

﴿ فَلَمَّا وَضَعَتۡهَا قَالَتۡ رَبِّ اِنِّیۡ وَضَعۡتُهَاۤ اُنۡثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا وَضَعَتۡ ؕ وَلَیۡسَ الذَّكَرُ كَالۡاُنۡثٰی ۚ وَاِنِّیۡ سَمَّیۡتُهَا مَرۡیَمَ وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ۝۳۶ ﴾

پھر جب وہ لڑکی اس کے ہاں پیدا ہوئی تو اس نے کہا مالک! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔ حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا، اللہ کو اس کی خبر تھی اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے۔ اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنہ سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

وَلَیۡسَ الذَّكَرُ كَالۡاُنۡثٰی: بظاہر تو کہنا چاہیے تھا کہ لڑکی لڑکے جیسی نہیں مگر اس کے برعکس فرمایا، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ لڑکا جو عمران کی بیوی کے ذہن میں تھا اس لڑکی جیسا نہیں ہوسکتا جو انھیں عطا کی

۱۔(جامع البیان ج۱ ص۱۵۹۔۱۵۷، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

گئی ہے۔

وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ : بچے کا نام ولادت کے پہلے روز بھی رکھا جاسکتا ہے، ساتویں دن کا انتظار ضروری نہیں بلکہ وہ نام رکھنے کی آخری حد ہے۔

سیدنا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”آج رات میرے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ (ابراہیم (علیہ السلام) کے نام پر اس کا نام ابراہیم رکھا ہے۔“ ①

سیدنا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے جب بچے کو جنم دیا تو وہ اپنے بھائی کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں لے گئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ ②

وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ : یعنی ام مریم نے دعا کہ اے اللہ! میں اس بچی اور اس کی اولاد (یعنی عیسیٰ (علیہ السلام) کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے چھوتا ہے، شیطان کے اس کچوکے لگانے کی وجہ سے بچہ چیخ چیخ کر رونے لگتا ہے، ہاں! البتہ مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) شیطان کے کچوکے سے محفوظ رہے تھے۔“ یہ حدیث بیان

١۔[مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمۃ الصبیان والعیال: ٢٣١٥]

٢۔[بخاری، کتاب العقیقۃ، باب تسمیۃ المولود غداۃ یولد لمن لم یعق عنہ وتحنیکہ: ٥٤٧٠۔ مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ: ٢١٤٤]

کرنے کے بعد ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: (وَاِنِّیٓ اُعِیۡذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ) "اور بیشک میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔"(۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا بنو آدم میں سے جو شخص بھی پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے تو وہ شیطان کے چھونے سے چیخ مار کر روتا ہے ماسوا مریمؑ اور ان کے بیٹے کے، پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔(۲)

علامہ شرف الدین طیبی متوفی ۷۴۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ کو ولادت کے وقت مس شیطان سے مستثنیٰ کرنے سے ہمارے نبی پر ان کی فضیلت لازم نہیں آتی کیونکہ ہمارے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بہت سے ایسے فضائل اور معجزات ہیں جو حضرت عیسیٰ کو حاصل تھے نہ کسی اور نبی کو اور افضل میں مفضول کی خصال کا ہونا لازم نہیں ہے۔(۳)

ملا علی قاریؒ نے طیبی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے اس کی نظیر طبرانی کی یہ حدیث ہے ہر

۱۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب (وانی أعیذ ھا بک وذریتھا من الشیطان الرجیم): ۴۵۴۸۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل عیسیٰ (علیہ السلام) :۲۳۶۶]

۲۔(صحیح بخاری ج۱ ص ۴۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

۳۔شرح الطیبی ج۱ ص ۲۰۶)

ابن آدم نے خطا کی ہے یا خطا کا ہم (ارادہ) کیا ہے سوا حضرت یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کے۔ [1]

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینیؒ متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

قاضیؒ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ انبیاء (علیہم السلام) اس فضیلت کے حصول میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی اس فضیلت میں شریک ہیں علامہ قرطبیؒ نے کہا یہ قتادہؒ کا قول ہے۔ [2]

امام مسلم بن حجاج قشیریؒ ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم میں سے ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان لگا دیا جاتا ہے (سفیان کی روایت میں ہے اور ایک فرشتہ لگا دیا جاتا ہے) صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے بھلائی کے سوا کوئی اور مشورہ نہیں دیتا۔ [3]

بچہ کا نام رکھنا، اس کو گھٹی دینا، اور بچہ کی ولادت کے دیگر مسائل

نبی کی ولادت اور اعلان نبوت سے پہلے جو امور خلاف عادت ظاہر ہوں ان کو ارہاص کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ مریمؑ ایسی خاتون سے پیدا ہوئیں جو بوڑھی اور بانجھ تھیں یہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کا ارہاص ہے، اسی طرح حضرت مریمؑ کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے قبول کر لیا گیا یہ بھی ان کے معمول کے خلاف تھا تاکہ ان کی پاکیزہ سیرت ان کے بیٹے کے روح اور کلمۃ اللہ ہونے کا عنوان بن جائے۔

۱۔(مرقات ج ۱ ص ۱۳۹)

۲۔(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۷۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر ۱۳۴۸ھ)

۳۔(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ)

عمران کی بیوی حنہ نے اپنی بیٹی کے ولادت کے دن ان کا نام مریم رکھا اس سے معلوم ہوا کہ ولادت کے دن نام رکھنا جائز ہے ہر چند کہ یہ شریعت سابقہ لیکن ہماری شریعت میں بھی اس کی تائید ہے:

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں ایک بچہ ہوا میں اس کو لے کر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کا نام ابراہیمؑ رکھا اور اس کو کھجور کی گھٹی کھلائی اور برکت کی دعا کی۔ یہ حضرت ابوموسیٰؓ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ (۱)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ کا بیٹا بیمار تھا وہ سفر پر چلے گئے اس اثناء میں وہ بیٹا فوت ہو گیا جب واپس آئے تو حضرت ام سلیمؓ سے پوچھا میرا بیٹا کیسا ہے؟ حضرت ام سلیمؓ نے کہا پہلے سے زیادہ پرسکون ہے۔ ان کو شام کا کھانا کھلایا اور رات کو حضرت ابوطلحہؓ نے ان سے عمل زوجیت کیا۔ صبح کو حضرت ام سلیمؓ نے کہا اب بیٹے کو دفن کر دو۔ حضرت ابوطلحہؓ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ماجرا بیان کیا آپ نے پوچھا تم نے رات اس عمل میں گزاری؟ انھوں نے کہا ہاں! آپ نے دعا کی اے اللہ ان دونوں کو برکت عطا فرما تو ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ مجھ سے حضرت ابوطلحہؓ نے کہا تم اس بچہ کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے جاؤ میں اس بچہ کو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے گیا اور میرے کچھ کھجوریں بھی بھیجیں۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بچہ کو لے کر پوچھا کے اس کے ساتھ کچھ چیز بھی ہے لوگوں نے کہا ہاں کچھ کھجوریں ہیں، نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کھجور لی اور اس کو چبا کر اس بچہ کے منہ میں رکھا اور اس کو گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ)

رکھا۔ [1]

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ؒ متوفی ۲۷۵ ھ روایت کرتے ہیں؛

حضرت ابو وہب جشمی ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا انبیاء (علیہم السلام) کے نام رکھو۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہے اور سب سے سچا نام حارث اور ہمام ہے اور سب سے برا نام حرب اور مرہ ہے۔

حضرت ابودرداء ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا قیامت کے دن تم کو تمہارے ناموں اور تمہارے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا اس لیے اپنے اچھے نام رکھو۔ [2]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کو قیامت کے دن ان کے آباء سے منسوب کر کے پکارا جائے گا مثلاً فلاں بن فلاں اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ لوگوں کو ان کی ماؤں کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا یہ صحیح نہیں ہے۔

عقیقہ کے متعلق احادیث، آثار اور اقوال تابعین

امام محمد بن اسماعیل بخاری ؒ متوفی ۲۵۶ ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سلیمان بن عامر ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس گندگی کو دور کرو۔ [3]

۱۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

۲۔ (سنن ابوداؤد ج ص، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱٤٠۵ھ)

۳۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی ۱۳۸۱ھ)

امام ابوعیسی محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام کرزؓ روایت کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف ایک بکری (ذبح کرو) اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ نر ہو یا مادہ۔ (۱)

اس حدیث کو امام دارمی (سنن دارمی ج ۲ ص ۸) اور امام احمد (مسند احمد ج ٦ ص ٤٥٦۔ ٤٢٢۔ ۳۸۱) نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت سمرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقہ کے بدلے میں گروی ہے۔ ولادت کے ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے' اس کا نام رکھا اور اس کے بال مونڈے جائیں۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (۲)

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کی طرف دو دو مینڈھے ذبح کئے۔ (۳)

امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائیؒ متوفی ۳۰۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسن اور حضرت

۱۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۔ (جامع ترمذی ص ۲۳۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

۳۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳٦' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱٤۰۵ھ)

حسینؓ کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کئے۔ (۱)

امام عبدالرزاقؒ نے حضرت عائشہؓ اور عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کئے۔ (۲)

امام ابن ابی شیبہؒ نے حضرت ابودرداءؓ، حضرت جابر اور عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کا عقیقہ کیا۔ (۳)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ متوفی ٤٥٨ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کی طرف سے دو مینڈھے ذبح کئے۔

محمد بن علی بن حسینؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کی اور امام مالکؒ نے یحیی بن سعیدؒ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے حضرت علیؓ کے دو بیٹوں حضرت حسن اور حسینؓ کا عقیقہ کیا۔ (۴)

امام عبدالرزاق بن ہمامؒ متوفی ۲۱۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول نے اعلان نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا۔ (۵)

حافظ الہیثمیؒ لکھا ہے اس حدیث کو امام بزارؒ نے اور امام طبرانیؒ نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس

۱۔(سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

۲۔(المصنف ج ٤ ص ۳۳۰)

۳۔(المصنف ج ۸ ص ٤٧۔٤٦)

۴۔(سنن کبری ج ۹ ص ۲۹۹ مطبوعہ ملتان)

۵۔(المصنف ج ٤ ص ۳۲۰)

حدیث کے روای ثقہ ہیں۔ (۱)

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہؒ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

عطاؒ بیان کرتے ہیں کہ ام اسباعؓ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سوال کیا کیا میں اپنی اولاد کی طرف سے عقیقہ کروں آپ نے فرمایا ہاں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک۔ (۲)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے ہمیں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کرنے کا حکم دیا نیز حضرت عائشہؓ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں سنت ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری سنت ہے۔ (۳)

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے جو بھی عقیقہ کے متعلق سوال کرتا وہ اس کو عقیقہ کرنے کا حکم دیتے۔ (۴)

قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک اپنے بیٹوں کی طرف سے اونٹ ذبح کر کے عقیقہ کرتے تھے۔ (۵)

۱۔(مجمع الزوائد ج ٤ ص ٥٩) اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔(سنن کبری ج ۹ ص ۳۰۰، مطبوعہ ملتان)

۲۔(المصنف ج ۸ ص ٥٠ مطبوعہ کراچی)

۳۔(المصنف ج ۸ ص ٥٠ مطبوعہ کراچی)

۴۔(المصنف ج ۸ ص ۳۳۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

۵۔(المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲٤٤، مطبوعہ بیروت) حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں۔(مجمع الزوائد ج ٤ ص ٥٩، مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت، ۱٤۰۲ھ)

حضرت سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے بچہ کا سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

ابو جعفرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے ساتویں دن اپنے بیٹے کا عقیقہ کیا۔اس کا نام رکھا۔اس کا سر مونڈا۔اس کا ختنہ کیا اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔ (۱)

امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام کیا اور قربانی کرتے رہے امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (۲)

﴿ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيۡهَا زَكَرِيَّا الۡمِحۡرَابَ ۙ وَجَدَ عِنۡدَهَا رِزۡقًا ۚ قَالَ يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ۝۳۷ ﴾

پس اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول کیا اور اچھی نشوونما کے ساتھ اس کی پرورش کی اور اس کا کفیل زکریا کو بنادیا۔جب کبھی زکریا اس کے پاس

۱۔(المصنف ج ۸ ص ۵۵۔۵۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

۲۔(جامع ترمذی ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

عبادت خانے میں داخل ہوتے، اس کے پاس کوئی نہ کوئی کھانے کی چیز پاتے، کہا اے مریم! یہ تیرے لیے کہاں سے ہے؟ اس نے کہا یہ اللہ کے پاس سے ہے۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

امام ابن جریر طبریؒ نے اپنی سند کے ساتھ ابن جریج ؒ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو عبادت گاہ کی خدمت کے لیے وقف کئے جانے کو قبول فرمالیا۔ ۱

حضرت مریمؑ کی عمدہ پرورش کے متعلق امام رازیؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت مریمؑ کی نشوونما اتنی ہوتی تھی جتنی عام بچوں کی ایک سال میں ہوتی ہے اور دین داری میں بھی ان کی تربیت بہت اچھی تھی وہ بہت زیادہ نیک کام کرتی تھیں۔ پاکباز رہتی تھیں اور عبادت کرتی تھی۔ ۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور زکریاؑ کو اس کا کفیل بنایا۔ حضرت زکریا (علیہ السلام) کی سوانح: حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکرؒ متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں: زکریا بن حنا اور زکریا بن دان بھی کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے زکریا بن ادن بن مسلم بن صدوف۔ ان کا نسب حضرت سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) تک پہنچتا ہے یہ حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کے والد ہیں۔ یہ بنی اسرائیل سے ہیں۔ بثینہ نام کی دمشق کی ایک بستی میں اپنے بیٹے حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کو ڈھونڈنے گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ جس وقت ان کے بیٹے یحییٰ کو قتل کیا گیا تو یہ دمشق میں تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا حضرت زکریا نجار (بڑھئی) تھے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

۲۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ)

حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کے والد زکریا بن دان ان انبیاء (علیہم السلام) کے بیٹوں میں سے تھے جو بیت المقدس میں وحی لکھتے تھے' اور عمران بن ماثان حضرت مریمؑ کے والد تھے اور بنو اسرائیل کے بادشاہوں کے بیٹوں میں سے تھے اور حضرت سلیمانؑ کی اولاد تھے۔ (۱)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا بنو اسرائیل کے انبیاء کے بیٹوں سے یا ان کی نسل اور ان کی جنس سے کسی نہ کسی کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے دیگر کاموں اور ذمہ داریوں سے الگ کر کے وقف کر دیا جاتا تھا اور حضرت زکریاؑ نے حضرت مریم بنت عمرانؑ کی بہن سے شادی کی تھی اور وہ حضرت یحییٰؑ کی ماں تھیں' اور حضرت مریم بنت عمران آل داؤد سے تھیں' جو یہودا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کے نواسے تھے۔ مکحولؒ نے کہا حضرت زکریا اور عمرانؑ نے دو بہنوں سے شادی کی تھی حضرت یحییٰؑ کی ماں حضرت زکریاؑ کے نکاح میں تھیں اور حضرت مریم کی ماں عمران کے نکاح میں تھیں۔ وہ جب اولاد سے مایوس ہوگئیں تو ان کے ہاں مریم پیدا ہوئیں۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے حضرت زکریاؑ نے رات کو اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی اور کہا اے ہمارے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی ہے اور میرا سر سفید ہو گیا ہے، اے میرے رب تو نے اس سے پہلے میری دعا کو کبھی مسترد نہیں کیا اس لیے میری اس دعا کو بھی مسترد نہ کرنا' اور مجھے اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے خوف ہے (کہ کہیں وہ میرے بعد دین میں فتنہ نہ پیدا کریں) اور میری بیوی بانجھ ہے' تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما دے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب اس کو (اپنا) پسندیدہ بنا۔ (مریم: ۶۔۳) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: حضرت زکریاؑ اور ان کی بیوی دونوں بوڑھے ہو چکے تھے اللہ

۱۔ (الکامل لابن اثیر ج۱ ص۲۹۸' البدایہ والنہایہ ج۲ ص۵۱ ایضا)

تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی سو جس وقت وہ محراب میں نماز پڑھ رہے تھے جس جگہ قربانی کو ذبح کیا جاتا ہے تو ایک سفید پوش شخص آئے یہ حضرت جبرائیلؑ تھے انھوں نے کہا اے زکریا! اللہ آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس سے پہلے کوئی اس کا ہم نام نہیں بنایا۔ (مریم: ۷) پھر وہ (یحی) اللہ کی طرف سے ایک کلمہ (حضرت عیسی علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والے ہوں گے (آل عمران: ۳۹) یعنی حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ہوں گے، پھر فرمایا کہ یحییٰ سید اور حصور ہوں گے یعنی حلم ہوں گے اور عورتوں سے اجتناب کرنے والے ہوں گے۔ یزید بن ابی منصورؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) بیت المقدس میں داخل ہوئے تو دیکھا وہاں عبادت گزاروں نے موٹے کپڑے اور اونی ٹوپیاں پہنی ہوئی ہیں، اور مجتہدین نے اپنے آپ کو بیت المقدس کے کونوں میں زنجیروں سے باندھ رکھا ہے جب انھوں نے کہا اے یحییٰ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو حضرت یحییٰ نے کہا میں کھیلنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ وہ اپنے ماں باپ کے پاس گئے اور کہا کہ ان کے بھی اونی کپڑے بنا دیں انھوں نے بنا دیئے اور وہ بیت المقدس کی طرف چلے گئے وہ دن کو اس کی خدمت کرتے اور رات کو عبادت کرتے، حتی کہ پندرہ برس گزر گئے پھر ان پر خوف کا غلبہ ہوا اور وہ جنگلوں اور غاروں کی طرف نکل گئے، حضرت یحییٰ کے ماں باپ ان کی طلب میں نکلے تو ان کو بحیرہ اردن کے پاس غاروں میں دیکھا وہ ایک کھاڑی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پیر پانی میں ڈوبے ہوئے تھے، قریب تھا کہ وہ پیاس سے ہلاک ہو جاتے اور وہ یہ کہہ رہے تھے اللہ! تیری عزت کی قسم میں اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک کہ مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ تیرے نزدیک میرا مقام کیا ہے۔ ان کے ماں باپ کے پاس جو کی روٹی اور پانی تھا انھوں

نے ان سے کھانے اور پینے کے لیے کہا انھوں نے قسم کا کفارہ دیا اور ماں باپ کا کہا مان لیا اور ماں باپ ان کو بیت المقدس واپس لے آئے۔ حضرت یحییٰ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ شجر وحجر بھی ان کے ساتھ رونے لگتے' ان کے رونے کی وجہ سے حضرت زکریا بھی روتے حتی کہ بے ہوش ہو جاتے۔ حضرت یحییٰ اسی طرح روتے رہے حتی کہ آنسوؤں نے ان کے رخساروں کو جلا دیا اور ان کی داڑھیں نظر آنے لگیں جن پر ان کی والدہ نے روئی کا نمدہ رکھا۔ وہب بن منبہؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زکریا بھاگے اور ایک کھوکھلے درخت میں داخل ہو گئے اس درخت پر آرا رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے، جب ان کی پشت پر آرا چلنے لگا تو اللہ تبارک وتعالی نے ان کی طرف وحی کی اے زکریا! تم رونا بند کر دو ورنہ میں تمام روئے زمین کو اس کے رہنے والوں سمیت پلٹ دوں گا۔ پھر حضرت زکریا خاموش ہو گئے اور ان کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے۔ حضرت ابن عباس (رض) بیان کرتے ہیں کہ شب معراج آسمان پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حضرت زکریاؑ سے ملاقات ہوئی' آپ نے ان کو سلام کر کے فرمایا اے ابو یحییٰ مجھے اپنے قتل کئے جانے کی کیفیت کی خبر دیجئے' اور آپ کو بنو اسرائیل نے کیوں قتل کیا تھا۔ انھوں نے کہا اے محمد! میں آپ کو بتاتا ہوں' یحییٰ اپنے زمانے کے سب سے نیک آدمی تھے اور سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے سیدا وحصورا! اور ان کو عورتوں کی ضرورت نہیں تھی بنو اسرائیل کے ایک بادشاہ کی عورت ان پر فریفتہ ہو گئی' وہ بدکار تھی' اس نے ان کو بلوایا۔ اللہ نے ان کو محفوظ رکھا۔ یحییٰ نے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ان کی ہر سال عید ہوتی تھی اور بادشاہ عادت یہ تھی کہ وہ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا تھا اور نہ جھوٹ بولتا تھا' بادشاہ عید کے دن باہر نکلا اس کی عورت نے اس کو رخصت کیا' بادشاہ کو اس

پر تعجب ہوا کیونکہ اس سے پہلے وہ اس کو رخصت نہیں کرتی تھی بادشاہ نے کہا سوال کرو! تم نے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا ہے میں نے تم کو وہ چیز عطا کی ہے اس نے کہا میں یحییٰ بن زکریا کا خون چاہتی ہوں۔ بادشاہ نے کہا کچھ اور مانگ لو۔ اس نے کہا مجھے یہی چاہیے۔ بادشاہ نے کہا وہ تمہیں مل جائے گا۔ اس عورت نے یحییٰ کے پاس ایک سپاہی بھیجا وہ اس وقت محراب میں نماز پڑھ رہے تھے اور میں ان کی ایک جانب نماز پڑھ رہا تھا۔ ان کو ذبح کر دیا گیا اور ان کا سر اور خون ایک طشت میں رکھ کر اس عورت کو پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ' اس کے گھر والوں اور تمام درباریوں کو زمین میں دھنسا دیا۔ جب صبح ہوئی تو بنو اسرائیل نے کہا زکریا کا خدا زکریا کی وجہ سے غضب میں آ گیا۔ آؤ ہم اپنے بادشاہ کی وجہ سے غضب میں آئیں اور زکریا کو قتل کر دیں' وہ مجھے قتل کرنے کے لیے ڈھونڈنے نکلے میں ان سے بھاگا۔ ابلیس ان کی قیادت کر رہا تھا اور میری طرف رہنمائی کر رہا تھا۔ جب مجھے یہ خطرہ ہوا کہ میں ان کو باز نہیں رکھ سکوں گا تو میں نے اپنے آپ کو ایک درخت پر پیش کیا درخت نے آواز دی میری طرف آؤ۔ میری طرف آؤ۔ وہ درخت شق ہو گیا' اور میں اس میں داخل ہو گیا' میں جب درخت میں داخل ہوا تو میری چادر کا ایک پلو باہر رہ گیا تھا اور درخت جڑ گیا تھا ابلیس نے اس چادر کے پلو کو پکڑ لیا اور کہا کیا تم دیکھتے نہیں وہ اس درخت میں داخل ہو گیا ہے اور یہ اس کی چادر کا پلو ہے! وہ اپنے جادو کے زور سے اس درخت میں داخل ہو گیا ہے انھوں نے کہا ہم اس درخت کو جلا دیتے ہیں' اس نے کہا اس کو آری سے کاٹ کر دو ٹکڑے کر دو تو مجھے آری کے ساتھ کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیا گیا۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پوچھا اے زکریا! کیا آپ نے کوئی درد اور تکلیف محسوس کی۔ حضرت زکریا نے کہا نہیں وہ تکلیف اس درخت نے محسوس کی اللہ تعالیٰ نے میری روح اس درخت میں منتقل کر دی تھی۔ وہب بن

منبہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ جس نبی کے لیے درخت شق ہوا تھا اور وہ اس میں داخل ہوئے تھے وہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سے پہلے اشعیاء نام کے نبی تھے اور حضرت زکریا نے طبعی موت پائی تھی۔ (۱)

حضرت زکریاؑ کا حضرت مریمؑ کی کفالت کرنا

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: عکرمہؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مریمؑ پیدا ہوئیں تو ان کی ماں نے ان کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور ان کو کاہن بن عمران کے بیٹے کے پاس لے گئیں جو اس زمانہ میں بیت المقدس کے دربان تھے اور ان سے کہا اس نذر میں مانی ہوئی لڑکی کو سنبھالو یہ میری بیٹی ہے میں اس کو اپنے گھر نہیں لے جاؤں گی۔ انھوں نے کہا یہ ہمارے امام کی بیٹی ہے اور عمران ان کو نمازیں پڑھاتے تھے اور ان کی قربانیوں کے منتظم تھے حضرت زکریاؑ نے کہا یہ لڑکی مجھے دے دو کیونکہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ باقی لوگوں نے کہا ہم اس فیصلہ پر خوش نہیں ہیں یہ ہمارے امام کی بیٹی ہے' پھر انھوں نے حضرت مریمؑ کی پرورش کے لیے قلموں کے ساتھ قرعہ اندازی کی۔ یہ وہ قلم تھے جن کے ساتھ وہ توراۃ لکھتے تھے، حضرت زکریا کے نام کا قرعہ نکل آیا اور انھوں نے حضرت مریم کی کفالت کی۔ سدی کی روایت میں ہے کہ وہ لوگ دریا اردن میں گئے اور جن قلموں سے توراۃ لکھتے تھے وہ دریا میں ڈال دیئے کہ جس کا قلم پانی میں اس طرح کھڑا رہا جس طرح زمین میں نیزہ گاڑ دیتے ہیں۔ تب انھوں نے حضرت مریم کو لے لیا اور ان کی کفالت کی۔ (۲)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ضحاکؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت

۱۔(مختصر تاریخ دمشق ج ۹ ص ۵۱، ۴۵۔ مطبوعہ دار الفکر، دمشق، ۱۴۰۴ھ)

۲۔(جامع البیان ج ۳ ص ۱۶۴۔ ۱۶۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ)

زکریاؑ حضرت مریمؑ کے پاس سردیوں میں گرمیوں کے‘ اور گرمیوں میں سردیوں کے پھل دیکھتے تھے مجاہدؒ نے بیان کیا ہے وہ ان کے پاس بے موسمی انگور دیکھتے تھے۔ ①

محمد بن اسحاقؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کی ماں کے فوت ہونے کے بعد حضرت زکریاؑ نے حضرت مریمؑ کو ان کی خالہ حضرت یحییٰؑ کی ماں کی تحویل میں دے دیا۔ حتیٰ کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ گئیں تو ان کی ماں کی نذر کے مطابق ان کو عبادت گاہ میں پہنچا دیا۔ وہ وہاں پلتی بڑھتی رہیں۔ پھر بنو اسرائیل تنگی اور قحط سالی کا شکار ہو گئے اور حضرت زکریاؑ کو ان کی پرورش کرنے میں ضعف لاحق ہوا‘ انھوں نے بنو اسرائیل سے کہا تم کو معلوم ہے کہ اب میں اس کی پرورش سے عاجز ہو رہا ہوں۔ انھوں نے کہا آپ جن مصائب کا شکار ہیں وہ ہمیں بھی درپیش ہیں وہ ایک دوسرے پر یہ ذمہ داری ڈالنے لگے اور ان کے لیے پرورش کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ انھوں نے پھر قرعہ اندازی کی اور اس دفعہ جریج نام کے ایک شخص کا قرعہ نکلا حضرت مریمؑ نے جب جریج کے چہرہ پر پریشانی کے آثار دیکھے تو فرمایا۔ اے جریج اللہ سے حسن ظن رکھو وہ ہم دونوں کو رزق عطا فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت کی برکت سے جریج کو غیر معمولی رزق عطا فرمانے لگا حضرت زکریاؑ نے جب رزق کی یہ فراوانی دیکھی تو پوچھا اے مریم! یہ رزق کہاں سے آیا‘ حضرت مریمؑ نے کہا اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے‘ اور محراب کا معنی ہے مجلس میں سب سے مشرف مقام۔ جائے صدارت اور محفل میں مقدم جگہ۔ ②

ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت ”وکفلھا زکریا“ سے مراد ہے کہ زکریا

۱۔ (جامع البیان ج ۳ ص ۱۶۵‘ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت‘ ۱۴۰۹ھ)

۲

(علیہ السلام) نے اس کو اپنے ساتھ محراب میں رکھا۔

عبد بن حمیدؒ نے ابوالنجودؒ سے روایت کیا کہ انھوں نے اس طرح پڑھا "وکفلھا" تشدید کے ساتھ (اور) "زکریا" الف ممدود کے ساتھ منصوب پڑھا۔

عبد بن حمیدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "وجد عندھا رزقا" سے مراد ہے کہ ایک ٹوکری جس میں انگور تھے غیر موسم میں (ان کے پاس آئے)۔

عبد بن حمیدؒ نے ابن جریرؒ سے اور انھوں نے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ "وجد عندھا رزقا" سے مراد ہے انگور جو غیر موسم میں تھے۔

ابن جریرؒ نے وجہ آخر سے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ "وجد عندھا رزقا" سے مراد ہے کہ گرمی کے پھل سردی میں اور سردی کے پھل گرمی (اس کے پاس پائے)۔

ابن ابی حاتمؒ نے وجہ آخر سے مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ لفظ آیت "وجد عندھا رزقا" سے علم مراد ہے (یعنی ان کے پاس علم کو پایا)۔

ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "وجد عندھا رزقا" سے مراد ہے اس کے پاس جنت کے پھل پائے گرمی کے پھل سردی میں اور سردی کے پھل گرمی میں۔

ابن جریرؒ نے ابن ابی حاتمؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "وجد عندھا رزقا" سے مراد تازہ پھل جبکہ کسی کے پاس یہ پھل نہیں پایا جاتا تھا۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابومالکؒ سے روایت کیا ہے کہ "انی" سے مراد ہے کہاں سے۔

ابن ابی حاتمؒ نے ابوضحاکؒ سے روایت کیا ہے کہ "انی لک ھذا" سے مراد ہے کون اس کو تیرے پاس

لایا ہے۔

غیبی مدد سے کھانے کا انتظام

ابو یعلیٰ ؒ نے جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چند روز اس حال میں رہے کہ آپ نے کچھ تناول نہ فرمایا یہاں تک کہ آپ پر یہ بھوک بھاری ہوگئی تو آپ اپنے ازواج مطہرات کے گھروں میں تشریف لے گئے مگر ان میں سے کسی کے پاس کچھ نہ پایا پھر آپ (اپنی بیٹی) حضرت فاطمہ (رض) کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے میری بیٹی کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے کہ میں اس کو کھالوں کیونکہ میں بھوکا ہوں عرض کیا میرے پاس کچھ نہیں اللہ کی قسم! جب آپ ان کے پاس سے واپس چلے آئے تو ان کی ایک پڑوسن نے دو روٹیاں اور گوشت کا ٹکڑا ان کے پاس بھیجا حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ میں نے اس عورت سے یہ کھانا لے لیا اور اس کو ایک پیالہ میں رکھ دیا اور کہنے لگیں اللہ کی قسم! کہ میں اپنی ذات پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ضرور ترجیح دوں گی اور ان (بچوں) پر بھی جو میرے پاس ہیں حالانکہ وہ سب سخت بھوکے تھے (پھر) فاطمہؓ نے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف بھیجا آپ واپس تشریف لائے حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ تعالیٰ نے ایک چیز بھیج دی ہے جو میں نے آپ کے لیے چھپا کر رکھ لی ہے آپ نے فرمایا اے میری بیٹی! پیالے کو میرے پاس لے آؤ جب فاطمہ نے پیالے سے پردہ ہٹایا تو وہ روٹیوں اور گوشت سے بھرا ہوا تھا جب فاطمہ نے اس کی طرف دیکھا تو حیران رہ گئی اور پہچان لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے تو فاطمہؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے ہوئے وہ کھانا نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے کردیا جب آپ نے اس (سالن) کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی

حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا اے میری بیٹی یہ کہاں سے آیا میں نے عرض کیا اے میرے باپ! لفظ آیت "ھو من عنداللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب" پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور فرمایا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تجھ کو بنی اسرائیل کی عورتوں کی سیدہ کی طرح بنایا جب اللہ تعالیٰ ان کو رزق عطا فرماتا اور ان سے پوچھا جاتا کہ یہ رزق کہاں سے آتا ہے تو وہ کہتی لفظ آیت "قالت ھو من عنداللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب"۔

ڈاکٹر اسلامی ریسرچ اسکالر محمد طاہر بھٹی المالکی چک قاسمکا